رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(نبیٔ رحمتؐ کے مکارمِ اخلاق وحسنِ معاملات)

ڈاکٹر رحمت الٰہی

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

Marfat.com

رسولِ کریم ﷺ

(نبی رحمتؐ کے مکارمِ اخلاق و حسنِ معاملات)

ڈاکٹر رحمت الٰہی

Marfat.com

جملہ حقوق بحق امتِ رسول کریم ﷺ محفوظ

نام کتاب	رسول کریم ﷺ
مصنف	ڈاکٹر رحمت الٰہی
اشاعت	جنوری ۲۰۱۳ء
صفحات	۴۱۴
تعداد	۱۰۰۰
کمپوزنگ	شکیل احمد اعوان
ڈیزائننگ	سیّد ابرار گردیزی۔ محمد ارشد
قیمت	۴۰۰ روپے
مطبع	ایف آئی پرنٹرز
	۱۶۔ خورشید پیلس، کشمیر روڈ، راولپنڈی کینٹ
ملنے کے پتے	شعبہ ریاضی
	بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد
	الفوز اکیڈمی، سٹریٹ نمبر ۱۵، ای۔۱۱/۴، اسلام آباد
فون نمبرز	+۹۲۔۵۱۔۹۰۱۹۵۱۰
	+۹۲۔۳۳۳۔۵۸۵۲۵۸۵
ای میل	rahmatellahi@yahoo.com

Marfat.com

انتساب

میرے غنی العالمین، الغفور، الودود

اللہ ربّ العزت کے نام

جس نے مجھے

رسولِ کریم ﷺ کی اُمت میں ہونے کا شرف عطا فرمایا!!!

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

حرف اوّل	۱۵
باب اوّل: بچپن سے نبوّت تک	۲۵
ولادت باسعادت	۲۷
رسول کریم ﷺ کے والدین	۲۹
اسم مبارک اور دایہ	۳۰
پہلی رضاعی والدہ	۳۰
بنی سعد میں	۳۰
کم عمر منصفؐ	۳۴
رضاعی بہن بھائی	۳۶
واقعہ شق صدر	۳۷
ماں کی آغوشِ محبت میں	۳۷
والدین کا انتقال	۳۸
دادا کے سایۂ شفقت میں	۴۱
دادا جان کی وفات	۴۲
چچا کی کفالت	۴۳
انبیائے کرام علیہم السلام کے بکریاں چرانے میں حکمت	۴۳
حضرت خدیجہؓ سے شادی	۴۵
کعبہ کی تعمیر اور حجر اسود کے تنازع کا فیصلہ	۴۷
ایفائے عہد	۴۹
نبوّت سے پہلے کی اجمالی سیرت	۵۰

Marfat.com

باب دوم: نبوّت ورسالت کے کٹھن شب وروز

غار حرا میں پہلی وحی	۵۱
دعوت کے غم نے رسول کریم ﷺ کی نیند اڑادی	۵۳
سابقون الاوّلون	۵۴
قریب ترین رشتہ داروں میں تبلیغ	۵۵
کھلی تبلیغ	۵۶
رسول کریم ﷺ وادی منیٰ میں	۵۸
قریش کی ایذارسانیاں	۵۹
خاندان ابولہب کا جَور وجفا	۶۱
بداخلاقی سے صَرفِ نظر	۶۵
قصہ دو بوڑھی عورتوں کا	۶۸
دور جاہلیت میں آپ ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کی ایک جھلک	۷۱
ابوطالب کو قریش کی دھمکی	۷۲
ابوطالب کی حمایت	۷۵
شعب ابی طالب میں	۷۶
ابوطالب کا انتقال	۷۶
ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال	۷۸
غم کا سال	۷۹
غم خواروں کی جلد وفات پاجانے میں حکمت	۷۹
رسول کریم ﷺ کا سفر طائف	۸۰
سفر طائف میں درس نبویؐ	۸۳
	۹۳

Marfat.com

رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی لطف وکرم	۹۵
معراج	۱۰۱
رسول کریم ﷺ کے قتل کی تجویز پر اتفاق	۱۰۲
اہل مکہ کی امانتیں	۱۰۴
رسول کریم ﷺ اپنا گھر چھوڑتے ہیں	۱۰۵
مدینے کی راہ میں	۱۰۵
قبا اور مدینہ میں تشریف آوری	۱۰۸
چہرۂ اقدس	۱۰۸
مسلمانوں کی جنگ کا مقصد	۱۱۱
جاہلی معاشرے کی جنگ وقیدی	۱۱۱
اسلامی معاشرے کی جنگ وقیدی	۱۱۳
جنگ احد کے کٹھن مراحل	۱۱۹
غزوہ احد کا سبق	۱۳۰
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ	۱۳۱
حضرت حمزہؓ کی شہادت	۱۳۳
حضرت حمزہؓ کا قاتل دربار نبوت میں	۱۳۶
رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی پر رسول کریم ﷺ کا حلم وعفو	۱۴۶
غزوہ احزاب (خندق)	۱۵۳
غزوہ احزاب کا باطنی پہلو	۱۵۶
صلح حدیبیہ	۱۵۹
ابوجندلؓ کی واپسی کے لیے رسول کریم ﷺ کا اصرار	۱۶۰

Marfat.com

قائد اور کارکن کا تعلق ۱۶۱
صلح حدیبیہ کے موقعے پر جنھوں نے قتل کرنا چاہا ۱۶۲
بیعت رضوان کی حکمتیں ۱۶۲
دشمنوں کا اقرار ۱۶۳
مکہ میں شدید قحط ۱۶۷
حضرت حاطبؓ کے جرم سے صرفِ نظر ۱۶۸

باب سوم: اعدا پر کرم کی بارش

رسول کریم ﷺ کا دل بھر آیا ۱۷۱
فتح مکہ ۱۷۳
آج کوئی سرزنش نہیں ۱۷۷
جشن فتح ۱۷۹
ہند کو خوش آمدید ۱۸۱
ابوسفیانؓ کے لیے اعزاز ۱۸۳
کعبے کی چھت پر اذان بلالی ۱۸۷
دوران طواف رسول کریم ﷺ پر حملے کی ناکام کوشش ۱۸۸
آج وفا کا دن ہے ۱۹۰
پیکرِ وفاؐ ۱۹۲
جس دشمن نے پناہ چاہی اسے امان مل گئی ۱۹۴
اسامہؓ کون ہیں؟ ۱۹۵
حدود اللہ کے نفاذ میں ہر محبت قربان ۱۹۷
غزوۂ حنین ۱۹۹
۲۰۰

Marfat.com

رضاعی بہن کی تکریم ۲۰۲
پتھر برسانے والوں کے حق میں دعا ۲۰۴
اہل طائف کے حق میں دعا کی قبولیت ۲۰۵
تالیف قلوب ۲۰۶
انصار کا حزن واضطراب ۲۰۸
ہجرت کرنے والے سوار تمھارا آنا مبارک ہو ۲۱۳
ابولہب کی اولاد پر ابر رحمت ۲۱۸
جب عمیرؓ کے مقدر کا ستارہ چمکا ۲۱۹
مکہ کا مفرور ۲۲۲
قریش کا سرتاج رسول کریم ﷺ کے قدموں میں ۲۲۴
کعبؓ بن زہیر کا واقعہ ۲۲۵
بیٹی کے قاتل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا ۲۲۸
کھانے میں زہر دینے کا قصہ ۲۲۹
خون کا پیاسا محبت میں گرفتار ۲۳۱
ایسی عالی ظرفی کی کوئی مثال تاریخ سے ذرا ڈھونڈ کے تو لاؤ؟ ۲۳۳
ہجو اور جاسوسی کرنے والے کا قبول اسلام ۲۳۷
عدی! وہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے فرار ہوا ۲۳۷
عدیؓ کا قبول اسلام ۲۴۳
قبیلہ دَوس کے حق میں دعا ۲۴۷
قبیلہ بنوحنیفہ کا قیدی ۲۴۸
دنیا کے سب سے اچھے انسان ۲۴۹

Marfat.com

باب چہارم : کمالِ نفس

رسول کریم ﷺ کی ہر ادا محفوظ	۲۵۱
رسول کریم ﷺ قرآنِ مجید کی نظر میں	۲۵۳
رسول کریم ﷺ کا ایثار	۲۵۳
کیا عفو و درگزر خودداری کے منافی ہے؟	۲۵۶
رسول کریم ﷺ کا عفو و درگزر	۲۶۲
مسکنت بھری تواضع	۲۶۸
دوسروں کے کام کرنا	۲۸۳
بدلہ لے لو	۲۹۵
خطا کاروں سے درگزر	۲۹۶
حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ	۲۹۷
رسول کریم ﷺ نے گوارا نہ کیا	۳۰۰
رسول کریم ﷺ کا اپنے اصحابؓ سے حسن معاملہ	۳۰۶
رہبانیت	۳۰۸
اللہ تعالیٰ کا رحم وکرم	۳۱۳
ریا ایک چھپا ہوا شرک	۳۱۷
بچوں سے خوش طبعی	۳۲۲
بوڑھوں کا احترام فرماتے	۳۲۵
صنف نازک (عورتوں) کی آسایش و احترام کا حکم	۳۲۹
فاحشہ عورت پر رسول کریم ﷺ کی شفقت	۳۲۹
غلاموں پر شفقت	۳۳۵
	۳۳۶

Marfat.com

حیوانات پر رحم	۳۴۳
کون رحم کے مستحق نہیں	۳۵۱
مزاح اور مذاق میں فرق	۳۵۳
مجالس میں شگفتہ مزاجی	۳۵۴
مشاورت کرنے والا کبھی پشیمان نہیں ہوتا	۳۵۷
ہمیشہ سچائی کا درس دینے والے	۳۶۲
بخیل اور متکبر کون؟	۳۶۴
قرض دار کو مہلت	۳۶۵
بیمار کی عیادت	۳۶۶
جنازہ	۳۶۷
کسی کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچانا	۳۶۸
جس سے محبت ان ہی کا ساتھ	۳۶۸
خانۂ نبوت	۳۶۹
صبح سے شام تک کے معمولات	۳۷۰
اولاد سے محبت	۳۷۱
خالص گھریلو زندگی	۳۷۵
بیوی کی محبت کو عار نہ جانا	۳۷۸
رسول کریم ﷺ کی معاشی زندگی	۳۸۰
الوداعی آثار	۳۸۶
آغاز مرض	۳۸۷
قصاص کے لیے پیش کرنا	۳۸۸

Marfat.com

حیات مبارکہ کا آخری دن	۳۹۰
آخری وصیت	۳۹۱
رفیق اعلیٰ کی جانب	۳۹۲
غسل وکفن	۳۹۳
لحد مبارک	۳۹۴
بدو کی قبر مبارک پر حاضری	۳۹۵
امت کے لیے گریہ وزاری	۳۹۶
رسول کریم ﷺ کی نصیحتیں	۴۰۰
صلوٰۃ استخارہ	۴۰۶
صلوٰۃ الحاجات	۴۰۸
غم اور مشکلات کی مناجات	۴۰۹
سارے دکھوں اور غموں کا علاج	۴۱۰
ماخذ	۴۱۲

Marfat.com

حرفِ اوّل

سیرت نبویؐ کے مطالعے کا مقصد محض یہ نہیں ہے کہ ایک مسلمان کو عہد نبویؐ میں پیش آنے والے تاریخی واقعات کا تفصیلی علم ہو جائے۔ بلکہ مطالعہ سیرتؐ کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمان اسلامی احکام کو نظریاتی طور پر سمجھ لینے کے بعد انھیں رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں نہ صرف عملی شکل میں دیکھے بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں اس عظیم نمونے کو اپنے لیے دستور حیات بنا لے جسے جادۂ منزل بنانے کا حکم خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیا۔ ارشاد فرمایا:

> ''یقیناً ہر اس شخص کے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں ایک بہترین اسوہ (نمونہ، رول ماڈل یا آئیڈیل) ہے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہو۔'' (الاحزاب ۳۳:۲۱)

ایک اور مقام پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو اپنی محبت کی نشانی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> ''اے پیغمبر ﷺ لوگوں سے فرما دیجیے کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھاری خطاؤں کو تمھارے لیے بخش دے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔'' (آل عمران ۳:۳۱)

لہٰذا اب جو شخص اپنی دنیا اور آخرت کے تمام معاملات میں کامیابی اور نجات چاہتا ہے اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار ہی نہیں کہ وہ

Marfat.com

رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرے اور پیروی اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک آپ ﷺ سے انتہائی محبت نہ ہو اور محبت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک اس تعلق کا احساس اور اس رشتے کا علم و پاس نہ ہو جو آپ ﷺ کا ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ ہے۔ اللہ ربّ العزت نے اپنے بندوں سے اپنے رسول کریم ﷺ سے نسبت کا تعارف کچھ یوں فرمایا:

''(اے لوگو دیکھو!) تمھارے پاس ایک ایسے پیغمبر ﷺ تشریف لائے ہیں جو تم ہی میں سے ہیں۔ جن کو تمھارے نقصان کی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمھارے فائدے (فلاح) کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں۔ ایمان والوں کے لیے بڑے شفیق اور مہربان ہیں۔'' (التوبہ ۹: ۱۲۸)

مزید ارشاد فرمایا:

''بلاشبہ نبی ﷺ تو اہل ایمان کے لیے اُن کی اپنی ذات سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور نبی ﷺ کی بیویاں اُن مومنوں کی مائیں ہیں۔'' (الاحزاب ۳۳: ۶)

رسول کریم ﷺ راتوں کو اٹھ اٹھ کر میرے اور آپ کے لیے اتنا روئے کہ کوئی اتنا رو نہ سکے گا۔ امت کے لیے ایسے تڑپے کہ کوئی ایسا تڑپ نہ سکے گا۔ جاننا چاہتے ہیں تو ذرا طائف کے پہاڑوں سے پوچھیے کہ رسول کریم ﷺ کا خون کیسے بہا تھا، یہاں کیسے پتھر مارے گئے۔ ایک دو پتھر نہیں، تین میل تک پتھر مارے گئے۔ شدّت کرب سے جب آپ ﷺ بیٹھ جاتے تو ظالم بازو تھام کر کھڑا کر دیتے

Marfat.com

اور پھر پتھراؤ شروع کر دیتے۔غم والم کی شدت سے طبیعت نڈھال اور دل پاش پاش تھا۔اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریلؑ تشریف لائے۔ ان کے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ بھی تھا۔وہ آپ ﷺ سے یہ گزارش کرنے آیا تھا کہ آپ ﷺ حکم دیں تو وہ اہل طائف کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس ڈالے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''نہیں، میں انھیں عذاب میں مبتلا کرنے کے لیے نہیں، عذاب سے چھڑانے آیا ہوں۔ یہ نادان اگر آج مجھے پتھر مارتے ہیں تو کیا ہوا ،کل ان ہی کی نسلیں اسلام کی پاسبان ہوں گی۔''(بخاری)

حدود طائف میں زخم کھا کر دعا کے موتی لٹانے والے رسول کریم ﷺ کی زندگی ایسے بیسیوں واقعات سے بھری پڑی ہے۔جنھوں نے اپنے قتل یا گرفتاری کے لیے اہل مکہ کا اشتہار وانعام سن کر اپنا تعاقب کرنے والے کو معاف کیا، جنھوں نے خیبر میں زہر دینے والی یہودیہ کو معاف کیا، جنھوں نے اپنے چچا کے قاتل کو معاف کیا، جنھوں نے چچا کی لاش کو بے حرمت کرنے والی اور ان کے جگر کو چبانے والی کو معاف کیا، جنھوں نے اپنی لخت جگر (بیٹی زینبؓ) کے قاتل کو معاف کیا، جنھوں نے تنعیم کی وادی میں قریش کے اس گرفتار دستے کو معاف کیا جو ان کے قتل کے ارادے سے آیا تھا، جنھوں نے نجد کے ایک نخلستان میں جب وہ محو خواب تھے ،اپنے ایک تیغ بکف حملہ آور کو قابو میں پا کر معاف کیا، جنھوں نے احد کے میدان میں اپنے چہرۂ مبارک زخمی کرنے والوں کو نیک دعا دی، جنھوں نے دشمنوں کے حق میں بد دعا کرانے والوں کو فرمایا کہ میں دنیا میں زحمت کے لیے نہیں بلکہ رحمت بن کے آیا ہوں۔

قرآن وحدیث سے جو بات مجھے سمجھ آئی ہے وہ یہ کہ حساب عبادات (حقوق اللہ) کا

Marfat.com

بھی ہونا ہے اور معاملات (حقوق العباد) کا بھی لیکن عبادات کی نسبت معاملات کا حساب سخت ہوگا۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ معاملات میں ہم راست باز رہتے ہوئے بہترین اخلاق کا مظاہرہ کریں۔ لیکن معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ من حیث القوم ہم عبادات کا جس قدر اہتمام کرتے ہیں اس سے کہیں بڑھ کر معاملات اور اخلاقیات کے بارے میں لاپروائی کا ثبوت دیتے ہیں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ اِدھر کسی نے ذرا بات کی اُدھر ہم فوراً آپے سے باہر ہوکر اخلاقیات کی تمام حدیں پھلانگ جاتے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ کسی صحابیؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ فلاں عورت بڑی نمازی اور بڑی تہجد گزار ہے لیکن بد اخلاق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جہنم میں جائے گی۔ پھر صحابیؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ فلاں عورت عبادات کا تو اتنا خیال نہیں رکھتی مگر ہے بہت بااخلاق۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جنت میں جائے گی (مسند احمد)۔ دوسروں سے نرمیٔ کلام اور حسن گفت گو اخلاق کا صرف ایک جزو ہے۔ اپنی اصل میں اخلاق نام ہی کردار کا ہے جس کی بنیاد عبادات ہیں۔ لہٰذا اخلاق و کردار میں کمی بنیادی طور پر عبادات میں کمزوری کی وجہ سے ہوتی ہے۔ پتا یہ چلا کہ تمام عبادات نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا حاصل اخلاق ہیں۔ ایسی عبادت کس کام کی جو انسان کے اخلاق نہ سنوارے۔ آج ہماری عبادات غیر مؤثر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے روز مرہ معاملات میں رسول کریم ﷺ کی ذات کو نہ رول ماڈل بنایا، نہ غیبت چھوڑی، نہ ظلم چھوڑا، نہ حیا کا سرمہ لگایا، نہ زندگی بدلی، نہ طرز بدلا، نہ رنگ بدلا، نہ ڈھنگ بدلا، نہ چال بدلی، نہ انداز بدلے، نہ چاہت بدلی، نہ شوق بدلے، نہ رغبت بدلی۔ راحتیں بھی دنیا کی، شوق بھی دنیا کا، خوف بھی دنیا کا،

Marfat.com

پھر بھی دعویٰ محبت ہے کہ ہم سے بڑھ کر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو چاہنے والا کوئی اور نہیں۔ یا تو ہم وہ ہوتے کہ جنت اور آخرت کو نہ مانتے جیسا کہ بادشاہ بابر سے کہا گیا: بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست (بابر موج میلا کر لے بس یہی زندگی ہے پھر دوبارہ نہیں ملے گا) یا پھر ہم میں اتنی قوت ہوتی کہ جہنم کی آگ کو بجھا سکتے یا قبر میں جانے سے انکار کر سکتے اور نہیں تو منکر نکیر سے ٹکر ہی لے لیتے۔ یا قیامت کے دن رسول کریم ﷺ کے سامنے جانے سے انکار کر دیتے۔ یاد رکھیں! جھوٹ بول سکیں گے نہ بھاگ سکیں گے اور اگر ایسا نہیں کر سکتے اور یقیناً نہیں کر سکتے تو کیوں نہ ان راہوں سے واپس پلٹ آئیں جو ربّ کی رضا بھری جنتوں کی بجائے اس کے غضب سے بھری جہنم کی طرف جاتی ہیں۔ اللہ ربّ العزت کی رضا کو پانے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کی پیروی اور جب حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا گیا کہ آپ ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ انھوں نے فرمایا: کان خلقہ القرآن (بخاری)۔ بس قرآن ہی آپ ﷺ کا اخلاق تھا، یعنی

''جو سر بسر ہے کلام ربی وہ میرے آقا (ﷺ) کی زندگی ہے''

مطلب یہ کہ جن کاموں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حکم دیا ہے انھیں آپ ﷺ نے کر کے دکھایا اور جن سے منع کیا گیا آپ ﷺ ہمیشہ ان سے بچ کے رہے۔ انسانی معاملات سے متعلق رسول کریم ﷺ کا عفو و درگزر اور ایثار کا مطالعہ کرتے ہوئے دل نے یہ چاہا کہ آپ ﷺ کے مکارم اخلاق، حسنِ معاملات اور کمال نفس پر مشتمل ان موتیوں کو ایک لڑی میں کیوں نہ پرو دیا جائے تا کہ ساری انسانیت یہ جان سکے کہ ''دیکھو! یہ ہیں ہمارے رسول کریم ﷺ'' جنھوں نے

Marfat.com

مفتوح ہو کر نہیں بلکہ فاتح بن کر، محکوم ہو کر نہیں بلکہ حاکم بن کر ان ہزاروں دشمنوں کو معاف کر دیا جن میں سے ہر ایک آپ ﷺ کے خون کا پیاسا رہ چکا تھا۔ جس کسی نے بھی آپ ﷺ کو دکھ دیا یا کوئی تکلیف پہنچائی جب اس کا معاملہ آپ ﷺ کے ہاتھ آیا تو اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ کیا اس سے بڑھ کر نیک دلی اور بے غرض محبت آپ کے خیال میں آسکتی ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی فائدے کی خاطر نہیں بلکہ محض دوسروں کے بھلے کی خاطر تکلیفیں اٹھائے؟ اور وہی لوگ جن کے فائدے کے لیے وہ کوشش کرے وہ جواب میں اس کو پتھر ماریں اور وہ پھر بھی ان کے لیے دعائے خیر کرے۔ انسان تو کیا فرشتے بھی اس کی نیکی پر قربان جائیں۔

کمال خلاق ذات اُس کی، جمال ہستی حیات اُس کی
بشر نہیں عظمت بشر ہے، میرا پیمبر عظیم تر ہے

جناب استاد محترم پروفیسر ظفر حجازی کو اللہ تعالیٰ اپنے وجہ کریم کے دیدار سے نوازے پتا نہیں ان کے دل میں یہ خیال کب اور کیسے پیدا ہوا کہ مجھ جیسے کم علم پر بذریعہ خط اور ٹیلی فون زور دیا کہ میں سیرتؐ پر کام کروں لیکن میں اکثر سوچتا تھا کہ جب تک میں رسول کریم ﷺ کی تعلیمات پر پہلے خود مکمل طور پر عمل پیرا نہیں ہو جاتا مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میں اس وقت تک سیرتؐ کے موضوع پر کوئی بات کروں۔ جب بھی شروع کرنا چاہا ہمیشہ میرے اعمال آڑے آجاتے اور پکار پکار کر تنبیہ کرتے وہ کیوں کہتے ہو جو خود کرتے نہیں۔ اسی کش مکش میں زندگی کی کئی شامیں گزر گئیں۔ ایک دن اپنے دل کا حال جناب پروفیسر حبیب الرحمن عاصم

Marfat.com

کو جاننا یا۔اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے استاد محترم کو جنھوں نے میرے ذہن کے بند دریچوں کو حدیث پاک ہی کی کنجی سے نہ صرف کھولا بلکہ حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ جستجو کی راہوں کا راہی بنا دیا۔وہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے ہدایت کو بارش اور انسان کو زمین کی مثال دی مجھے سنائی،اس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ زمین کی ایک قسم وہ ہے جس پر جب بارش برستی ہے تو وہ نہ صرف بارش کے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے بلکہ اس سے نکلنے والے پھولوں اور پھلوں سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق بھی فائدہ اٹھاتی ہے۔دوسری قسم سطح مرتفع طرز کی وہ زمین ہے جو بارش کے پانی کو جذب کرنے کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے خود تو کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھا پاتی مگر اس سے نکلنے والے پھولوں اور پھلوں سے دوسرے ضرور فائدہ اٹھاتے ہیں اور تیسری زمین کی وہ قسم ہے جس کے اندر بارش کے پانی کو جذب کرنے کی خود کوئی صلاحیت موجود ہوتی ہے اور نہ اس سے کسی دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے (متفق علیہ)۔یعنی پہلی زمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو خود بھی نیک کام کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی نیکی کا کام کرنے کی تبلیغ کرتے ہیں۔دوسری قسم کی زمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو خود تو اتنے با عمل نہیں ہوتے لیکن ان کی کہی ہوئی باتوں سے بہت سے لوگ راہ راست پا لیتے ہیں اور آخری زمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو خود نیک اعمال کرتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کو نیکی کی دعوت دیتے ہیں۔اس کے بعد استاد محترم نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے پہلی دو اقسام کو پسند فرماتے ہوئے ان کی تعریف کی جب کہ سب سے آخر والی کو بُری زمین قرار دیا۔

جب میں نے دیکھا کہ پروفیسر ظفر حجازی صاحب کی ترغیب اپنی آخری حدوں کو چُھو رہی ہے تو ان ہی کے اصرارِ مسلسل پر سوچا کہ کیا بعید میرا سبوح وقدوس ربّ کریم

Marfat.com

اسی کام کے ذریعے میری بخشش کے لیے ایسے اسباب پیدا کرنا چاہتا ہے جس سے پہلی قسم کی زمین ہی میرا مقدر کردے۔ چناں چہ پہلے مرحلے پر سیرتؐ کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ایک کے بعد دوسری سیرتؐ کی کتاب کا مطالعہ کرتا گیا۔ شوق بڑھتا ہی چلا گیا۔ دعویٰ محبت تو نہیں کرتا لیکن بہت دور اپنے دل کے کسی کونے میں بے مایہ ہی سہی مگر پھر بھی اپنے غنی العالمین ربّ کریم اور اپنے محسن رسول کریم ﷺ سے محبت سی محسوس ہونے لگ گئی۔

عطا کیا مجھ کو دردِ اُلفت، کہاں تھی یہ پُر خطا کی قسمت

میں اِس کرم کے کہاں تھا قابل، حضور کی بندہ پروری ہے

میں بغیر کسی لگی لپٹی کے یہ کہتا ہوں اگر آپ رسول کریم ﷺ سے محبت کرنا چاہتے ہیں تو ان کی زندگی کو پڑھا کریں، سنا کریں۔ جو کوئی ایسا کرے گا یقیناً ایک دن ضرور ایسا آئے گا جب دل کے ویرانے میں رسول کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے محبت کا ایک دیا جل اٹھے گا جو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جانے کا سبب بنے گا۔ اِن شاءاللہ

غمِ عشقِ نبی سے ہو گا جب معمور دل تیرا

تیرے ظلمت کدے میں بھی ستارے جگمگائیں گے

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے مجھے تیسری قسم کی زمین سے نکالا اور دوسری حالت میں لے آیا اور اب دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ناموں کے صدقے اپنے رسول کریم سیّدنا محمد ﷺ کی پیروی کو جذب کرنے کی توفیق بھی عطا فرما دے تاکہ مجھے بھی آپ ﷺ کے انوارِ مبارکہ کا کچھ حصہ نصیب

11/772

Marfat.com

ہو جائے اور میں تاریکیوں میں بھٹک کر ہلاک ہونے کے بجائے رسول کریم ﷺ کے ایک امتی کی حیثیت سے آپ ﷺ کی روشن شاہراہ پر چلتا ہوا زندگی گزاروں اور اسی راہ میں میری موت بھی آئے اور پھر رسول کریم ﷺ کی شفاعت کی برکت سے اللہ تعالیٰ میرے اور میرے والدین کے گناہوں پر قلم عفو پھیر دے۔

عمل کی میرے اساس کیا ہے، بجز ندامت کے پاس کیا ہے
رہے سلامت تمھاری نسبت ، میرا تو اِک آسرا یہی ہے

جناب پروفیسر ظفر حجازی اور محمد خان منہاس کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جنھوں نے رسول کریم ﷺ کی سیرت پر مشتمل کئی مستند کتابیں میری میز پر پہنچا دیں۔ سیرتؐ کے موتیوں کو چننے میں جس علمی خزانے سے زیادہ استفادہ کیا گیا ہے، ان کا ذکر مآخذ میں بالترتیب درج ہے اللہ تعالیٰ ان سب مصنفین پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔آمین

میں تہہ دل سے پروفیسر ظفر حجازی، ڈاکٹر حبیب الرحمٰن عاصم، محمد خان منہاس، پروفیسر حسین احمد ملک، خلیل الرحمٰن چشتی، محمد زمرد چوہدری، محمد سفیر الاسلام، پروفیسر فیض (مرحوم)، خرم سلیم، حافظ شیخ احمد حسن اور پروفیسر قمر الحسن کا ممنون ہوں اور ساتھ ہی اپنے اساتذہ، دوست احباب، بھائیوں، بہنوں، اعزہ و اقارب، آبا و اجداد بالخصوص والدین کا جن کی دعائیں ہمیشہ میرے لیے اندھیروں میں روشنی کا سامان رہیں۔ اللہ ان سب پر اپنی رحمت فرمائے۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! ان سب احباب کو محض اپنے فضل و کرم سے اپنے مغفور اور خالص بندوں میں شامل کر لے تا کہ روز محشر

Marfat.com

رسول کریم ﷺ مسکراتے ہوئے ان سب کا حوضِ کوثر پر استقبال کریں۔ آمین

اللہ رب العزت کا بہت شکر اور احسان ہے کہ اس کتاب کے مسودے کی تکمیل رسول کریم ﷺ کی پیدائش کے روز ۹ ربیع الاوّل ۱۴۳۳ ہجری اپنی تکمیل کو پہنچی اور اشاعت اوّل کا کام چار ماہ بعد جون ۲۰۱۲ء میں مکمل ہوا۔ سیرت رسول کریم ﷺ کو دوست احباب میں اس قدر پذیرائی حاصل ہوئی کہ پانچ ماہ کے مختصر عرصے میں پہلے ایڈیشن کے تمام نسخے ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر شاہد احمد راجپوت نے ایک ہزار نسخوں کی طباعت کا بیڑہ اٹھایا۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء

آخر میں تمام احباب بالخصوص پروفیسر جاوید اقبال راجا، قاری ارشاد اعظم، مظہر قیوم اعوان اور سید ابرار گردیزی کا خصوصی شکریہ جنھوں نے رسول کریم ﷺ سے اُپنی مخلصانہ وابستگی کی بنا پر اس کتاب کے دوسرے اڈیشن کی حسنِ طباعت میں اپنی محبت وعقیدت کا رنگ بھرتے ہوئے میرے ساتھ تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو دنیا و آخرت میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کے ذریعے مسلمانوں کو ایسا نفع پہنچائے کہ نہ صرف ان کی موجودہ خستہ حالی بہتری میں تبدیل ہو جائے بلکہ اس کتاب کو ہم سب کے لیے اخروی فلاح ونجات کا ذریعہ بھی بنا دے۔ آمین

ساری حمد میرے اللہ رب العالمین کے لیے اور سارے درود و سلام میرے رسول کریم سیدنا محمد ﷺ پر۔ آمین یا ربّ العالمین!

رحمت الٰہی

بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد

اسلام آباد، پاکستان

Marfat.com

باب اوّل

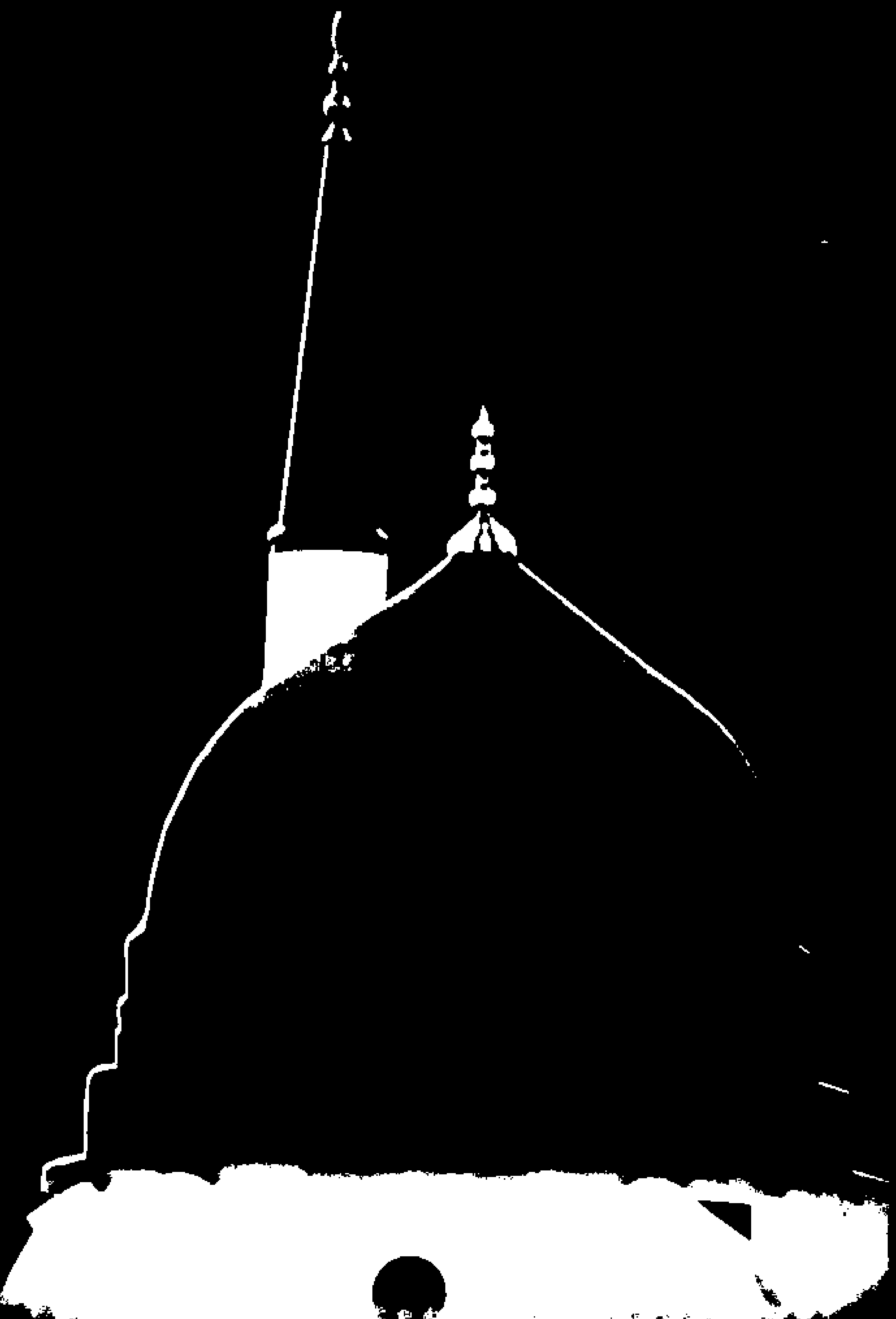

بچپن سے نبوت تک

Marfat.com

Marfat.com

ولادت باسعادت

مکہ میں شعب بنی ہاشم کے اندر ۹ ربیع الاوّل، عام الفیل، پیر کے روز، ۲۰ یا ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو صبح صادق کے وقت ایمان وصداقت کا سورج طلوع ہوا (ایک روایت کے مطابق یکم جیٹھ، ۱۲ ربیع الاوّل)۔ اس وقت نوشیرواں کی تخت نشینی کا ۴۰واں سال، عیسائیوں کے ایسٹر کا ۲۳واں دن اور یہودیوں کی عید الفصح کا ۲۵واں دن تھا۔ (رحمۃ للعالمینؐ وسیرت النبیﷺ)

ربیع کہتے ہیں بہار کو اور بہار کی بارش کو، خاص طور پر مارچ اور اپریل میں آنے والا ربیع الاوّل جس طرح دنیا کی بہار ہے جس میں ہوائیں ٹھنڈی چلنے سے موسم خوش گوار ہوتا ہے۔ اب اسی طرح دین میں بھی بہار آرہی ہے جس سے محبت کی ہوا چلے گی، نفرت کی دھوپ چھٹے گی اور انسان کو انسانیت کا راز ملے گا۔ جیسے ربیع کی بارشوں سے جہاں سرسبز ہوتا ہے۔ اب ربّ العزت کا محبوب آرہا ہے جس کی آمد سے ساری کائنات میں ایمان کا باغ سرسبز ہوگا۔ ادھر ایک سورج نکلا زمین کے لیے، ادھر ایک سورج طلوع ہوا دلوں کو چمکانے کے لیے، دلوں کا اندھیرا دور کرنے کے لیے، انسان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لانے کے لیے اور بندوں کو انسانوں کی بندگی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں داخل کرنے کے لیے۔ ایک طرف دنیا کی رات ڈھل رہی تھی اور دوسری طرف ظلم وجبر کی رات ختم ہونے کو آرہی تھی۔ آمد تو بہت بعد میں ہوئی لیکن اعلان پہلے ہو رہے ہیں۔ پہلی کتابیں اٹھائیں تو وہاں آمد کا اعلان ہے۔ جیسے آپ بینرز لگاتے ہیں اور لاؤڈ سپیکر کے ساتھ اعلان کرتے ہیں، مسجد کے میناروں سے اعلانات ہوتے ہیں۔ میرے ربّ القدوس نے اپنے محبوب ﷺ کی

Marfat.com

آمد کا اعلان پہلے دور سے ہی شروع کر دیا کہ ایک آنے والا آئے گا، جو میرا محبوب ہوگا، جو میرا حبیب ہوگا۔ وہ کیسا ہوگا؟ اے آسمان سن، اے زمین کان لگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی ایک شان کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ چرواہوں کو ملک دینا چاہتا ہے۔ صحراؤں کو سرسبز کرنا چاہتا ہے۔ ویرانوں کو آباد کرنا چاہتا ہے۔ ان پڑھ قوم میں ایک نبی بھیجنا چاہتا ہے۔ جس کی زبان پر کبھی دل آزاری کا بول نہ آئے گا۔ کبھی طعنہ اس کی زبان پر نہ آئے گا۔ کبھی دل خراش بول زندگی بھر نہ بولے گا۔ کبھی کسی کی پگڑی نہ اچھالے گا۔ کبھی کسی کی عزت کے درپے نہ ہوگا۔ پچھلی کتابوں میں آیا ہے کہ تواضع ایسی ہوگی کہ وہ نبی خشک لکڑیوں پر بھی چلے گا تو اس کی تواضع کی وجہ سے لکڑیوں کے کڑکڑانے کی آواز نہ آئے گی۔ ہم تو ریت پر بھی ایڑی مار کر چلتے ہیں کہ آواز آئے کہ کوئی جا رہا ہے اور وہ کائنات کی افضل ترین ہستی، بحروبر پر جن کی نبوت کے چرچے، زمین کے تخت سے لے کر عرش تک جن کی نبوت کے اعلان ہوں، وہ جب چلیں گے تو اس تواضع سے چلیں گے کہ خشک لکڑیوں پر بھی چلیں تو آواز نہ آئے۔ مسکنت ان کا لباس، حق ان کا بول، ہدایت ان کا امام، درگزر کرنا، وعدہ نبھانا اور اخلاق ان کا مزاج، معاف کرنا ان کی سرشت۔ ان کی برکت سے دلوں کے پردے اٹھیں گے۔ ہدایت ان کے ذریعے سے عام ہوگی۔ محبت ان کے ذریعے سے پھیلے گی۔ میرا نام ان کے ذریعے سے بلند ہوگا۔ لوگ مجھے بھول چکے ہوں گے وہ میری پہچان کرائیں گے۔ آپس میں دست وگریبان شیر وشکر ہو جائیں گے۔ تھوڑے زیادہ ہو جائیں گے۔ کم زور قوی ہو جائیں گے۔ ان کی برکت سے لاتعداد انسانوں کو میں جنت کا راستہ دکھاؤں گا۔ جہنم سے نجات دوں گا۔ ان کے طفیل ہمارا بھی ذکر ہو گیا کہ ان کی امت کو سب سے بہترین امت بناؤں گا جو بھلائی پھیلائیں گے اور برائی مٹائیں

Marfat.com

گے۔ ایمان وتوحید والے، تمام نبیوں کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ وہ آ گئے جس کے لیے ساری دنیا کو انتظار تھا، ساری انسانیت جن کی منتظر تھی۔

شعور لایا کتاب لایا، وہ حشر تک کا نصاب لایا
دیا بھی کامل نظام اُس نے، اور آپ ہی انقلاب لایا
وہ علم کی اور عمل کی حد بھی، ازل بھی اس کا اور ابد بھی
وہ ہر زمانے کا راہبر ہے، میرا پیمبر عظیم تر ہے

رسول کریم ﷺ کے والدین

رسول اللہ ﷺ کے باپ کا نام عبداللہ جو ''عبدیت'' سے ہے آمنہ کا مادہ ''امن'' سے ہے اور حلیمہ ''حلم'' سے ہے، جنھوں نے آپ ﷺ کو گود لیا۔ قبیلہ سعد ''سعادت'' میں پرورش پائی۔ یعنی آپ ﷺ عبدیت کے نطفہ سے بنے، امن کے پیٹ میں پروان چڑھے اور حلم کی چھاتیوں سے دودھ پیا۔ آپ ﷺ کے وجود میں عبدیت، امن، حلم، سعادت، ثواب (پہلی رضاعی والدہ حضرت ثوبیہؓ) اور شفا (دایہ) سب اکٹھے ہو گئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کو آدمؑ کے اخلاق ملے، شیثؑ کی معرفت، نوحؑ کی شجاعت، ابراہیمؑ کی دوستی، اسماعیلؑ کی قربانی، یونسؑ کی اطاعت، صالحؑ کی فصاحت، لوطؑ کی حکمت، اسحاقؑ کی رضا، یوسفؑ کا جمال، موسیٰؑ کی شدت، یوشعؑ کا جہاد، ایوبؑ کا دل، دانیالؑ کی محبت، الیاسؑ کا وقار، سلیمانؑ کی حکومت، داوٗدؑ کا لحن، یحییٰؑ کی پاک دامنی اور عیسیٰؑ کا زہد بھی ملا۔

ہر اک پیغمبر نہاں ہے اس میں، ہجوم پیغمبراں ہے اس میں
وہ جس طرف ہے خدا ادھر ہے، میرا پیمبر عظیم تر ہے

Marfat.com

اسم مبارک اور دایہ

مشہور صحابی حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف کی والدہ محترمہ شفاؓ بنت عامر آپ ﷺ کی دایہ ہیں۔ ولادت کے بعد آپ ﷺ کی والدہ محترمہ نے آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب کے پاس پوتے کی خوش خبری بھجوائی۔ وہ شاداں و فرحاں تشریف لائے اور آپ ﷺ کو خانہ کعبہ میں لے جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ کریم کا شکر ادا کیا اور آپ ﷺ کا نام محمد (ﷺ) تجویز کیا۔ یہ نام اس سے پہلے عرب میں معروف نہ تھا۔ پھر عرب دستور کے مطابق ساتویں دن ختنہ کیا (ابن ہشام)۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے۔ (تلقیح الفہوم)

پہلی رضاعی والدہ

آپ ﷺ کو اپنی والدہ کے بعد سب سے پہلے حضرت ثویبہؓ نے دودھ پلایا جو اس وقت ابولہب کی غلامی میں تھیں۔ اس وقت ان کی گود میں جو بچہ تھا اس کا نام سروحؓ تھا۔ حضرت ثویبہؓ نے آپ ﷺ سے پہلے حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب کو اور آپ ﷺ کے بعد ابوسلمہؓ بن عبد الاسد مخزومی کو بھی دودھ پلایا تھا۔ اس نسبت سے یہ تینوں اصحاب آپ ﷺ کے رضاعی بھائی بنے۔ (تلقیح الفہوم)

بنی سعد میں

اس زمانے میں عرب کے شہری باشندوں کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو شہری امراض سے دور رکھنے کے لیے دودھ پلانے والی بدوی عورتوں کے حوالے کر دیا کرتے تھے۔ یہ رواج اس غرض سے تھا کہ ان کے جسم طاقت ور اور اعصاب مضبوط ہوں اور اپنے گہوارہ ہی سے خالص اور ٹھوس عربی زبان سیکھ لیں۔ شرفائے عرب نے مدتوں اس رسم

Marfat.com

کومحفوظ رکھا۔ دستور مذکور کی بنا پر سال میں دو مرتبہ دیہات سے شہر میں عورتیں آیا کرتی تھیں اور شرفائے شہر اپنے شیر خوار بچوں کو ان کے حوالے کر دیا کرتے تھے۔ اسی دستور کے مطابق حضرت عبدالمطلب نے سیّدنا محمد ﷺ کو حضرت حلیمہؓ بنت ابو ذُوَیب کے حوالے کیا۔ یہ قبیلہ بنی سعد بن بکر کی ایک خاتون تھیں۔ ان کے شوہر کا نام حارث بن عبدالعزّیٰ اور کنیت ابو کبشہ تھی اور وہ بھی قبیلہ بنی سعد سے تعلق رکھتے تھے۔ ہوازن کا قبیلہ فصاحت و بلاغت میں مشہور تھا۔ ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سب میں فصیح تر ہوں، کیوں کہ میں قریش کے خاندان سے ہوں اور میری زبان بنی سعد کی زبان ہے۔ بنی سعد ہوازن ہی کے قبیلے کو کہتے ہیں۔

رضاعت کے دوران میں حضرت حلیمہؓ نے سیّدنا محمد ﷺ کی برکت کے ایسے ایسے مناظر دیکھے کہ سراپا حیرت رہ گئیں۔ تفصیلات ان ہی کی زبانی سنیے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت حلیمہؓ بیان کیا کرتی تھیں کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ اپنا ایک چھوٹا سا دودھ پیتا بچہ لے کر بنی سعد کی کچھ عورتوں کے قافلے میں اپنے شہر سے باہر دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں نکلیں۔ یہ قحط سالی کے دن تھے اور قحط نے کچھ باقی نہ چھوڑا تھا۔ میں اپنی ایک سفید گدھی پر سوار تھی اور ہمارے پاس ایک اونٹنی بھی تھی، لیکن واللہ اس سے ایک قطرہ دودھ نہ نکلتا تھا۔ ادھر بھوک سے بچہ اس قدر بلکتا تھا کہ ہم رات بھر سو نہیں سکتے تھے۔ نہ میرے سینے میں بچے کے لیے کچھ تھا اور نہ اونٹنی اس کی خوراک دے سکتی تھی۔ بس ہم بارش اور خوش حالی کی آس لگائے بیٹھے تھے۔ میں اپنی گدھی پر سوار ہو کر چلی تو وہ کم زوری اور دبلے پن کے سبب اتنی سست رفتار نکلی کہ پورا قافلہ تنگ آ گیا۔ خیر ہم کسی نہ کسی طرح دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ پہنچ

Marfat.com

گئے۔ پھر ہم میں سے کوئی عورت ایسی نہیں تھی جس پر آپ (ﷺ) کو پیش نہ کیا گیا ہو مگر جب اسے بتایا جاتا کہ آپ (ﷺ) یتیم ہیں تو وہ آپ (ﷺ) کو لینے سے انکار کر دیتی۔ عورتوں نے کہا کیوں دودھ پلائیں، پیسے کون دے گا؟ کیوں کہ ہم بچے کے والد سے عطا و بخشش کی اُمید رکھتے تھے۔ بھلا یتیم کی بیوہ ماں اور اس کے دادا کیا دے سکتے ہیں؟ بس یہی وجہ تھی کہ کوئی آپ (ﷺ) کو لینا نہیں چاہتا تھا۔ ادھر جتنی عورتیں میرے ہم راہ آئی تھیں سب کو کوئی نہ کوئی بچہ مل گیا تھا، صرف مجھ ہی کو نہ مل سکا۔ جب واپسی کی باری آئی تو میں نے اپنے شوہر سے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میری ساری سہیلیاں تو بچے لے کر جائیں اور تنہا میں کوئی بچہ لیے بغیر واپس جاؤں۔ میں جا کر اسی یتیم بچے کو لے لیتی ہوں۔ شوہر نے کہا کہ کوئی حرج نہیں! ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسی میں ہمارے لیے برکت دے۔ اس کے بعد میں نے جا کر محض اس بنا پر بچہ لے لیا کہ کوئی اور بچہ نہ مل سکا تھا۔

حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں کہ میں بچے کو لے کر اپنے ڈیرے پر واپس آئی اور جب میں نے آپ (ﷺ) کو اپنی گود میں لیا تو میری چھاتیوں میں آپ (ﷺ) کے لیے خوب دودھ اترا۔ یہاں تک کہ آپ (ﷺ) نے پیٹ بھر کر پیا۔ چھاتیوں میں دودھ اتنا تھا کہ ان کے ساتھ ان کے بھائی نے بھی شکم سیر ہو کر پیا۔ پھر دونوں سو گئے حال آں کہ اس سے پہلے ہم اپنے بچے کے ساتھ سو نہیں سکتے تھے۔ ادھر میرے شوہر بوڑھی اونٹنی دوہنے گئے تو دیکھا کہ اس کے تھن دودھ سے لبریز ہیں۔ انھوں نے اتنا دودھ دوہا کہ ہم دونوں نے نہایت آسودہ ہو کر پیا اور بڑے آرام سے رات گزاری۔ ان کا بیان ہے کہ صبح ہوئی تو میرے شوہر نے کہا حلیمہ مبارک ہو! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم نے کسی مبارک ہستی کو گود لیا ہے۔ میں نے کہا: مجھے بھی یہی توقع ہے۔

Marfat.com

حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں کہ اس کے بعد ہمارا قافلہ روانہ ہوا۔ میں اپنی اسی خستہ حال گدھی پر سوار ہوئی اور اس بچے کو بھی اپنے ساتھ لیا لیکن اللہ کی قسم! اب وہی گدھی پورے قافلے کو پیچھے چھوڑ کر اس طرح آگے نکل گئی کہ کوئی گدھا اس کا ساتھ نہ پکڑ سکا، یہاں تک کہ میری سہیلیاں مجھ سے کہنے لگیں: او! ابوذ ویب کی بیٹی! ارے یہ کیا ہے؟ ذرا ہم پر مہربانی کر، ہماری خاطر ذرا درمیانی چال چل۔ کیا یہ تیری وہی گدھی نہیں جس پر تو اپنے گھر سے نکلی تھی؟ میں کہتی: ہاں ہاں! واللہ یہ وہی ہے۔ وہ کہتیں لیکن اب تو اس کی حالت ہی کچھ اور ہے، یہ بالکل بدلی ہوئی ہے۔ انھیں کیا خبر کہ سواری تو نہیں سوار بدل گیا ہے۔ اب وہی گدھی بھاگ رہی ہے۔ وہ کہتیں، اس کا یقیناً کوئی خاص معاملہ ہے۔ اس کے بعد ہم بنی سعد کے علاقے میں اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔ اور میں اس روئے زمین پر کسی ایسے علاقے کو نہیں جانتی ہوں جو اس سے زیادہ قحط زدہ اور تباہ حال ہو۔ لیکن جب میں آپ (ﷺ) کو لے کر وہاں گئی تو حالت یہ ہو گئی تھی کہ جب شام کو میری بکریاں چراگاہ سے واپس آتیں تو دودھ سے لبالب بھری ہوتیں۔ ہم ان کا دودھ دوہتے اور خوب پیتے۔ جب کہ دوسرے لوگوں کا یہ حال تھا کہ کسی کی بکری میں ایک قطرہ بھی دودھ کا نہ ہوتا اور وہ بالکل سوکھے تھنوں کے ساتھ واپس آتیں۔ جو لوگ ہمارے قریب رہتے تھے وہ بکریاں چرانے والوں کو ڈانٹتے اور کہتے کہ تم بھی اپنی بکریاں اس جگہ چرنے کے لیے چھوڑو، جہاں ابوذ ویب کی بیٹی کا چرواہا اپنی بکریاں چھوڑتا ہے۔ وہ ایسا ہی کرتے لیکن ان کی بکریاں پھر بھی سوکھے تھنوں کے ساتھ بھوکی ہی لوٹتیں۔ ان کے تھنوں سے ایک قطرہ دودھ نہ نکلتا جب کہ میری بکریاں بھرے ہوئے تھنوں کے ساتھ آتیں اور خوب دودھ دیتیں۔ اس طرح ہم اللہ کی طرف سے مسلسل اضافے اور خیر کا مشاہدہ کرتے رہے۔ (ابن اسحاق)

Marfat.com

جوں ہی سیّدنا محمد (ﷺ) نے حضرت حلیمہؓ کے گھر میں قدم رکھا، اللہ نے ان کی تقدیر بدل دی۔ ان کی زندگی میں پہلا موقع آیا کہ انھوں نے خوش حالی کا منہ دیکھا گویا رسول اللہ ﷺ کے صدقے، اللہ نے حلیمہؓ اور اس کے سارے گھرانے کو آسودہ حال بنا دیا اور اسے وہ کچھ دیا جس سے وہ تہی دست تھے۔ اس کا اظہار حضرت حلیمہؓ کی گود سے شروع ہوا۔ وہ ایک قحط زدہ، غریب اور نادار عورت تھی جس کی چھاتیوں میں اپنے سگے بیٹے عبداللہؓ کو سیراب کرنے کے لیے بھی دودھ نہیں تھا مگر جوں ہی اس نے آپ (ﷺ) کو گود لیا تو دودھ کے چشمے ابل پڑے اور اس کا اپنا بیٹا بھی چین کی نیند سونے لگا۔ مریل اور سوکھی اونٹنی پر بھی جوبن آ گیا جو چلنے اور قافلے کی اونٹنیوں کا ساتھ دینے سے عاجز تھی وہ اچانک توانا اور تیز رفتار ہو گئی اور تمام اونٹنیوں سے آگے نکل گئی۔ اس کے تھن بھی دودھ سے لبریز ہو گئے اور وہ پورے گھرانے کی ضرورت پوری کرنے لگی، حال آں کہ پہلے چند قطرے دودھ دیتی تھی اور سب گھر والے بھوکے رہتے تھے۔ اسی طرح بنو سعد اور حلیمہؓ کی جو کھیتیاں سوکھ گئی تھیں، دوبارہ ہری بھری ہو گئیں۔

کم عمر منصفؐ

پہلے ہی روز جب حلیمہؓ نے آپ ﷺ کو گود میں لیا تو آپ ﷺ نے صرف دائیں طرف کا دودھ نوش فرمایا، پھر حلیمہؓ سر توڑ کوشش کرتی رہیں کہ دوسری طرف کا دودھ بھی پی لیں مگر آپ ﷺ نے دوسری طرف یعنی بائیں پستان کو منہ بھی نہ لگایا اور یہی معمول پورے زمانہ رضاعت میں قائم رکھا۔ جس کا بعد میں انھیں احساس ہوا کہ آپ ﷺ دوسرے بھائی عبداللہؓ کے لیے دوسرا حصہ چھوڑتے ہیں اور اس کے حق میں تصرف پسند نہیں فرماتے۔ ایک شیر خوار بچے کو جسے اپنا ہوش نہیں ہوتا کوئی بھی چیز

Marfat.com

اس کے منہ میں دی جائے تو وہ اسے چوسنا شروع کر دیتا ہے اور جب دودھ نہ نکلے تو رونے لگ جاتا ہے، اس عمر میں شعور اور عدل و انصاف کا مظاہرہ کرنا اور اسے معمول بنا لینا یقیناً معجزہ ہی ہوسکتا ہے اور ایک نبی کے سوا ایسے بے نظیر عدل کا حامل کوئی اور ہو بھی نہیں سکتا۔ حلیمہؓ کے اڑوس پڑوس کو بھی احساس ہو گیا کہ حلیمہؓ جو بچہ لائی ہے، وہ بڑی برکتوں والا ہے، جو اس پارس کو چھو جائے وہ بھی سونا بن جاتا ہے۔ (سیرت الرسولؐ)

حلیمہ سعدیہؓ نے آپ ﷺ کی دو سال تک خوب دل و جان سے خدمت کی، دودھ پلایا، محبت اور پیار سے پالا، ماں کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دو سال پورے ہو گئے اور دودھ پینے کی مدت ختم ہو گئی۔ حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ یہ بچہ دوسرے بچوں کے مقابلے میں اس طرح بڑھ رہا تھا کہ دو سال پورے ہوتے ہوتے آپ ﷺ خوب تن درست اور توانا ہو گئے۔ اس کے بعد ہم آپ ﷺ کو لے کر آپ ﷺ کی والدہ کے پاس آئے۔ چوں کہ اس عرصے میں ہم آپ ﷺ کی فیوض و برکات دیکھ چکے تھے۔ اس لیے ہماری خواہش تھی کہ آپ ﷺ کو کچھ عرصہ مزید اپنے پاس رکھیں۔ میں نے اس سلسلے میں آپ ﷺ کی والدہ سے بات کی اور ان سے کہا کہ مکہ میں آج کل وبا پھیلی ہوئی ہے اور مجھے بچے کے بارے میں اس وبا سے ڈر لگتا ہے۔ اس لیے اگر آپ اس کو کچھ عرصہ مزید میرے پاس چھوڑ دیں تو یہ میرے خیال میں اس کے لیے بہتر ہوگا کہ اس طرح خوب تن درست و توانا ہو جائے گا۔ میں نے اس بات پر اتنا اصرار کیا کہ آخر کار آپ ﷺ کی والدہ اس بات پر راضی ہو گئیں اور انھوں نے آپ ﷺ کو دوبارہ میرے حوالے کر دیا اور ہم آپ ﷺ کو لے کر واپس گھر آ گئے۔ (ابن ہشام)

Marfat.com

حضرت حلیمہؓ کے ساتھ رسول کریم ﷺ کو بھی بے انتہا محبت تھی۔ عہد نبوت سے پہلے وہ جب بھی آپ ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ﷺ ''میری ماں'' کہہ کر اُن سے لپٹ جاتے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک بار حلیمہؓ رسول کریم ﷺ کے پاس تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے ان کا تعارف کرایا۔ حضرت خدیجہؓ بہت خوش ہوئیں، قدر افزائی کے لیے چالیس بکریاں عطا فرمائیں اور واپسی کے لیے ایک تیار اونٹ بھی دیا۔ (ابن سعد)

ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت حلیمہؓ آپ ﷺ کی نبوت سے پہلے وفات پا گئیں لیکن، ابن ابی خثیمہ نے ''تاریخ'' میں، ابن جوزیؒ نے ''حدا'' میں، منذری نے ''مختصر سنن ابی داوٗد'' میں اور ابن حجر نے ''اصابہ'' میں ان کے اسلام لانے کی تصریح کی ہے۔ حضرت حلیمہؓ کے شوہر حارثؓ یعنی آپ (ﷺ) کے رضاعی باپ، آپ ﷺ کی بعثت کے بعد جب مکہ تشریف لائے تو قریش نے کہا: کچھ سنا ہے کہ تمھارا بیٹا کہتا ہے کہ لوگ مر کر پھر زندہ ہوں گے۔ انھوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ بیٹا یہ کیا کہتے ہو؟ آپ ﷺ نے نہایت زوردار لہجے میں فرمایا: ہاں جب وہ دن آئے گا تو میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر بتا دوں گا کہ جو کچھ میں کہتا تھا سچ تھا۔ ان پر اس کا یہ اثر ہوا کہ فوراً مسلمان ہو گئے اور پھر اکثر وہ کہا کرتے تھے کہ اگر میرا بیٹا ہاتھ پکڑے گا تو جنت میں پہنچا کر ہی چھوڑے گا۔

رضاعی بہن بھائی

حضرت حلیمہؓ کی نسبت سے آپ ﷺ کے چار رضاعی بھائی بہن تھے، جن کے نام یہ ہیں: عبداللہ، انیسہ، حذیفہ اور حذافہ جو شیما کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان کو رسول کریم ﷺ سے بہت انس تھا، یہی آپ ﷺ کو کھلایا کرتی تھیں، ان میں سے عبداللہؓ

Marfat.com

اور شیماؓ کا اسلام لانا ثابت ہے، باقیوں کا حال معلوم نہیں۔ (ابن اسحاق)

واقعہ شق صدر

رسول کریم ﷺ مدت رضاعت ختم ہونے کے بعد بھی بنو سعد ہی میں رہے یہاں تک ولادت کے چوتھے یا پانچویں سال شق صدر (سینہ مبارک چاک کیے جانے) کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل حضرت انسؓ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبریلؑ تشریف لائے۔ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت جبریلؑ نے آپ ﷺ کو پکڑ کر لٹایا اور سینہ چاک کر کے دل نکالا، پھر دل سے ایک لوتھڑا نکال کر فرمایا: یہ تم سے شیطان کا حصہ ہے، پھر دل کو ایک طشت میں زم زم کے پانی سے دھویا اور پھر اسے جوڑ کر اس کی جگہ لوٹا دیا۔ ادھر بچے دوڑ کر آپ ﷺ کی ماں یعنی حضرت حلیمہؓ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: محمد (ﷺ) قتل کر دیا گیا۔ ان کے گھر کے لوگ جھٹ پٹ پہنچے، دیکھا تو آپ ﷺ کا رنگ اترا ہوا تھا۔ (ابن ہشام)

ماں کی آغوشِ محبت میں

اس واقعے کے بعد حضرت حلیمہؓ کو خطرہ محسوس ہوا۔ چناں چہ حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ میرے شوہر نے مجھ سے کہا کہ حلیمہؓ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں اس لڑکے پر کوئی اثر وغیرہ نہ ہو گیا ہو۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ ایسی کسی بات کے ظاہر ہونے سے پہلے اس کو اس کے گھر پہنچا دیں۔ چناں چہ ہم آپ ﷺ کو لے کر آپ ﷺ کی والدہ کے پاس آ گئے۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ اے حلیمہؓ! تم تو اس بات کی بہت خواہش مند تھیں کہ اس کو اپنے پاس رکھو تو پھر ابھی سے واپس کیوں لے آئیں؟

Marfat.com

میں نے جواب دیا کہ اب اللہ تعالیٰ نے اس کو سمجھ اور شعور کی عمر تک پہنچا دیا ہے اور اس سلسلے میں میرے فرائض مکمل ہو گئے ہیں۔ یوں انھوں نے آپ ﷺ کو اپنی ماں کے حوالے کر دیا۔ چناں چہ آپ ﷺ چھے سال کی عمر تک والدہ ہی کی آغوشِ محبت میں رہے۔ (تلقیح الفہوم)

والدین کا انتقال

حضرت عبداللہؓ اور حضرت آمنہؓ کی شادی کے چند ماہ بعد اور آپ ﷺ کی پیدائش سے دو ماہ پہلے حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو کھجور لانے کے لیے یثرب (مدینے کا پرانا نام) بھیجا۔ جب حضرت عبداللہؓ مدینے پہنچے تو انھیں بیماری نے آلیا اور انتقال فرما گئے (ابن ہشام)۔ جب آپ ﷺ کی عمر چھے برس کی ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ محترمہ کا ارادہ ہوا کہ ایک تو وہ اپنے شوہر کی یاد وفا میں یثرب جا کر ان کی قبر کی زیارت کر آئیں جو وہاں مدفون ہیں اور دوسرا آپ ﷺ کو اپنے ماموؤں سے ملوائیں۔ ابن ہشام کا قول ہے کہ عبدالمطلب بن ہاشم کی والدہ سلمٰی بنت عمرو بنو نجار سے تعلق رکھتی تھیں اور ابن اسحاق نے بنو نجار کو اسی رشتے سے رسول کریم ﷺ کا ننھیال قرار دیا ہے۔ خیر حضرت آمنہؓ اپنے یتیم بچے سیّدنا محمد (ﷺ) اپنی خادمہ ام ایمنؓ (اور بعض روایات میں ان کے سرپرست عبدالمطلب بھی ساتھ تھے) کو ساتھ لے کر کوئی پانچ سو میل کی مسافت طے کر کے مدینے پہنچ گئیں جو اس وقت صرف یثرب تھا۔ وہاں پہنچ کر دار النابغہ میں قیام کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی والدہ کے ہم راہ اپنے والد حضرت عبداللہؓ کی قبر کی زیارت کی اور جو رشتہ دار یہاں آباد تھے سب کو دیکھا۔ حضرت آمنہؓ وہاں ایک ماہ تک قیام کر کے واپس ہوئیں لیکن ابھی ابتدائے راہ میں تھیں کہ بیماری نے آلیا۔ پھر یہ بیماری

Marfat.com

شدت اختیار کرتی گئی۔ ابوا کے مقام پر حضرت آمنہؓ کی تکلیف بڑھ گئی۔ سانس اکھڑنے لگا۔ امام ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ ام سما بنت ابی رہم اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ وہ حضرت آمنہؓ کی وفات کے وقت ان کے پاس تھیں، وہ بیان کرتی ہیں، میں نے دیکھا کہ محمد (ﷺ) معصومیت کے ساتھ اپنی والدہ کی وفات کے وقت ان کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ حضرت آمنہؓ نے آخری وقت بڑی حسرت کے ساتھ ان کے چہرۂ اقدس پر پیار بھری نگاہ ڈالی، یہ شعر کہے اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ (خصائص کبریٰ)

"ہر زندہ کو موت آئے گی ہر نیا پرانا ہوگا اور ہر بڑا فنا ہوگا اب میں تو
مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر دنیا میں باقی رہے گا کیوں کہ میں ایک سراپا
طہارت (یعنی اپنا لخت جگر محمد ﷺ) چھوڑ کے جا رہی ہوں۔"

بچے کے ذہن میں اتنا نہیں ہے کہ کیا ہو رہا ہے لیکن جب حضرت آمنہؓ کی گردن ڈھلک گئی تو آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے اپنی ماں سے لپٹ گئے۔

اماں......اماں...... اماں آپ بولتی کیوں نہیں ہیں؟

ذرا تصور تو کریں، کیسے رسول کریم ﷺ اپنی ماں کے سرہانے بیٹھے انھیں دیکھ رہے ہوں گے؟ کیسے ان کی آنکھوں سے موٹے موٹے خاموش آنسو نکلے ہوں گے؟ مدینے ہی میں موت آجاتی تو کوئی نانا یا ماموں سنبھال لیتا۔ یا مکہ میں موت آتی تو، چچا موجود تھے۔ جنگل، بیابان معصوم بچہ ماں سے لپٹ کر رو رہا ہے۔ ہائے اماں آپ بولتی کیوں نہیں؟ خاموش سناٹا! جب معصوم بچہ ماں کے سینے پر سر رکھ کر ہچکیاں لے رہا ہوگا جس کا اس وقت ماں کے سوا کوئی مادی آسرا نہیں تھا، عجیب عالم تھا۔ زمین و آسمان بھی سوگوار تھے۔ پہاڑ اور ہوائیں بھی یقیناً رو رہی ہوں گی۔ جب

Marfat.com

دفن کر کے جانے لگے، قافلہ چلنے لگا تو پھر قبر سے لپٹ کر روتے رہے۔ ماں آپ کہاں چلی گئی؟ مجھے چھوڑ کے کہاں چلی گئی؟ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ابوا میں پہنچ کر اماں کا انتقال ہو گیا۔ (فقہ السیرہ غزالی)

آج رسول کریم ﷺ "یتیم الابوین" یعنی ماں اور باپ دونوں کی طرف سے یتیم ہو گئے۔ آپ (ﷺ) نے والد گرامی کی تو شفقت بھی نہ دیکھی تھی۔ صرف قبر ہی دیکھی تھی اور اسی سفر میں والدہ ماجدہ بھی قبر میں آرام فرما گئیں۔ کم سنی، بے آب و گیاہ صحرا اور سفر تنہائی۔ اب وہ حبشی خادمہ ام ایمنؓ اور بوڑھے دادا رسول کریم ﷺ کے ساتھی رہ گئے۔ ام ایمن آپ ﷺ کی انگلی پکڑ کر کبھی حضرت آمنہؓ کی قبر پر لاتی اور کبھی آپ ﷺ کے حسین چمکتے ہوئے رخساروں سے آنسو پونچھتی۔ آپ ﷺ حضرت ام ایمنؓ کو بھی ماں کہہ کر پکارتے کیوں کہ انھوں نے رسول کریم ﷺ کو گود کھلایا تھا۔ دادا، ام ایمنؓ اور فضا بھی سوگوار ہیں اور پھر وہی آپ ﷺ کو لے کر مکہ آئے۔

جو مدینہ سے مکہ روتے ہوئے آئے، وہ انسانیت کے لیے روئے۔ امت کے لیے بھی روئے۔ ایسے روئے کہ کوئی رو نہ سکے گا۔ ایسے تڑپے کہ کوئی ایسا تڑپ نہ سکے گا۔ جنھیں شروع سے ہی دکھوں میں ڈال دیا گیا۔ جی ہاں! جن سے کام لینا ہو ان سے قربانیاں بھی لی جاتی ہیں۔ میرے محبوب غم نہ کر تجھے تیرا اللہ ہی کافی ہے۔

حضرت آمنہؓ کی عمر وفات کے وقت بیس برس تھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ غلبہ اسلام کے بعد رسول کریم ﷺ ایک مرتبہ ایک ہزار مسلح مجاہدین کے ہم راہ ابوا کے مقام پر اپنی والدہ محترمہ کی قبر کی زیارت کے لیے تشریف لائے۔ آپ ﷺ پر وہاں رقت طاری ہو گئی اور دوسرے صحابہؓ بھی فرط جذبات سے رو پڑے۔ (مسلم)

رسول کریم ﷺ کو قیام مدینہ کی بہت سی باتیں یاد رہ گئی تھیں۔ جب عرصہ دراز کے بعد رسول کریم ﷺ یہاں تشریف لائے تو یہاں کے در و دیوار کے

Marfat.com

ساتھ بچپن کی جو یادیں وابستہ تھیں آپ ﷺ ان کا اکثر تذکرہ فرماتے تھے۔ جب آپ ﷺ ایک بار بنو عدی کے منازل پر گزرے تو فرمایا: اسی مکان میں میری والدہ ٹھیری تھیں، یہی وہ تالاب ہے جس میں میں نے تیرنا سیکھا تھا۔ اسی میدان میں میں ایک لڑکی انیسہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ (سیرت النبی ﷺ)

دادا کے سایۂ شفقت میں

بوڑھے عبدالمطلب اپنے پوتے کو لے کر مکہ پہنچے۔ ان کا دل اپنے اس یتیم پوتے کی محبت و شفقت کے جذبات سے لبریز تھا۔ کیوں کہ اب انھیں جو نیا چرکا لگا تھا اُس نے پرانے زخم (اپنے جوان بیٹے حضرت عبداللہ کی وفات) کُرید دیے تھے۔ عبدالمطلب کے جذبات میں پوتے کے لیے ایسی رقت تھی کہ ان کی اپنی صُلبی اولاد میں سے کبھی کسی کے لیے ایسی رقت نہ تھی۔ قسمت نے آپ ﷺ کو جس تنہائی کے صحرا میں لا کھڑا کیا تھا عبدالمطلب اس میں آپ ﷺ کو تنہا چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے بلکہ آپ ﷺ کو اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر چاہنے لگے اور بڑوں کی طرح ان کا احترام کرتے تھے (الرحیق المختوم)۔ حضرت آمنہؓ کی وفات کے بعد بطور خاص آپ ﷺ ہی اپنے دادا کی توجہ اور محبت کا مرکز بن گئے اور ان کی اپنی اولاد ثانوی حیثیت اختیار کر گئی۔ وہ ہمیشہ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے، اگر آپ ﷺ تھوڑی دیر کے لیے کہیں جاتے تو ان کی بے قراری اور پریشانی کی انتہا نہ رہتی۔ عبدالمطلب کے لیے خانہ کعبہ کے سایے میں فرش بچھایا جاتا تھا اور جب تک وہ خود وہاں آ کر بیٹھ نہیں جاتے تھے ان کے بیٹوں میں سے بھی کوئی اس فرش پر بیٹھنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ ان کے بیٹھ جانے کے بعد بھی ان کے بیٹے والد کے احترام کی وجہ سے فرش پر نہیں بلکہ اس کے آس پاس بیٹھتے تھے۔ لیکن رسول کریم ﷺ تشریف

Marfat.com

لاتے تو فرش ہی پر بیٹھ جاتے۔ ابھی آپ ﷺ کم عمر بچے تھے۔ آپ ﷺ کے چچا حضرات آپ ﷺ کو پکڑ کر اتار دیتے۔ لیکن جب عبدالمطلب انھیں ایسا کرتے دیکھتے تو فرماتے! میرے اس بیٹے کو چھوڑ دو واللہ! اس کی شان ہی نرالی ہے، پھر انھیں اپنے ساتھ اپنے فرش پر بٹھا لیتے۔ اپنے ہاتھ سے پیٹھ سہلاتے اور ان کی نقل وحرکت دیکھ کر خوش ہوتے۔ (ابن ہشام)

داداجان کی وفات

نازونعم، لاڈ پیار اور شفقت ومحبت کی اس مانوس فضا میں دو سال بیت گئے۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب کی عمر بیاسی سال ہو چکی تھی۔ زندگی کا کوئی بھروسا نہ تھا۔ کسی وقت بھی موت کا بلاوا آسکتا تھا۔ انھیں سب سے زیادہ سیّدنا محمد (ﷺ) کی فکر تھی۔ اس لیے انھیں ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو صحیح معنوں میں ان کی ہم درد وغم گسار اور دل وجان سے فدا ہو اور ہر حالت میں ان کی حفاظت کر سکے۔ حضرت ابوطالب چوں کہ حضرت عبداللہؓ کے سگے بھائی اور آپ ﷺ کے سگے چچا تھے لہٰذا حضرت عبدالمطلب کو اس مقصد کے لیے حضرت ابوطالب سے زیادہ موزوں کوئی شخص نظر نہ آیا۔ انھوں نے سوچا ابوطالب ہی اپنے بھائی کی اس نشانی کی پوری جگرسوزی اور جرأت وہمت کے ساتھ حفاظت کر سکتا ہے اور اس تعلق کو نبھا سکتا ہے، چناں چہ حضرت ابوطالب کو بلایا اور وصیت کی صورت میں کچھ اشعار ارشاد فرمائے جن کا مفہوم کچھ یوں ہے: ''میرے مرنے کے بعد اپنے بھتیجے کو تنہائی کا احساس نہ ہونے دینا، اپنی اولاد سے بڑھ کر شفقت دینا۔ ہر آڑے وقت میں ان کے لیے سینہ سپر ہو جانا اور ہر میدان میں ان کی مدد کرنا۔'' یہ وصیت کر کے وہ مطمئن ہو گئے، جیسے ان کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہو۔ آپ ﷺ کی عمر ابھی آٹھ (۸) سال

Marfat.com

دو مہینے دس دن کی ہوئی تھی کہ دادا عبدالمطلب کا سایہ شفقت بھی اٹھ گیا (ابن ہشام)۔ عبدالمطلب کا جنازہ اٹھا تو آپ ﷺ بھی ساتھ تھے اور فرط محبت سے روتے جاتے تھے۔ (تذکرۃ الخواص)

عبدالمطلب کا انتقال مکہ میں بیاسی برس کی عمر میں ہوا۔ آپ کی وفات واقعہ فیل کے آٹھ (۸) سال بعد ۵۷۹ء میں ہوئی اور اہل مکہ کے معروف قبرستان واقع حجون میں دفن کیے گئے جو مکہ معظمہ کی بلند سمت میں ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ آپ کی قبر اپنے دادا قصی کے پہلو میں بنائی گئی۔ اب یہ حصہ جنت المعلیٰ کے ایک علاحدہ خطے میں واقع ہے، جہاں رسول کریم ﷺ کے تمام اجداد کی قبریں ہیں۔

چچا کی کفالت

عبدالمطلب کے دس بیٹے مختلف ازواج سے تھے۔ ان میں سے آپ ﷺ کے والد عبداللہ اور ابو طالب ماں جائے بھائی تھے، اسی لیے عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو ابو طالب ہی کی آغوش تربیت میں دیا۔ ابو طالب آپ ﷺ سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ آپ ﷺ کے مقابلے میں اپنے بچوں کی پروا نہیں کرتے تھے۔ سوتے تو آپ ﷺ کو ساتھ لے کر سوتے اور باہر جاتے تو ساتھ لے کر جاتے۔ درحقیقت ابو طالب نے اپنے بھتیجے کا حق کفالت بڑی خوبی سے ادا کیا۔ آپ ﷺ کو اپنی اولاد میں نہ صرف شامل کیا بلکہ ان سے بھی بڑھ کر مانا۔ مزید اعزاز واحترام سے نوازا، چالیس سال سے زیادہ عرصے تک قوت پہنچائی۔ اپنی حمایت کا سایہ دراز رکھا اور آپ ﷺ ہی کی بنیاد پر دوستی اور دشمنی کی۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے بکریاں چرانے میں حکمت

غالباً جب آپ ﷺ کی عمر دس بارہ برس کی ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے

Marfat.com

چچا کی بکریاں چرائیں۔ رسول کریم ﷺ کی طبیعت میں بچپن ہی سے محنت اور مشقت کا شوق موجود تھا۔ آپ ﷺ میں تن آسانی کا رجحان شروع ہی سے نہیں تھا۔ آپ ﷺ حضرت حلیمہؓ کے ہاں قیام کے دوران انتہائی کم سنی میں بھی اپنے رضاعی بھائی کے ہم راہ بکریوں کا ریوڑ چرانے کے لیے تشریف لے جاتے۔ عرب میں بکریاں چرانا معیوب کام نہ تھا۔ بڑے بڑے شرفا اور امرا کے بچے بکریاں چراتے تھے اور درحقیقت یہ عالم کی گلہ بانی کا دیباچہ تھا۔ زمانہ رسالت میں آپ ﷺ اس سادہ اور پر لطف مشغلے کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ صحابہؓ کے ساتھ جنگل میں تشریف لے گئے اور صحابہؓ بیریاں توڑ توڑ کر کھانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو خوب سیاہ ہو جائے تو زیادہ مزے کی ہوتی ہیں، یہ میرا اس زمانے کا تجربہ ہے جبؑ میں بچپن میں یہاں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ (سیرت النبی ﷺ)

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے آخر قدرت نے نبوت جیسے منصب کے لیے بکریاں چرانے کے عمل کو کیوں منتخب فرمایا؟ محنت و مشقت کا کوئی اور کام بھی سونپا جاسکتا تھا۔ اس کام میں کیا حکمت تھی کہ برگزیدہ اور صاحب وقت کے ہاتھ میں چھڑی تھما دی کہ بکریوں کو ہانکتا رہے۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے جس کی اکثر علما نے نشان دہی کچھ یوں کی ہے:

بکریوں کی ایک خاص عادت ہے وہ اکٹھی رہ کر چرنا پسند نہیں کرتیں قرب و جوار میں پھیل کر بہت دور تک نکل جاتی ہیں۔ گلہ بان کے لیے انھیں یک جا رکھنا ایک مسئلہ ہوتا ہے۔ وہ کبھی ایک کے پیچھے بھاگتا ہے اور کبھی دوسری کے پیچھے۔ اتنے میں تیسری کہیں پہنچ جاتی ہے۔ وہ اسے گھیر کر لاتا ہے تو چوتھی بھاگ جاتی ہے۔ غرض چرواہے کو ہر وقت ان کے پیچھے دوڑنا پڑتا ہے اور کڑی نظر رکھنا

Marfat.com

پڑتی ہے۔اس کے علاوہ اس بھولی مخلوق کی حفاظت کا مسئلہ بھی اس کے پیش نظر ہوتا ہے۔کوئی بکری نہیں جانتی کہ ریوڑ سے بچھڑنے کی صورت میں کوئی چورا سے اٹھا کر لے جا سکتا ہے یا کوئی بھیڑیا چیر پھاڑ سکتا ہے۔ یہ ساری فکر چرواہے کو ہوتی ہے،وہ چوکس رہتا ہے کہ کسی طرف سے دشمن نہ نکل آئے۔ وہ ہر آفت اور موذی دشمن سے انھیں بچا کر رکھنا چاہتا ہے۔چوں کہ یہ ایک جان جوکھوں کا کام ہے۔اس قسم کی مسلسل تگ ودو اور دوڑ دھوپ سے چرواہے میں صبر و استقامت اور تحمل و بُردباری اور محبت و شفقت کی شان پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ان بھولی بکریوں پر ناراض ہونے کی بجائے ان کی حفاظت کا عادی ہو جاتا ہے،اسی لیے انبیا علیہم السلام کو سب سے پہلے یہ کام سونپا جاتا ہے تاکہ وہ انسانوں کی مختلف طبائع سے پریشان ہونے کے بجائے صبر و تحمل سے ان کی ہر زیادتی سہنے کے عادی ہو جائیں اور انھیں رشد و ہدایت سے بدکتا دیکھ کر ناراض ہونے کی بجائے انھیں پیار و محبت سے سمجھائیں۔نفس و شیطان کے مکر سے بچا کہ صراط مستقیم کی طرف لائیں اور ہر کام حکمت عملی اور تدبر سے کریں۔ان سے رنجیدہ ہو کر انھیں دھتکار نہ دیں بلکہ دامن کرم بچھائے رکھیں تاکہ وہ جب چاہیں ان کی محبت کے ٹھنڈے اور گھنے سائے تلے آجائیں۔منصب نبوت کی عظمت و رفعت کے پیش نظر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو گلہ بانی کا کام اس لیے بھی سونپا جاتا ہے کہ وہ امت کو بتا دیں: انسان خواہ کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو اسے متواضع ہی رہنا چاہیے اسی میں اس کی بڑائی اور شان ہے۔(فتح الباری)

حضرت خدیجہؓ سے شادی

حضرت خدیجہؓ معزز خاندان کی ایک مال دار خاتون تھیں جو مضاربت کے

Marfat.com

اصول پر لوگوں کو اپنا مال تجارت کے لیے دیتی تھیں۔ چوں کہ پورا قبیلہ قریش ہی تاجر پیشہ تھا، چناں چہ جب حضرت خدیجہؓ کو آپ ﷺ کی امانت اور اخلاق کا علم ہوا تو آپ ﷺ کو پیش کش کی کہ آپ ﷺ ان کا مال تجارت کے لیے لے جائیں۔ آپ ﷺ نے یہ پیش کش قبول کر لی اور ان کا مال لے کر ان کے غلام کے ساتھ ملک شام تشریف لے گئے۔ واپسی پر حضرت خدیجہؓ نے اپنے مال میں ایسی برکت دیکھی جو اس سے پہلے کبھی نہ پائی تھی۔ ساتھ ہی ان کے غلام میسرہ نے آپ ﷺ کے بلند کردار، راست گوئی اور شیریں اخلاق کے متعلق اپنے مشاہدات بیان کیے تو حضرت خدیجہؓ از خود آپ ﷺ سے نکاح کے لیے تیار ہوئیں۔ یہ وہی خاتون ہیں جنھوں نے اس سے پہلے کئی رؤسائے قریش کے پیغامِ نکاح کو رد کر دیا تھا، آپ ﷺ کی راست بازی اور دیانت وامانت سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ اپنی سہیلی نفیسہ بنت منبہ کے ذریعے آپ ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیج دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں سے اس معاملے میں بات کی اور آگے انھوں نے حضرت خدیجہؓ سے بات کی اور شادی کا پیغام دیا۔ ملک شام سے واپسی کے دو ماہ بعد شادی ہو گئی۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال اور آپ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔ حضرت خدیجہؓ پہلی خاتون تھیں جن سے آپ ﷺ نے شادی کی اور ان کی وفات تک کسی دوسری خاتون سے شادی نہیں کی۔

آپ ﷺ کے لختِ جگر ابراہیمؓ کے علاوہ آپ ﷺ کی ساری اولاد ان ہی کے بطن سے تھی۔ سب سے پہلے قاسمؓ پیدا ہوئے، پھر زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ، فاطمہؓ اور عبداللہؓ جن کا لقب طیب اور طاہر بھی تھا، پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کے سب بیٹے بچپن ہی میں انتقال کر گئے البتہ بچیوں میں سے ہر ایک نے اسلام کا زمانہ پایا، مسلمان ہوئیں اور ہجرت کے شرف سے مشرف ہوئیں۔ آپ ﷺ کی ساری اولاد آپ ﷺ کی زندگی ہی میں وفات پا گئی، سوائے حضرت فاطمہؓ کے اور وہ بھی آپ ﷺ کے وصال کے چھے ماہ بعد انتقال کر گئیں۔ (ابن ہشام)

Marfat.com

کعبہ کی تعمیر اور حجرِ اسود کے تنازع کا فیصلہ

حضرت اسماعیلؑ کے زمانے ہی سے کعبہ صرف انسانی قد سے کچھ اونچی چار دیواری کی شکل میں تھا۔ اس کی بلندی نو (۹) ہاتھ تھی اور اس پر چھت نہ تھی۔ اس کیفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ چوروں نے اس کے اندر رکھا ہوا خزانہ چرالیا۔ اس کے علاوہ اس کی تعمیر پر ایک طویل زمانہ گزر چکا تھا۔ عمارت خستگی کا شکار ہو چکی تھی اور دیواریں پھٹ گئی تھیں۔ چوں کہ عمارت نشیب میں تھی، بارش کے زمانے میں شہر کا پانی حرم میں آتا تھا، اس کی روک تھام کے لیے بالائی حصے پر کئی مرتبہ بند بنوایا گیا لیکن وہ ہر بار ٹوٹ جاتا جس سے عمارت کو بار بار نقصان پہنچتا تھا۔ آپ ﷺ کی عمر کا پینتیسواں (۳۵) سال تھا کہ قریش نے نئے سرے سے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ وجہ یہ تھی اسی سال ایک زوردار سیلاب آیا جس کے بہاؤ کا رخ خانہ کعبہ کی طرف تھا۔ اس کے نتیجے میں خانہ کعبہ کسی بھی لمحے ڈھے سکتا تھا۔ اس لیے قریش مجبور ہو گئے کہ اس کا مرتبہ و مقام برقرار رکھنے کے لیے اسے ازسرِنو تعمیر کریں۔ بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ موجودہ عمارت ڈھا کر نئے سرے سے زیادہ مستحکم بنائی جائے۔ حسنِ اتفاق یہ کہ جدہ کی بندرگاہ پر ایک تجارتی جہاز کنارے سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ قریش کو خبر ہوئی تو ولید بن مغیرہ نے جدہ پہنچ کر جہاز کے تختے مول لے لیے۔ جہاز میں ایک رومی معمار تھا جس کا نام باقوم تھا، ولید اس کو ساتھ لایا۔ مختلف قبائل نے عمارت کے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لیے تھے کہ کوئی اس شرف سے محروم نہ رہ جائے۔ نئی تعمیر کے لیے پرانی عمارت کو ڈھانا ضروری تھا لیکن کسی کو ڈھانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی بالآخر ولید بن مغیرہ مخزومی نے ابتدا کی۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ اس پر کوئی آفت نہیں ٹوٹی تو باقی لوگوں نے بھی ڈھانا شروع کیا اور جب قواعدِ ابراہیم تک ڈھا چکے تو تمام قریش نے مل کر تعمیر شروع کی۔ جب عمارت حجرِ اسود تک بلند ہو چکی تو یہ

Marfat.com

جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا شرف و امتیاز کسے حاصل ہو؟ ہر شخص چاہتا تھا کہ یہ خدمت اسی کے ہاتھ سے انجام پائے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں کھنچ گئیں۔ عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص جان دینے کی قسم کھاتا تھا تو پیالے میں خون بھر کر اس میں انگلیاں ڈبو لیتا تھا۔ اس موقعے پر بعض دعوے داروں نے یہ رسم بھی ادا کی۔ یہ جھگڑا چار پانچ روز تک جاری رہا اور رفتہ رفتہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ معلوم ہوتا تھا سرزمین حرم میں سخت خون خرابا ہو جائے گا لیکن ابو امیہ مخزومی نے یہ کہہ کر فیصلے کی ایک صورت پیدا کر دی کہ مسجد حرام کے دروازے سے کل صبح سب سے پہلے جو شخص داخل ہو وہی ثالث قرار دے دیا جائے۔ سب لوگوں نے یہ تجویز منظور کر لی۔ دوسرے دن تمام قبائل کے معزز آدمی موقع پر پہنچے۔ کرشمۂ ربانی دیکھیے کہ صبح کو سب سے پہلے لوگوں کی نظریں جس جمال جہاں تاب چہرے پر پڑیں تو بے اختیار پکار اٹھے کہ "یہ امین" ہیں۔ ہم ان سے راضی ہیں، یہ "محمد ﷺ" ہیں۔ جب آپ ﷺ ان کے قریب پہنچے اور انھوں نے آپ ﷺ کو معاملے کی تفصیل بتائی تو رسول کریم ﷺ نے یہ پسند نہ کیا کہ اس شرف سے تنہا بہرہ ور ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو قبائل دعوے دار ہیں سب کا ایک ایک سردار انتخاب کر لیا جائے۔ آپ ﷺ نے ایک چادر بچھا کر حجر اسود کو اس پر رکھ دیا اور سرداروں سے کہا کہ آپ سب حضرات چادر کا کنارہ پکڑ کر اوپر اٹھائیں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب چادر حجر اسود کے مقام تک پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس کی مقررہ جگہ پر رکھ دیا (ابن ہشام)۔ یہ ایک ایسا معقول فیصلہ تھا کہ وہاں کھڑے وہ بڑے بڑے سردار بھی ششدر رہ گئے جو کئی روز سے اس بحث میں الجھے ہوئے تھے اور اس مسئلے کا کوئی حل نہیں پا رہے تھے۔ عمر رسیدہ سرداروں کی موجودگی میں کم عمر منصف نے ایسی دانش مندی کا مظاہرہ کیا کہ نہ صرف ساری قوم راضی ہو گئی بلکہ ایک سخت لڑائی آپ ﷺ کے حسن تدبیر سے رک گئی۔ گویا یہ ایک اشارہ بھی تھا کہ جلد ہی دین حق

Marfat.com

کی عمارت کا تکمیلی پتھر بھی ان ہی ہاتھوں سے نصب ہونے والا ہے۔(سیرت النبی ﷺ)

قریش نے یہ متفقہ فیصلہ کیا تھا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں صرف حلال رقم ہی استعمال کریں گے۔ اس میں رنڈی کی اجرت، سود کی دولت اور کسی کا ناحق لیا ہوا مال استعمال نہیں ہونے دیں گے۔ اس مرتبہ قریش نے کعبے کا دروازہ خاصا بلند کر دیا تا کہ اس میں وہی شخص داخل ہو سکے جسے وہ اجازت دیں۔ تعمیر شروع ہوئی اور میرے غنی العالمین ربّ کو اپنے بے آسرا اور کم زور بندوں پر رحم آیا۔ ادھر قریش کے پاس مال حلال کی کمی پڑ گئی۔ اس لیے انھوں نے شمال کی طرف سے کعبے کی لمبائی تقریباً چھے ہاتھ کم کر دی کہ پھر موقع ہو گا تو اُسے کعبے کے اندر لے لیں گے۔ یہی ٹکڑا ہے جس کو آج حطیم کہتے ہیں جو دراصل بیت اللہ کا اندرونی حصہ ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کعبہ میں داخل ہو کر نماز پڑھنا چاہتی تھیں تو رسول کریم ﷺ ان کا ہاتھ پکڑ کر حطیم میں لے گئے اور فرمایا:

> ”جب تم بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھنا چاہو تو یہاں حطیم میں کھڑے ہو کر پڑھ لو۔ یہ بھی بیت اللہ کا حصہ ہے۔ تمھاری قوم نے حلال کمائی میسر نہ ہونے کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا تھا“۔(بخاری)

ابن اسحاق کے مطابق حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی قبریں حطیم کی اسی دیوار کے نیچے ہیں۔ اسی لیے حطیم کی دیوار کو حجر اسماعیل بھی کہتے ہیں۔

ایفائے عہد

آپ ﷺ ہمیشہ وعدے کا ایفا فرماتے۔ بعثت سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی میں آپ ﷺ نے کبھی وعدہ خلافی کی اور نہ کسی نے آپ ﷺ کو خلاف واقع بات کرتے دیکھا۔ حضرت عبداللہؓ بن ابی الحمساؓ کہتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے آپ ﷺ کے ساتھ خرید و فروخت کا ایک معاملہ کیا۔ میرے ذمے کچھ

Marfat.com

ادائگی باقی رہ گئی، میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں اس کی ادائگی کچھ دیر تک اسی جگہ کر دوں گا لیکن پھر میں بھول گیا۔ تین دن بعد مجھے یاد آیا اور اس جگہ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ اسی جگہ تشریف فرما ہیں۔ مجھے دیکھ کر آپ ﷺ نے غصے ہونے کی بجائے صرف اتنا فرمایا: نوجوان! تم نے مجھے بڑی مشکل میں ڈال دیا، میں یہاں تین دن سے تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابوداؤد)

نبوّت سے پہلے کی اجمالی سیرت

رسول کریم ﷺ ہمیشہ اپنی طویل خاموشی سے مسلسل غور و خوض، دائمی تفکیر اور حق کی کُرید میں مدد لیتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی شاداب عقل اور روشن فطرت سے زندگی کے صحیفے، لوگوں کے معاملات اور جماعتوں کے احوال کا مطالعہ کیا اور جن خرافات میں آپ ﷺ کی قوم لت پت تھی، ان سے سخت بے زاری محسوس کی۔ چناں چہ آپ ﷺ نے ان سب سے دامن کش رہتے ہوئے پوری بصیرت کے ساتھ لوگوں کے درمیان زندگی کا سفر طے کیا۔ یعنی لوگوں کا جو کام اچھا ہوتا اس میں شرکت فرماتے، ورنہ اپنی مقررہ تنہائی کی طرف پلٹ جاتے۔ آپ ﷺ نے شراب کو کبھی منہ نہ لگایا، آستانوں کا ذبیحہ نہ کھایا اور بتوں کے لیے منائے جانے والے تہوار اور میلوں ٹھیلوں میں کبھی شرکت نہ کی۔ رسول اللہ ﷺ اپنی قوم میں شیریں کردار، فاضلانہ اخلاق اور کریمانہ عادات کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ چناں چہ آپ ﷺ سب سے زیادہ بامروت، سب سے زیادہ خوش اخلاق، سب سے زیادہ معزز ہمسائے، سب سے بڑھ کر دور اندیش، سب سے زیادہ راست گو، سب سے زیادہ نرم پہلو، سب سے زیادہ پاک نفس، خیر میں سب سے زیادہ کریم، سب سے بڑھ کر نیک عمل، سب سے بڑھ کر پابند عہد اور سب سے بڑے امانت دار تھے، حتّٰی کہ آپ ﷺ کی قوم نے آپ کا نام ہی ''امین'' رکھ دیا تھا۔ (ابن ہشام)

Marfat.com

باب دوم

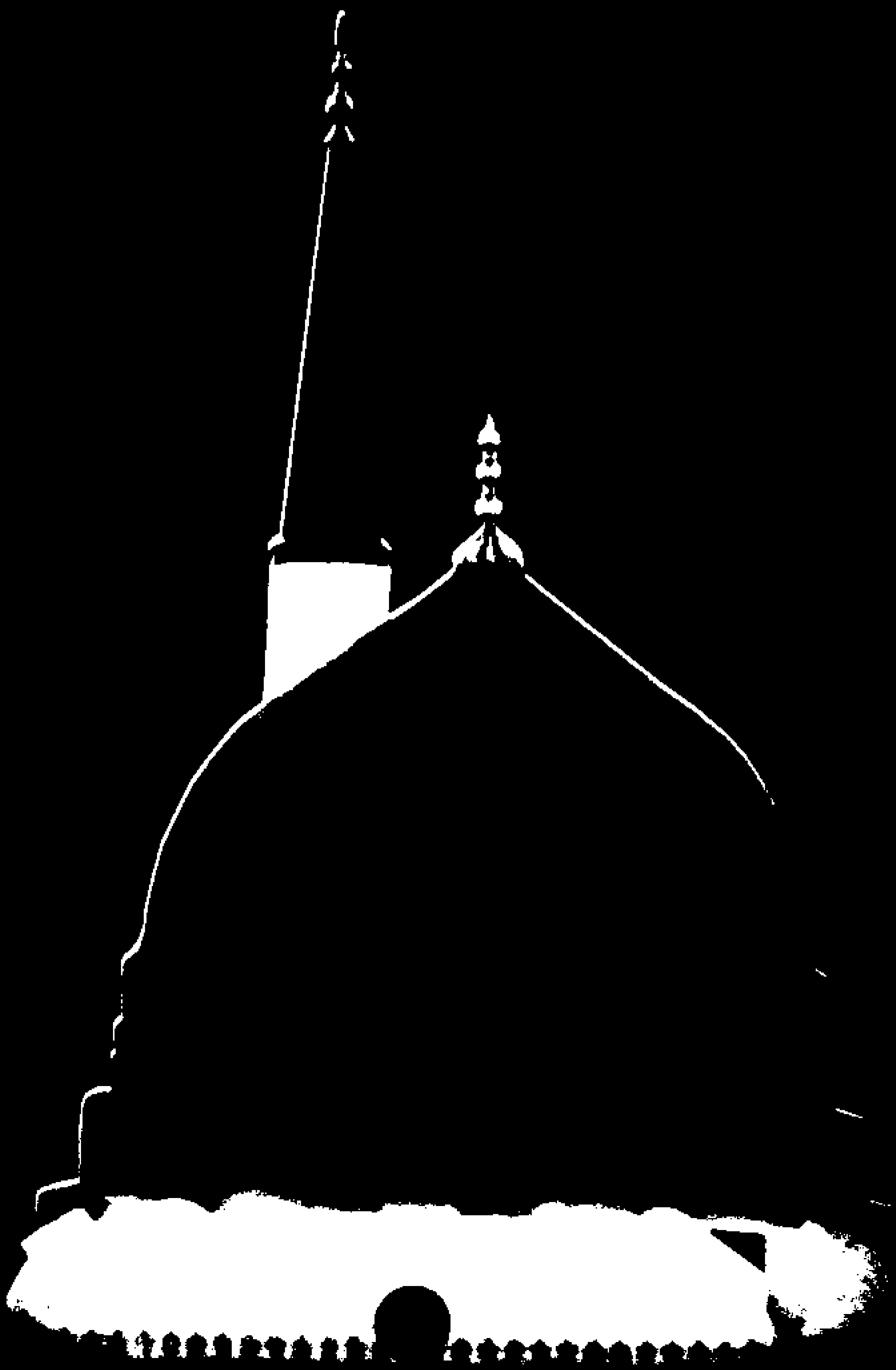

نبوت و رسالت کے کٹھن شب و روز

Marfat.com

Marfat.com

غارحرا میں پہلی وحی

رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک جب چالیس برس کے قریب ہو چلی اور آپ ﷺ کا اپنی قوم سے ذہنی اور فکری فاصلہ بہت وسیع ہوگیا تو آپ ﷺ کو تنہائی محبوب ہوگئی، چناں چہ آپ ﷺ ستو اور پانی لے کر مکہ سے کوئی دو میل دور پہاڑ کے کسی غار میں جا رہتے۔ آپ ﷺ جب وہاں تشریف لے جاتے تو حضرت خدیجہؓ بھی آپ ﷺ کے ہم راہ جاتیں اور قریب ہی کسی جگہ موجود رہتیں۔ پہاڑوں کے اس سلسلے میں بے شمار غار ہیں۔ بالخصوص آپ ﷺ رمضان بھران ہی غاروں میں قیام فرماتے اور آنے جانے والے مسکینوں کو کھانا کھلاتے (ابن ہشام)۔ جس دن پہلی وحی نازل ہوئی اس دن آپ ﷺ جس غار میں تھے وہ جبلِ نُور میں ''غارِ حرا'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ایک مختصر سا غار ہے جس کا طول چار گز اور عرض پونے دو گز ہے، یہ نیچے کی جانب گہرا نہیں ہے بلکہ ایک مختصر راستے کے بازو میں اوپر کی چٹانوں کے باہم ملنے سے ایک کوتل کی شکل اختیار کیے ہوئے ہے۔ آپ ﷺ کی عمر قمری حساب سے چالیس سال چھ مہینے بارہ دن اور شمسی حساب سے ۳۹ سال تین مہینے ۲۲ دن ہوئی اس روز ۲۱ رمضان المبارک، پیر کا دن اور ۱۰ اگست ۶۱۰ء کا سال تھا جب حضرت جبرائیلؑ پہلی وحی لے کر تشریف لائے (فتح الباری) اور کہا:

> ''پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھیے آپ ﷺ کا رب بڑا کریم ہے۔'' (العلق ۹۶: ۱تا۳)

ان آیات کے ساتھ رسول کریم ﷺ گھر لوٹ آئے۔ آپ ﷺ کا دل دھک دھک

Marfat.com

کر رہا تھا۔آپ ﷺ اپنی زوجہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو۔ انھوں نے آپ ﷺ کو چادر اوڑھا دی یہاں تک کہ خوف جاتا رہا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو واقعے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا: یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ مجھے تو اپنی جان کا ڈر لگتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا قطعاً نہیں۔ واللہ! آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں، مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے مصائب پر صبر کرتے ہیں۔ (بخاری)

دعوت کے غم نے رسول کریم ﷺ کی نیند اڑا دی

صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جبرائیلؑ سورہ المدثر کی ابتدائی آیات پر مشتمل دوبارہ وحی لاتے ہیں۔ ان آیات میں رسول کریم ﷺ کو اس عظیم و جلیل کام کے لیے اٹھنے، نیند کی چادر پوشی اور بستر کی گرمی سے نکل کر جہاد بالکفر اور سعی و مشقت کے میدان میں آنے کے لیے کہا گیا ہے۔ ارشاد ہوا:

"اے چادر پوش، اٹھیے اور ڈرایئے۔" (المدثر ۷۴:۱)

گویا یہ کہا جا رہا ہے کہ جسے اپنے لیے جینا ہے وہ تو راحت کی زندگی گزار سکتا ہے۔ لیکن آپ ﷺ جو اس زبردست بوجھ کو اٹھا رہے ہیں، تو آپ ﷺ کو نیند سے کیا تعلق؟ آپ ﷺ کو راحت سے کیا سروکار؟ آپ ﷺ کو گرم بستر سے کیا مطلب؟ پرسکون زندگی سے کیا نسبت؟ راحت بخش ساز و سامان سے کیا واسطہ؟ آپ ﷺ اٹھ جایئے اس کار عظیم کے لیے جو آپ ﷺ کا منتظر ہے۔ اس بارگراں کے لیے جو آپ ﷺ کی خاطر تیار ہے، اٹھ جایئے جہد و مشقت کے لیے،

Marfat.com

تکان اور محنت کے لیے اٹھ جایئے! کہ نیند اور راحت کا وقت اب گزر چکا، آج سے پیہم بیداری ہے اور طویل و پُر مشقت جہاد کے لیے اٹھ جایئے! اور اس کام کے لیے مستعد اور تیار ہو جایئے۔ اس عظیم اور پر ہیبت کلمہ نے رسول کریم ﷺ کو پُر سکون گھر، گرم آغوش اور نرم بستر سے کھینچ کر تند طوفان اور تیز جھکڑوں کے درمیان اتھاہ سمندر میں پھینک دیا اور لوگوں کے ضمیر اور زندگی کے حقائق کی کشاکش کے درمیان لا کھڑا کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اٹھ گئے اور بیس سال سے زیادہ عرصے تک اٹھے رہے۔ راحت و آرام کو تج دیا۔ زندگی اپنے لیے اور اہل و عیال کے لیے نہ رہی۔ آپ ﷺ اٹھے تو اٹھے ہی رہے۔ آپ ﷺ کا کام اللہ کی طرف دعوت دینا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ کمر توڑ بار گراں اپنے شانے پر کسی دباؤ کے بغیر اٹھا لیا۔ یہ بوجھ تھا، اس روئے زمین پر امانت کبریٰ کا بوجھ، ساری انسانیت کا بوجھ، سارے عقیدے کا بوجھ اور مختلف میدانوں میں جہاد و دفاع کا بوجھ۔ آپ ﷺ نے بیس سال سے زیادہ عرصے تک پیہم اور ہمہ گیر معرکہ آرائی میں زندگی بسر کی اور اس پورے عرصے میں یعنی جب سے آپ ﷺ نے وہ آسمانی ندائے جلیل سنی اور یہ گراں بار ذمہ داری پائی۔ آپ ﷺ کو کوئی ایک حالت کسی دوسری حالت سے غافل نہ کر سکی۔ اللہ آپ ﷺ کو ہماری طرف سے اور ساری انسانیت کی طرف سے بہترین جزا دے۔ (فی ظلال القرآن)

سابقون الاوّلون

آپ ﷺ نے ابتدا میں اپنے ان گھر کے افراد اور دوستوں کو راہ حق کی طرف بلایا جن کے چہروں پر آپ ﷺ بھلائی کے آثار دیکھ چکے تھے اور انھیں بھی آپ ﷺ کی عظمت اور سچائی پر کبھی شبہ نہ گزرا تھا۔ ان میں سرفہرست آپ ﷺ کی

Marfat.com

بیوی حضرت خدیجہؓ، آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زیدؓ بن حارث، آپ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت علیؓ اور آپ ﷺ کے یار غار حضرت ابو بکرؓ ہیں (رحمۃ للعالمینؐ) ۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی کوششوں سے حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن وقاص، حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اور دوسرے کئی بزرگ اولین راہروان اسلام بنے اور پھر قافلہ بنتا چلا گیا جن کی تعداد تقریباً چالیس ہے۔(ابن ہشام)

قریب ترین رشتہ داروں میں تبلیغ

جب سورہ الشعرا کی آیت نمبر ۲۱۴ نازل ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرایئے تو آپ ﷺ نے یکے بعد دیگرے انھیں جمع کر کے اللہ کے دین کی دعوت دی ۔ اس پر ابو طالب نے کہا کہ نہ پوچھو ہمیں تمھاری مدد کس قدر پسند ہے! تمھاری نصیحت کس قدر قابل قبول ہے! اور ہم تمھاری بات کس قدر سچی جانتے مانتے ہیں اور یہ تمھارے والد کا خانوادہ جمع ہے اور میں بھی ان کا ایک فرد ہوں ۔ فرق اتنا ہے کہ میں تمھاری پسند کی تکمیل کے لیے ان سب سے پیش پیش ہوں لہٰذا تمھیں جس بات کا حکم ہوا ہے اسے انجام دو واللہ! میں تمھاری مسلسل حفاظت واعانت کرتا رہوں گا البتہ میری طبیعت عبدالمطلب کا دین چھوڑنے پر راضی نہیں۔ لیکن ابو لہب نے کہا: اللہ کی قسم یہ برائی ہے لہٰذا دوسروں سے پہلے تم خود اسے روکو۔ اس پر ابو طالب نے کہا: اللہ کی قسم جب تک جان میں جان ہے ہم ان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ (فقہ الیسرہ از ابن الاثیر)

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب آپ ﷺ پر سورہ الشعرا کی آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ

Marfat.com

نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کو آواز لگائی یہاں تک کہ سب کے سب اکٹھے ہو گئے۔ حتّٰی کہ اگر کوئی خود نہ جا سکا تو اس نے اپنا قاصد بھیج دیا تا کہ دیکھے معاملہ کیا ہے؟ جب سب اکٹھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور تم اس کے دامن میں ہو، اگر میں تمھیں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے وادی میں شہ سواروں کی ایک جماعت ہے جو تم پر چھاپا مارنا چاہتی ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ بظاہر اس سوال کا جواب ہاں میں دینا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ دشمن کا لشکر اتنا قریب آ پہنچے مگر کسی کو کانوں کان اس کی بھنک نہ پڑے۔ لیکن اس کے باوجود سب نے کہا ''ہاں''۔ کچھ روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ اس کے بعد آپ ﷺ نے مزید فرمایا: اگر تم جا کر دیکھو اور وہاں کچھ نہ ہو تو؟ جواب میں سب نے کہا ہم یہ سمجھیں گے کہ ہم اندھے ہو گئے ہیں، ہمیں نظر نہیں آ رہا مگر آپ (ﷺ) نے جو کہا وہ سچ ہی ہے کیوں کہ ہم نے آپ (ﷺ) کو ہمیشہ سچا ہی پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اگر یہ بات ہے تو سنو! میں اللہ کی طرف سے تمھیں ایک سخت عذاب سے پہلے خبردار کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ آپ ﷺ نے نام لے لے کر بھی سب کو پکار لگائی کہ مان لو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، فلاح پا جاؤ گے۔ ابولہب نے بات درمیان میں ہی لپک لی اور کہنے لگا، تیرا ستیاناس، تو ہلاک ہو، کیا اسی لیے ہمیں جمع کیا تھا؟ (متفق علیہ)

غور کیجیے کہ رسول کریم ﷺ نے انھیں سب سے پہلے قرآن پیش کیا اور نہ ہی یہ کہا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے، اسے مان لو تو کامیاب ہو جاؤ گے بلکہ آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنا کردار پیش کیا۔ اس میں ایک لطیف پہلو یہ نکلتا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی ذات کے بغیر قرآن کو سمجھنا چاہتے ہیں وہ بے چارے اندھیرے میں سوئی میں دھاگہ ڈالنے کی ناکام کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اور دوسرا بداخلاقی کے جواب میں آپ ﷺ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

Marfat.com

کھلی تبلیغ

تین سال تک دعوت وتبلیغ کا کام خفیہ اور انفرادی طور پر ہوتا رہا اور جب اہل ایمان کی ایک جماعت اللہ کا پیغام پہچاننے کے لیے تیار ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کا ایک اور حکم نازل ہوا۔ ارشاد فرمایا:

"آپ ﷺ کو جس چیز کا حکم دیا جارہا ہے اسے کھول کر بیان کر دیجیے اور شرک کرنے والوں کی ذرا پروانہ کریں۔" (الحجر۱۵:۹۴)

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مثالیں دے دے کر لوگوں کو سمجھانا شروع کیا کہ جن بتوں کو تم پوجتے ہو وہ خود کتنے عاجز اور ناکارہ ہیں اور جو شخص انھیں پوجتا ہے، اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ بناتا ہے وہ کس قدر کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔ ایسی آواز جس میں بت پرستوں کو گمراہ کہا گیا گویا بجلی کا ایک ایسا کڑکا تھا جس نے پورے مکہ کی پُرسکون فضا کو ہلا کر رکھ دیا۔ یہ سننا تھا کہ قریش شدید غم وغصے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ (الرحیق المختوم)

ابھی کھلم کھلا تبلیغ پر چند ہی مہینے گزرے تھے کہ موسم حج قریب آ گیا۔ قریش کو معلوم تھا کہ اب عرب کے وفود کی آمد شروع ہوگی، اس لیے وہ ضروری سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ کے متعلق کوئی ایسی بات کہیں کہ جس کی وجہ سے اہل عرب کے دلوں پر آپ ﷺ کی تبلیغ کا اثر نہ ہو۔ چناں چہ وہ اس بات پر سوچ بچار کے لیے ولید بن مغیرہ کے پاس اکٹھے ہوئے۔ ولید نے کہا: اس بارے میں تم سب لوگ ایک رائے اختیار کر لو تا کہ تم میں باہم کوئی اختلاف نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خود تمھارا ہی ایک آدمی دوسرے کی تکذیب کر دے اور ایک کی بات دوسرے کی بات کو کاٹ دے۔ لوگوں نے کہا: پھر تم ہی کہو۔ اس نے کہا: نہیں تم

Marfat.com

لوگ کہو، میں سنوں گا۔ اس پر چند لوگوں نے کہا ہم کہیں گے وہ کاہن ہے۔ ولید نے کہا، نہیں واللہ وہ کاہن نہیں ہے، ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے، اس شخص کے اندر نہ کاہنوں جیسی گنگناہٹ ہے، نہ ان کے جیسی قافیہ گوئی اور تک بندی۔ اس پر لوگوں نے کہا تب ہم کہیں گے کہ وہ پاگل ہے۔ ولید نے کہا: نہیں وہ پاگل بھی نہیں، ہم نے پاگل بھی دیکھے ہیں اوران کی کیفیت بھی، اس شخص کے اندر نہ پاگلوں جیسی دم گھٹنے کی کیفیت ہے اور نہ الٹی سیدھی حرکتیں ہیں اور نہ ان کے جیسی بہکی بہکی باتیں۔ لوگوں نے کہا تب ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے۔ ولید نے کہا وہ شاعر بھی نہیں، ہمیں رجز، ہجز، قریض، مقبوض، مبسوط سارے ہی اصناف سخن معلوم ہیں، اس کی بات بہر حال شعر نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا تب ہم کہیں گے کہ وہ جادوگر ہے۔ ولید نے کہا: یہ شخص جادوگر بھی نہیں، ہم نے جادوگر اور ان کا جادو بھی دیکھا ہے، یہ شخص نہ تو ان کی طرح جھاڑ پھونک کرتا ہے نہ گرہ لگاتا ہے۔ لوگوں نے کہا تب ہم کیا کہیں؟ اس پر ولید نے کہا ذرا سوچ لینے دو۔ اس کے بعد وہ سوچتا رہا، سوچتا رہا اور پھر بولا: اللہ کی قسم اس کی بات بڑی شیریں ہے اس کی جڑ پائیدار ہے اور اس کی شاخ پھل دار، تم جو بات بھی کہو گے لوگ اسے باطل سمجھیں گے البتہ اس کے بارے میں سب سے مناسب بات یہ کہہ سکتے ہو کہ وہ جادوگر ہے۔ وہ ایسا کلام پیش کرتا ہے جو جادو ہے۔ اس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر بیوی اور کنبے قبیلے میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ بالآخر لوگ اسی تجویز پر متفق ہو کر وہاں سے رخصت ہوئے۔ (ابن ہشام)

رسول کریم ﷺ وادی منیٰ میں

حج کے ایام میں آپ ﷺ قبیلہ بنو عامر ابن صحصا کے پاس گئے

Marfat.com

(ابن ہشام)۔ فرمایا: میں اللہ کا نبی ہوں، میری قوم میری مخالفت کر رہی ہے، تم مجھے اپنے پاس لے جاؤ تا کہ میں اطمینان کے ساتھ اللہ کا پیغام سناؤں اور تم میری حفاظت کرنا۔ وہ کہنے لگے: تم بیٹھو ہمارا سردار آ رہا ہے، وہ آئے گا تو ہم بات کریں گے، تھوڑی دیر میں ان کا سردار ''بحیرہ'' آ گیا، کہنے لگا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ وہی قریشی ہے، جو کہتا ہے میں اللہ کا رسول ہوں۔ وہ آپ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا: اس سارے منیٰ میں اگر کوئی سب سے بدترین شخص ہے تو وہ یہ ہے (نعوذ باللہ) اتنی بڑی ہستی کے سامنے اتنی بدتمیزی۔ پھر کہنے لگا: اٹھ چلا جا اپنی قوم کے پاس، میری قوم نے تمھیں بٹھایا نہ ہوتا تو تلوار سے بات کرتا (یعنی سر قلم کر کے تیرے قدموں میں ڈال دیتا)۔ اتنی دھمکیاں سن کر بھی اور اتنا اختیار ہو کہ ذرا سا اشارہ کر دیتے یا ذرا سا بھی دل میں آ جاتا کہ اللہ اس کو ختم کر دے تو وہ بدبخت وہیں خاک میں مل جاتا، وہیں بندر اور خنزیر بن جاتا۔ اتنے اختیار کے باوجود آپ ﷺ چپ کر کے اٹھے اور اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ جب آپ ﷺ کی اونٹنی اٹھ رہی تھی تو اس نے پیچھے سے اونٹنی کو نیزا مارا۔ آپ ﷺ بے دھیان تھے، اونٹنی اچھلی اور آپ ﷺ اونٹنی سے نیچے زمین پر گر گئے۔ یہ سب کچھ برداشت کر کے بھی یہ نہیں کہا کہ یا اللہ انھیں ہلاک کر دے اور انھیں برباد کر دے۔ حضرت نوحؑ نے تو بالآخر کہہ دیا تھا:

''اے میرے ربّ! کسی کافر کو بھی روئے زمین پر زندہ نہ چھوڑ۔'' (نوح ۷۱: ۲۶)

ایک صاحب جنھوں نے رسول کریم ﷺ کو ذی المجاز کے بازار میں اسلام کی دعوت دیتے ہوئے دیکھا تھا، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: ''لوگو! لا الہ الا اللہ کہو تو نجات پاؤ گے''۔ پیچھے پیچھے ابو جہل یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ پر خاک اڑا اڑا کر کہہ رہا تھا: ''لوگو! اس شخص کی باتیں تم کو اپنے مذہب سے

Marfat.com

برگشتہ نہ کردیں، یہ چاہتا ہے کہ تم اپنے دیوتاؤں (لات وعزیٰ) کو چھوڑ دو‘‘۔ راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ اس حالت میں اس کی طرف مڑ کر دیکھتے بھی نہ تھے۔

’’ابن ہشام‘‘ اور ’’رحمۃ للعالمینؐ‘‘ کے بقول آپ ﷺ منیٰ میں قبیلہ بنوحنیفہ کے پاس بھی گئے۔ جب ان کو دعوت دی تو انھوں نے اتنے پتھر مارے کہ آپ ﷺ کو وہاں سے نکلنا پڑا۔ اتنی اونچی ہستی کہ آپ ﷺ منیٰ میں بھاگ رہے ہیں اور بنوحنیفہ پیچھے پتھر مار رہے ہیں۔ بے شک جس طرح اللہ کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا اسی طرح آپ ﷺ کا حق بھی کوئی ادا نہیں کر سکتا۔

قریش کی ایذا رسانیاں

پھر ایک وقت آیا جب رسول کریم ﷺ اور ان کے اصحابؓ سے قریش کی دشمنی میں شدت آ گئی۔ انھوں نے آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے کے لیے نت نئے طریقے اپنائے مثلاً حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں کہ صحن حرم میں ابوجہل اور اس کے کچھ رفقا بیٹھے ہوئے حسب معمول شرارت اور سازش کا تانا بانا بُن رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے ان غلیظ عناصر کی طرف کوئی دھیان ہی نہ دیا اور نماز و دعا میں مصروف ہو گئے۔ اتنے میں ایک بدبخت بولا کون ہے جو بن فلاں کے اونٹ کی اوجھڑی لائے اور جب محمد (ﷺ) سجدہ کرے تو اس کی پیٹھ پر ڈال دے؟ یہ شیطانی منصوبہ سب سیاہ بختوں کو بڑا بھلا لگا۔ عقبہ بن ابی معیط اپنی بدبختی اور خباثت میں سب سے بڑھا ہوا تھا، اٹھا اور تھوڑی دیر بعد اوجھڑی اٹھا لایا اور لا کر انتظار کرنے لگا۔ جب رسول اللہ ﷺ سجدے میں تشریف لے گئے تو بدبخت نے اسے آپ ﷺ کی پیٹھ پر دونوں کندھوں کے درمیان ڈال دیا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ ہنسی کے مارے ایک

Marfat.com

دوسرے پر گرنے لگے اور رسول اللہ ﷺ سجدے میں ہی پڑے رہے، سر نہ اٹھایا گیا۔ ابن مسعودؓ یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے، بہت بے تاب ہوئے مگر کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے۔ کم زور و ناتواں ہونے کے علاوہ اس دیس میں اجنبی تھے۔ اس لیے دوڑتے ہوئے رسول کریم ﷺ کے گھر پہنچے اور اہل خانہ کو اطلاع دی کہ بدبخت اوباشوں نے سجدے کی حالت میں آپ ﷺ کے مبارک کندھوں پر اوجھ کا بوجھ رکھ دیا ہے۔

حضرت فاطمہؓ نے جب یہ سنا تو بے قرار ہوگئیں۔ بھاگی بھاگی مسجد میں آئیں اور یہ خوف ناک منظر دیکھ کر آبدیدہ ہوگئیں۔ ننھی بچی تھیں اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکتی تھیں مگر اس وقت ان میں باپ کی محبت نے گویا بجلی بھر دی، جس طرح بن پڑا یہ گند اُتار پھینکا پھر ان لوگوں کو شرم دلائی جو اس نازیبا حرکت پر خوش ہو رہے تھے۔ (بخاری)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے پڑوسی بھی آپ ﷺ کو گھر کے اندر ستاتے تھے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جو گروہ گھر کے اندر رسول کریم ﷺ کو اذیت دیا کرتا تھا، وہ تھا ابولہب، حکم بن ابی العاص بن امیہ، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمرا ثقفی اور ابن الاصدا ہذلی۔ یہ سب کے سب آپ ﷺ کے پڑوسی تھے اور ان میں سے حکم بن ابی العاص کے علاوہ کوئی بھی مسلمان نہ ہوا۔ ان کے ستانے کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ ﷺ نماز پڑھتے تو کوئی شخص بکری کی بچہ دانی اس طرح ٹکا کر پھینکتا کہ وہ ٹھیک آپ ﷺ کے اوپر گرتی۔ چولھے پر ہانڈی چڑھائی جاتی تو بچہ دانی اس طرح پھینکتے کہ سیدھی ہانڈی میں جا گرتی۔ آپ ﷺ نے مجبور ہو کر ایک گھروندا بنا لیا تاکہ نماز پڑھتے ہوئے ان سے بچ سکیں۔ بہر حال جب آپ ﷺ پر یہ گندگی پھینکی جاتی تو آپ ﷺ اسے لکڑی پر لے کر نکلتے اور دروازے پر کھڑے ہو کر فرماتے:

اے بنی عبد مناف! یہ کیسی ہمسائیگی ہے؟ پھر اسے باہر پھینک آتے۔ (ابن ہشام)

Marfat.com

ایک دن معمول کے مطابق تمام دشمن صحن کعبہ میں جمع ہو گئے اور کوئی نیا فتنہ کھڑا کرنے کا منصوبہ بنانے لگے۔ تجویز یہ طے پائی کہ اب محمد (ﷺ) جوں ہی نظر آئے اس پر یک بارگی حملہ کر کے خوب دل کی بھڑاس نکالی جائے، پھر جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ حضرت سیّدہ فاطمہؓ اس وقت چھوٹی سی بچی تھیں، وہ اپنے عظیم باپ کے خلاف سازش کی یہ بات سن کر فکر مند ہو گئیں۔ ممکن ہے دشمنوں نے انھیں سنانے ہی کے لیے بلند آواز سے بات کی ہو، تاکہ گھر جا کر بات کریں اور خوف و ہراس کی فضا قائم ہو۔ ننھی فاطمہؓ نے پریشانی کے عالم میں فوراً جا کر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی کہ دشمنوں نے آپ ﷺ کے خلاف مار پٹائی کا پروگرام بنایا ہے۔ یہ سن کر غیرت نبوت بیدار ہو گئی۔ پیاری بیٹی کو دلاسا دیا اور خوف زدہ ہو کر گھر میں بیٹھنے کی بجائے آپ ﷺ صحن کعبہ میں تشریف لے آئے اور فتنہ پرداز گروہ کے سر پر جا کھڑے ہوئے، انھیں تو گویا سانپ سونگھ گیا، ایسا رعب طاری ہوا کہ قوت گویائی سلب ہو گئی کسی میں سر اٹھا کر دیکھنے کا یارا نہ رہا۔ شرافت اگر واقعی میں ٹھوس اور عزیمت مند ہو تو تاریخ انسانی کے اٹل قوانین کے مقابلے میں آنے والی شدید سے شدید غنڈہ گردی کے بھی سر جھک جاتے ہیں۔ (سیرت الرسولؐ)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عروہ بن زبیرؓ سے کسی نے سوال کیا کہ مشرکین نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ جو سب سے سخت ترین بدسلوکی کی تھی، آپ مجھے اس کی تفصیل بتایئے؟ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ خانہ کعبہ کے پاس حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط، جس بد بخت نے نماز کی حالت میں آپ ﷺ کے مبارک کندھوں پر اونٹ کا اوجھ ڈالا تھا، آیا اور اس نے آتے ہی آپ ﷺ کے گلے میں چادر ڈال کر اتنی زور سے بل دینے شروع کر دیے کہ

Marfat.com

آپ ﷺ کا گلا گھٹنے لگا۔ وہ اپنی کارروائی میں بالکل سنجیدہ تھا۔ اس کی کوشش یہی تھی کہ گلا گھونٹ دے۔ اتنے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ آگئے۔ انھوں نے جب یہ ہوش ربا منظر دیکھا تو عقبہ کو کندھوں سے پکڑ کر پیچھے دھکیلا۔ جو باقی لوگ تھے انھیں بھی روکا! ابو بکرؓ آپ ﷺ کے بچاؤ میں لگ گئے۔ وہ روتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ یہ آیت کریمہ بار بار پڑھتے رہے:

''کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا ربّ اللہ ہے، حال آں کہ وہ تمھارے ربّ کی طرف سے واضح معجزات لے کر آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو خود ہی اپنے جھوٹ کا خمیازہ بھگت لے گا اور اگر وہ سچا ہے تو پھر تم پر ضرور عذاب نازل ہوگا، جس کا وہ تم سے ذکر کرتا ہے۔'' (المومن ۴۰: ۲۸)

دشمنوں نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر سیدنا ابو بکرؓ کو پکڑ لیا۔ سر کے بال اس زور سے کھینچے کہ وہ ان کی مٹھی میں آگئے ڈاڑھی کے بال بھی نوچ لیے۔ حضرت اسماءؓ کی روایت میں مزید تفصیل ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس جب یہ چیخ پہنچی کہ اپنے ساتھی کو بچاؤ۔ وہ جھٹ ہمارے پاس سے نکلے، اس وقت ان کے سر پر بالوں کی چار چوٹیاں تھیں مگر جب وہ واپس آئے تو حالت یہ ہوگئی کہ صرف چھونے سے بالوں کی چوٹیاں ہاتھ میں آجاتیں (مختصر السیرۃ از شیخ عبداللہ)۔ سیّدنا ابو بکرؓ کے چہرۂ مبارک کو خاص طور پر نشانہ بنا کر پیوند لگے جوتے سے اس قدر پیٹا کہ پہچاننا مشکل ہوگیا۔ اس طرح انھوں نے حرم کعبہ کا لحاظ کیے بغیر اس روز وہ طوفان بدتمیزی برپا کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کے مطابق بھی یہ سب سے سخت ترین ایذا رسانی تھی جو میں نے قریش کو کبھی دیتے ہوئے دیکھی۔ (ابن ہشام)

Marfat.com

خاندان ابولہب کا جور و جفا

ام جمیل، جس کا نام اروی تھا اور جو حرب بن امیہ کی بیٹی اور ابوسفیان کی بہن تھی، وہ بھی رسول کریم ﷺ کی عداوت میں اپنے شوہر ابولہب سے کسی طرح کم نہ تھی۔ خاصی بدزبان اور فتنہ پرداز بھی تھی۔ اس کا کام ہی رسول کریم ﷺ کے خلاف بدزبانی کرنا، لمبی چوڑی دسیسہ کاری و افترا پردازی سے کام لینا، فتنے کی آگ بھڑکانا اور خوف ناک جنگ بپا رکھنا اس کا شیوہ تھا۔ ام جمیل رات کو آپ ﷺ کے گھر کے باہر کانٹے بچھا دیتی تا کہ جب آپ ﷺ کے بچے صبح گھر سے باہر نکلیں تو بے دھیانی میں ان معصوموں کے پاؤں ان کانٹوں سے زخمی ہو جائیں اور ان کو روتا دیکھ کر اس کے کلیجے میں ٹھنڈ پڑ جائے، اسی لیے قرآن نے اس کو لکڑی ڈھونے والی کا لقب عطا کیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اس کی اور اس کے شوہر کی مذمت میں قرآن نازل ہوا ہے تو وہ آپ ﷺ کو تلاش کرتی ہوئی آئی۔ آپ ﷺ خانہ کعبہ کے پاس مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ ابوبکر صدیقؓ بھی ہم راہ تھے۔ یہ مٹھی بھر پتھر لیے ہوئے تھی۔ سامنے کھڑی ہوئی تو اللہ نے اس کی نگاہ پکڑ لی اور وہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکی۔ صرف حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے سامنے پہنچتے ہی سوال کیا: ابوبکر تمھارا ساتھی کہاں ہے؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ میری ہجو کرتا ہے۔ واللہ! اگر میں اسے پا گئی تو اس کے منہ پر یہ پتھر دے ماروں گی۔ دیکھو! اللہ کی قسم میں بھی شاعرہ ہوں پھر اس نے یہ شعر سنایا:

> ''ہم نے مذمم کی نافرمانی کی۔ اس کے امر کو تسلیم نہ کیا
> اور اس کے دین کو نفرت وحقارت سے چھوڑ دیا۔''

یہ کہہ کر وہ واپس چلی گئی۔ ابوبکرؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ کیا اس نے

Marfat.com

آپ ﷺ کو دیکھا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، اس نے مجھے نہیں دیکھا۔ اللہ نے اس کی نگاہ پکڑ لی تھی (ابن ہشام)۔ ابو بکر بزار نے بھی یہ واقعہ روایت کیا ہے اور اس میں اتنا مزید اضافہ ہے کہ جب وہ ابو بکرؓ کے پاس کھڑی ہوئی تھی تو اس نے یہ بھی کہا، ابو بکر! تمھارے ساتھی نے ہماری ہجو کی ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا، نہیں اس عمارت کے ربّ کی قسم، وہ شعر کہتے ہیں نہ اسے زبان پر لاتے ہیں۔ اس نے کہا: تم سچ کہتے ہو۔

جہاں تک ابو لہب کا معاملہ ہے، اسی کی سربراہی میں ہی تو مشرکین نے رسول کریم ﷺ اور مسلمانوں پر ظلم و جبر کا آغاز کیا۔ درحقیقت آپ ﷺ کے متعلق ابو لہب کا موقف روزِ اول ہی سے جب کہ ابھی قریش نے اس طرح کی بات سوچی بھی نہ تھی، یہی تھا۔ اس نے بنو ہاشم کی مجلس میں جو کچھ کیا پھر کوہ صفا پر جو حرکت کی اس کا ذکر پچھلے صفحات میں آچکا ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس نے کوہ صفا پر رسول کریم ﷺ کو مارنے کے لیے ایک پتھر بھی اٹھایا تھا۔ (ترمذی)

رسول کریم ﷺ کو سب سے زیادہ دکھ دینے میں ابو لہب ہمیشہ پیش پیش رہا۔ وہ حج کے ایام میں لوگوں کے ڈیروں، عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز کے بازاروں اور اجتماعات میں رسول کریم ﷺ کی تکذیب کے لیے آپ ﷺ کے پیچھے لگا رہتا تھا۔ ترمذی کی روایت ہے کہ منیٰ میں رسول کریم ﷺ اللہ کے دین کی تبلیغ کرتے اور ابو لہب پیچھے پیچھے یہ کہتا کہ اس کی بات نہ ماننا یہ جھوٹا بے دین ہے (نعوذ باللہ)۔ کسی عام آدمی کو جھوٹا کہہ دیں تو اس کے دل پر کیا گزرتی ہوگی؟ جب سب سے بڑے صادق کو کہا جائے کہ جھوٹا ہے اور کہنے والے کوئی غیر نہ ہوں، اپنے ہوں تو درد کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ طارق بن عبداللہ محاربی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص صرف تکذیب ہی پر بس نہیں کرتا تھا بلکہ پتھر بھی مارتا رہتا تھا جس سے آپ ﷺ کی

Marfat.com

ایڑیاں خون آلود ہو جاتی تھیں (ترمذی)۔ جب رسول کریم ﷺ کے دوسرے صاحب زادے عبداللہؓ کا انتقال ہوا تو ابولہب کو اس قدر خوشی ہوئی کہ وہ دوڑتا ہوا اپنے رفقا کے پاس پہنچا اور انھیں یہ خوش خبری سنائی کہ محمد (ﷺ) ابتر یعنی بے اولاد ہو گئے۔ (تفہیم القرآن)

ابولہب کا گھر آپ ﷺ کے گھر سے متصل تھا۔ رسول کریم ﷺ کا چچا اور پڑوسی ہونے کے باوجود یہ ساری حرکتیں کر رہا تھا۔ نبوت سے پہلے آپ ﷺ کی دو صاحب زادیوں رقیہؓ اور کلثومؓ کا نکاح ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہو چکا تھا، ابھی رخصتی باقی تھی۔ دستور کے موافق انتہائی قرابت دار ہونے کی وجہ سے ان کا یہ تعلق پہلے سے قائم تھا۔ ابولہب کی آتشیں شخصیت اتنی عالی مرتبہ کبھی تھی ہی نہیں کہ وہ اصولی نزاع کو ذاتی اور نجی تعلقات سے الگ رکھ سکتا۔ اور قرابت داری کے حقوق کو اختلاف کی لپیٹ میں نہ آنے دیتا۔ وہ اپنے بغض میں ہمیشہ تند اور اپنے کرتوتوں کے لحاظ سے ہمیشہ پست رہا ہے۔ اس کی ذلیل حرکتوں کی بنا پر جب سورہ لہب نازل ہوئی اور آسمانوں سے صدا دی گئی کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔ یعنی وہ ساری مخالفانہ حرکات سے کام لینے کے باوجود تحریک اسلامی کا بال بیکا نہیں کر سکتا اور سچائی کی طاقت اس کے ہاتھوں کو توڑتی ہوئی آگے بڑھ جانے والی ہے تو وہ بھنا گیا۔ اس نے اپنے بیٹوں پر دباؤ ڈالا کہ اب تمھارے لیے یہ بات قطعاً حرام ہے کہ تم محمد (ﷺ) کی بیٹیوں کو اپنے گھروں میں رکھو اور ان کو طلاق نہ دے دو۔ ابولہب کو بھڑکانے اور اس کے بیٹوں کو اس حرکت پر آمادہ کرنے کے لیے قریش کے دوسرے سرداروں نے بھی خاصا کام کیا۔ انھوں نے باہم دگر اس امر پر غور کیا کہ محمد (ﷺ) کو پریشان کرنے کا سلسلہ کچھ رک سا گیا ہے، سو کوئی نیا نشتر تیز

Marfat.com

کرنا چاہیے۔ جس سے کچھ اور ناسور ڈالے جاسکیں۔ کیوں نہ اس کی صاحب زادیوں کو اپنے شوہروں سے طلاق دلوائی جائے تا کہ ایک نئی مصیبت اس شخص کے لیے پیدا ہو جائے۔ اس مشورے کے تحت انھوں نے عتبہ بن ابی لہب کو پیش کش کی کہ قریش کی جس عورت کو چاہو گے، فراہم کر دی جائے گی۔ بس شرط یہ ہے کہ محمد (ﷺ) کی بیٹی کو اپنے سے الگ کر دو۔ سو اس ظالم نے یہ اقدام کر ڈالا (تفہیم القرآن)۔ عتیبہ نے ذرا اور تندی دکھائی۔ چناں چہ ایک روز عتیبہ حرم میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور بولا: ''میں تمھاری بیٹی کو طلاق دیتا ہوں اور جو تم لائے ہو اس کے ساتھ کفر کرتا ہوں، مجھے تجھ سے محبت ہے اور نہ میں تجھے پسند کرتا ہوں''۔

ذرا تصور کریں کہ بیٹیوں کی طلاق اور اس بدتمیزی پر آپ ﷺ کس قدر رنجیدہ ہوئے ہوں گے، جب ایسی پاکیزہ بیٹیوں کو بغیر کسی قصور کے طلاق ہو جن کے سر سے اترا ہوا دوپٹا آسمان نے بھی نہ دیکھا ہو۔ اس نے صرف اس پر ہی بس نہ کیا بلکہ ساتھ ہی آپ ﷺ پر ایذا رسانی کے ساتھ مسلط ہو گیا۔ آپ ﷺ کا کرتا پھاڑ دیا اور آپ ﷺ کے چہرے پر تھوک دیا۔ اگرچہ تھوک آپ ﷺ پر نہ پڑا۔ ایک قرابت دار نوجوان کا اپنے کینہ توز باپ کی شہ پر ایک طرف ایک شریف زادی کو طلاق دے کر ظلم کرنا اور دوسری طرف یوں غنڈوں کی طرح پیش آنا آخر کہاں کی شرافت تھی؟

بداخلاقی سے صرفِ نظر

رسول کریم ﷺ دوسروں کی بداخلاقی سے ہمیشہ صرف نظر کرتے۔ قریش (نعوذ باللہ) رسول کریم ﷺ کو گالیاں دیتے تھے، برا بھلا کہتے تھے، ضد سے آپ ﷺ کو محمد (تعریف کیا گیا) نہیں کہتے تھے۔ بلکہ مذمم (مذمت کیا گیا) کہتے تھے لیکن آپ ﷺ اس کے جواب میں اپنے دوستوں کو خطاب کر کے صرف اسی قدر فرمایا

Marfat.com

کرتے: ''تمھیں تعجب نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ ان کی گالیوں کو مجھ سے کیوں کر پھیرتا ہے، وہ مذمم کو گالیاں دیتے اور مذمم پر لعنت بھیجتے ہیں، جب کہ میں تو محمد ﷺ ہوں۔''

دلائل کے مقابلہ میں جب گالیاں لائی جارہی ہوں تو ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ دلائل تو اپنی جگہ جمے رہتے ہیں لیکن جو گالی مقابلے پر لائی جاتی ہے وہ جذباتی حد تک دو چار دن کام دے کر بالکل بے اثر ہو جاتی ہے اور انسانی فطرت اس سے متنفر ہونے لگتی ہے، اس لیے استادانِ فن کا یہ کلیہ ہے کہ نت نئی گالیاں ایجاد کرتے چلے جاؤ۔ چناں چہ رسول کریم ﷺ کے لیے ایک گالی اور وضع کی گئی۔ آپ ﷺ کو ''ابن ابی کبشہ'' کہا جاتا تھا۔ ابی کبشہ حضرت حلیمہؓ کے شوہر اور آپ ﷺ کے رضاعی والد کا نام تھا۔ عرب میں جب کسی کی تحقیر کرنا ہوتی تو اسے سگے والد کی بجائے رضاعی والد کی نسبت سے پکارا جاتا۔ دوسری روایت کے مطابق عرب میں ابی کبشہ ایک معروف مگر بدنام شخصیت تھی۔ یہ شخص تمام عرب کے دینی رجحانات کے خلاف ''شِعریٰ'' نامی ستارے کی پرستش کرتا تھا (الجامع الاحکام القرآن)۔ ابن ابی کبشہ کے معنی ہوئے ابی کبشہ کا بیٹا یا ابی کبشہ کا پیرو (نعوذ باللہ)۔ غریب سے غریب آدمی بھی جب کسی مجمعے میں جھٹلایا جاتا ہے تو وہ غصے سے کانپ اٹھتا ہے۔ لیکن رسول کریم ﷺ نے کبھی ان کی باتوں پر برہمی ظاہر نہیں فرمائی۔ کون سا ایسا حربہ تھا جو قریش نے آپ ﷺ کے خلاف استعمال نہ کیا ہو؟ کانٹے بچھا کر چاہا گیا کہ تحریک حق کا راستہ رک جائے۔ گندگی پھینک کر کوشش کی گئی کہ توحید اور حسن اخلاق کے پیغام کی پاکیزگی کو ختم کر دیا جائے۔ رسول کریم ﷺ کو بوجھ تلے دبا کر یہ توقع کی گئی کہ بس اب سچائی سر نہ اٹھا سکے گی۔ آپ ﷺ کا گلا گھونٹ کر یہ خیال کیا گیا کہ بس اب وحی الٰہی کی آواز بند ہو جائے گی۔ کانٹوں سے جن کی تواضع کی گئی وہ برابر پھول برساتے رہے۔ گندگی جن کے اوپر اچھالی گئی وہ معاشرے پر

Marfat.com

مسلسل مشک وعنبر چھڑکتے رہے۔ جن پر بوجھ ڈالے گئے وہ انسانیت کے کندھے سے باطل کے بوجھ متواتر اتارتے رہے۔ جن کی گردن گھونٹی گئی، وہ تہذیب کی گردن کو رسومات کے پھندوں سے نجات دلانے میں مصروف رہے۔ (محسن انسانیتؐ)

آپ ﷺ کے اصحابؓ نے بھی طرح طرح کے مظالم سہے، یہاں تک کہ ان کی تاب نہ لا کر کوئی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تو کسی کی بینائی چلی گئی، لیکن انھوں نے اللہ کے دین سے اپنا رشتہ نہ توڑا۔ ان پر عذاب کے جو پہاڑ توڑے گئے ان کی تفصیلات کا بیان طوالت کا باعث ہو گا۔ جاننا چاہتے ہیں تو تاریخ کے اوراق میں مکہ کی گلیوں اور صحن حرم سے پوچھیے کہ کیسے صحن حرم میں ابو ذر غفاریؓ کا چہرہ لہولہان کیا جاتا ہے اور کہیں عبداللہؓ بن مسعود سورہ الرحمٰن کی تلاوت کرتے جاتے ہیں اور پٹتے جاتے ہیں۔ حضرت بلالؓ کو یاد کیجیے کہ ریت پر گھسٹتے دیکھ کر ابوجہل نے طعنہ دیا تھا کہ کہاں ہے تمھارا ''احد احد'' ...... مدد کو کیوں نہیں آتا۔ تو آپؓ نے تڑپ کر جواب دیا تھا کہ اے ابوجہل! تم دو ٹکے کا برتن خریدتے ہو تو ٹھونک بجا کر دیکھتے ہو کہ خریدے جانے کے لائق ہے یا نہیں ...... تو میرے ربّ نے مجھے جنت کے بدلے خریدا ہے۔ وہ یہ دیکھنے کا حق رکھتا ہے کہ میں اس قابل ہوں یا نہیں۔ غرض پوری اسلامی تاریخ ایسی بے شمار تکالیف سے بھری پڑی ہے جو رسول کریم ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کے جواب میں شیطان کی طاغوتی قوتوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ماننے والوں کو دیں۔ بہرحال صحابہ کرامؓ کے خلاف اس وقت ظلم وستم اور مصائب وآلام کا جو ہمہ گیر طوفان برپا تھا اس کی حیثیت حصولِ جنت کی ان یقینی امیدوں اور تابناک وپروقار مستقبل کی ان بشارتوں کے مقابل اس بادل سے زیادہ نہ تھی جو ہوا کے ایک ہی جھٹکے سے بکھر کر تحلیل ہو جاتا ہے۔ (الرحیق المختوم)

Marfat.com

قصہ دو بوڑھی عورتوں کا

رسول کریم ﷺ گھر سے مسجد حرام جس راستے سے تشریف لے جاتے اسی رستے میں ایک بوڑھی عورت رہتی تھی۔ جوں ہی آپ ﷺ اس کے گھر کی دیوار کے پاس سے گزرتے وہ اوپر سے آپ ﷺ پر کوڑا کرکٹ پھینک دیتی۔ آپ ﷺ کے گھر سے حرم کو جانے والے اور بھی کئی راستے تھے۔ آپ ﷺ راستہ بدل بھی سکتے تھے اور نہ سہی تو کم از کم اسی گلی میں بھی اپنا رستہ بدل کر سامنے والی دیوار کے ساتھ جا سکتے تھے لیکن آپ ﷺ نے یہ بھی گوارا نہ کیا۔ نہ وہ اپنی عادت سے باز آئی اور نہ ہی آپ ﷺ نے اپنا رستہ بدلا۔ ویسے بھی وہ قائد ہی کیا جو آزمائشوں کا سامنا کرنے کی بجائے ان سے کنی کتراتے ہوئے اپنا رستہ بدل دے؟ تم تیر آزماؤ ہم جگر آزمائیں کے مصداق کافی عرصہ یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر یوں ہوا کہ کچھ دن سے وہ بڑھیا نظر نہ آئی تو آپ ﷺ کو تشویش ہوئی۔ پتا کرنے پر معلوم ہوا کہ بڑھیا بیمار ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی چوں کہ قرآن کی عملی تفسیر تھی لہٰذا آپ ﷺ نے ہمیشہ برائی کا جواب بہت اعلیٰ درجے کی نیکی سے دیا۔ چناں چہ رسول کریم ﷺ نے اس کے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھلا آپ ﷺ اندر بڑھیا کی چارپائی کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اماں مجھے پتا چلا ہے کہ آپ بیمار ہیں، لہٰذا تیمارداری کو چلا آیا۔ آپ کی صحت اب کیسی ہے؟ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتائیں میں ابھی لے آتا ہوں۔ دلوں کے مسیحا کے الفاظ سن کر روح کے بیمار کو جیسے قرار آ گیا۔ بدترین دشمن جگری دوست بن گیا۔ اپنے کیے پر ندامت ہوئی۔ بے اختیار اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور زبان سے یہ الفاظ جاری ہوئے ''میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔''

ایک بار آپ ﷺ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بڑھیا پر نظر پڑی جو

Marfat.com

کہیں جا رہی تھی لیکن سامان کی بھاری بھرکم گٹھڑی اس سے اٹھائے نہیں اٹھتی تھی۔ رسول کریم ﷺ فوراً اس کے پاس پہنچے اور فرمایا: امّاں لاؤ میں تمھارا سامان اٹھائے دیتا ہوں اور آپ نے جہاں جانا ہو وہاں چھوڑے آتا ہوں۔ آپ ﷺ امّاں کا سامان اٹھائے جا رہے تھے اور امّاں ساتھ ساتھ باتیں کرتی جا رہی تھی۔ وہ کہنے لگی میں نے سنا ہے یہاں محمد (ﷺ) نام کا ایک شخص ہے جو بہت بڑا جادوگر ہے، میں اسی کے ڈر سے یہ بستی چھوڑے جا رہی ہوں۔ وہ مسلسل آپ ﷺ کے خلاف بولتی چلی گئی۔ بڑھیا جب دل کی بھڑاس نکال رہی تھی تو آپ ﷺ نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ بڑھیا کا بوجھ اٹھائے خاموشی سے اس کے ساتھ چلتے گئے۔ حتیٰ کہ اس نے بات مکمل کر لی۔ اس واقعے سے ہمیں یہ درس بھی ملتا ہے کہ جب کوئی بات کر رہا ہو تو اس کی بات مکمل سننی چاہیے، چاہے وہ آپ کے خلاف ہی کیوں نہ بات کر رہا ہو۔ اور دوسرے کسی بھی حالت میں صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہیے۔

بہرحال جب منزل آ گئی اور آپ ﷺ واپس جانے لگے تو بڑھیا نے کہا: بیٹا تو مجھے بہت ہی نیک اور بہت ہی اچھا انسان لگتا ہے۔ لہٰذا میں تمھیں ایک نصیحت کرتی ہوں کہ محمد (ﷺ) سے بچ کے رہنا کہیں تمھیں گمراہ نہ کر دے۔ رسول کریم ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: امّاں وہ میں ہی ہوں۔ یہ سننا تھا کہ حیرت سے اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ وہ بے اختیار پکار اٹھی: ''میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

دورِ جاہلیت میں آپ ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کی ایک جھلک

نبوت کے پانچویں سال جب قریش کا ظلم، تشدد اور جور و ستم اپنے شباب کو پہنچ گیا حتیٰ کہ مسلمانوں کے لیے مکہ میں رہنا دوبھر ہو گیا تو رسول کریم ﷺ نے

Marfat.com

مسلمانوں کو ہجرت حبشہ کی اجازت دے دی کیوں کہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ شاہ حبش ایک عادل بادشاہ ہے۔ ہجرت حبشہ کے نتیجے میں مشرکین مکہ کو سخت قلق تھا کہ مسلمان اپنی جان اور اپنا دین بچا کر ایک پُر امن جگہ بھاگ گئے۔ لہٰذا انھوں نے تحفے تحائف کے ساتھ عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ پر مشتمل ایک سفارتی وفد حبشہ روانہ کیا۔ جب وفد نے نجاشی کے دربار میں اپنا مدعا بیان کیا تو حبش کے بادشاہ نجاشی نے سوچا کہ اس مسئلے کے تمام پہلوؤں کو سننا ضروری ہے لہٰذا اس نے مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ جب مسلمان آ گئے تو اس نے پوچھا یہ کون سا دین ہے جس کی بنیاد پر تم نے اپنی قوم سے علاحدگی اختیار کر لی ہے، نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ ان ملتوں میں سے کسی ملت کے دین کو اختیار کیا جو پہلے سے موجود ہیں؟ اس کے جواب میں مسلمانوں کے ترجمان حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے فرمایا:

''اے بادشاہ! ہم ایسی قوم تھے جو جاہلیت میں مبتلا تھی۔ ہم بتوں کو پوجتے اور مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے۔ قرابت داروں سے تعلق توڑتے تھے۔ ہمسایوں سے بدسلوکی کرتے تھے اور ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا رہا تھا۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا، اس کی عالی نسبی، سچائی، امانت اور پاک دامنی ہمیں پہلے سے معلوم تھی۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کو مانیں اور اسی کی عبادت کریں۔ اس کے سوا جن پتھروں اور بتوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے، انھیں چھوڑ دیں۔ اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، قرابت جوڑنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے، حرام کاری اور خوں ریزی سے باز رہنے کا حکم دیا۔ اس نے ہمیں فواحش سے بچنے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا۔ اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ

Marfat.com

ہم صرف اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اس نے ہمیں نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ ہم نے اس پیغمبر کو سچا مانا، اس پر ایمان لے آئے اور اس کے لائے ہوئے دین میں اس کی پیروی کی۔ چناں چہ ہم نے صرف ایک اللہ کی عبادت کی، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔ جن باتوں کو اس پیغمبر نے حرام بتایا انھیں حرام مانا اور جن کو حلال بتایا انھیں حلال جانا۔ اس پر ہماری قوم ہم سے بگڑ گئی۔ اس نے ہم پر ظلم و ستم کیا۔ ہمیں ہمارے دین سے پھیرنے کے لیے ہمیں سزاؤں سے دو چار کیا تا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت چھوڑ کر بت پرستی کی طرف واپس پلٹ جائیں اور جن گندی باتوں کو حلال سمجھتے تھے انھیں پھر سے حلال سمجھنے لگیں۔ جب انھوں نے ہم پر بہت ظلم کیا، زمین تنگ کر دی، ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان دیوار بن کر کھڑے ہو گئے تو ہم نے آپ کے ملک کی راہ لی۔ دوسروں پر آپ کو ترجیح دیتے ہوئے آپ کے پاس رہنا پسند کیا، اس امید کے ساتھ کہ اے بادشاہ! آپ کے پاس ہم پر ظلم نہیں ہوگا۔''

نجاشی نے کہا: وہ پیغمبر جو کچھ لائے ہیں اس میں سے کچھ تمھارے پاس ہے؟

حضرت جعفرؓ نے کہا: ہاں!

نجاشی نے کہا: ذرا مجھے بھی پڑھ کر سناؤ۔

حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں۔ جنھیں سن کر نجاشی سمیت اس کے سارے درباری اس قدر روئے کہ ان کی ڈاڑھیاں اور صحیفے تر ہو گئے۔ پھر نجاشی نے کہا یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰؑ لے کر آئے تھے دونوں ایک ہی شمع دان سے نکلے ہوئے ہیں۔ الختصر نجاشی نے سفارت کاروں سے کہا کہ تم دونوں چلے جاؤ، میں ان لوگوں کو تمھارے حوالے نہیں کر سکتا اور نہ ان کے خلاف یہاں

Marfat.com

کوئی چال چلی جا سکتی ہے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں اس کے بعد وہ دونوں اپنے تحفے لیے بے آبرو ہو کر نکلے اور ہم نجاشی کے پاس ایک اچھے ملک میں ایک اچھے پڑوسی کے زیر سایہ مقیم رہے۔ (ابن ہشام)

جن سادہ الفاظ کے ساتھ حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے دربار میں رسول کریم ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات بیان کیں یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی بھی شخص جو انصاف اور حق پسندی کے ساتھ ذرا سا بھی غور کرے تو اس کا دل خود گواہی نہ دے کہ ان پاکیزہ تعلیمات سے منہ موڑنے کی کوئی وجہ نہیں اور وہ ان تعلیمات کا اثر لیے بغیر رہ نہ سکے گا بشرطیکہ وہ قلب سلیم اور قلب منیب رکھتا ہو۔

ابوطالب کو قریش کی دھمکی

حبشہ میں جب مشرکین کی چال ناکام ہوئی تو انھوں نے یہی مفید سمجھا کہ ابوطالب سے دو دو باتیں ہو جائیں، لہٰذا سرداران قریش ابوطالب کے پاس حاضر ہوئے اور بولے: ''ابوطالب! آپ ہمارے اندر سن و شرف اور اعزاز کے مالک ہیں۔ ہم نے آپ سے گزارش کی کہ اپنے بھتیجے کو روکیے، لیکن آپ نے نہیں روکا۔ آپ یاد رکھیں ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے آبا و اجداد کو گالیاں دی جائیں، ہماری عقل و فہم کو حماقت زدہ قرار دیا جائے اور ہمارے خداؤں کی عیب چینی کی جائے۔ آپ روک دیجیے ورنہ ہم آپ سے اور ان سے ایسی جنگ چھیڑ دیں گے کہ ایک فریق کا صفایا ہو کر رہے گا۔''

ابوطالب پر اس زوردار دھمکی کا بہت زیادہ اثر ہوا اور انھوں نے آپ ﷺ کو بلا کر کہا: ''بھتیجے! تمھاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور ایسی ایسی باتیں کہہ گئے ہیں۔ اب مجھ پر اور خود اپنے آپ پر رحم کرو اور اس معاملے میں مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میرے بس سے باہر ہے۔''

Marfat.com

یہ سن کر رسول کریم ﷺ نے سمجھا کہ اب چچا بھی آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔اب وہ بھی آپ ﷺ کی مدد سے کم زور پڑ گئے ہیں۔ اس لیے فرمایا:

''چچا جان! اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں تو بھی میں اس کام کو اس کی حد تک پہنچائے بغیر نہیں چھوڑ سکتا، یہاں تک کہ یا تو اللہ اسے غالب کر دے یا میں اسی راہ میں فنا ہو جاؤں۔'' اس کے بعد آپ ﷺ کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔آپ ﷺ رو پڑے اور اٹھ گئے، جب واپس ہونے لگے تو ابو طالب نے پکارا اور جب آپ ﷺ سامنے تشریف لائے تو کہا:

''بھتیجے! جو چاہو کہو، اللہ کی قسم! میں تمھیں کبھی بھی کسی بھی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتا یہاں تک کہ میں مٹی میں دفن کر دیا جاؤں۔تم اپنی بات کھلم کھلا کہو۔تم پر کوئی قدغن نہیں، تم خوش ہو جاؤ اور تمھاری آنکھیں اس سے ٹھنڈی ہو جائیں۔'' (ابن ہشام)

ابو طالب کی حمایت

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ ابو طالب کی جانب سے آپ ﷺ کی حمایت اس پیغام کی حمایت نہ تھی جس کے ساتھ آپ ﷺ کی بعثت ہوئی تھی بلکہ یہ غیروں کے مقابلے میں آپ ﷺ کی ذات کی حمایت تھی، اس لیے وہ مکمل کامیابی نہ پا سکے۔ (دروس سیرتؐ)

شعب ابی طالب میں

جب کفار نے دیکھا کہ ایسی اذیتوں اور تکلیفوں پر بھی سیّدنا محمد (ﷺ) اپنی تعلیم پر قائم ہیں اور بے نظیر جرأت اور اَن تھک محنت سے اپنا کام کیے جاتے ہیں تو ۷ نبوی میں انھوں نے طے کیا کہ پورے بنو ہاشم (رسول کریم ﷺ کا قبیلہ جو اگرچہ سارا مسلمان نہیں ہوا لیکن پھر بھی انھوں نے آپ ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑا) سے رشتہ

Marfat.com

ناتا کرنا چھوڑ دو، انھیں گلی بازار میں پھرنے نہ دو۔ ان کو کوئی چیز قیمتاً بھی نہ دو، چناں چہ اس بات کا معاہدہ لکھ کر باب کعبہ پر لٹکا دیا گیا۔ رسول کریم ﷺ اور آپ ﷺ کا قبیلہ مجبوراً گھر بار چھوڑ کر پہاڑ کی گھائی جسے شعب ابی طالب یا شعب ابی یوسف کہتے ہیں، آج کل اس مقام کو شعب علی کہا جاتا ہے، میں محبوس و محصور ہو کر رہنے لگے حتّٰی کہ قریش نے اشیائے خوردنی کا ان کے پاس پہنچنا بھی بند کر دیا۔ اشیائے خوردنی کی عدم دستیابی کے باعث بنو ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس قدر رویا کرتے کہ ان کی آواز گھائی کے باہر تک سنائی دیتی۔ تین برس رسول کریم ﷺ اور ان کے خاندان نے اسی طرح کاٹے اور جو مسلمان تھے وہ بھی اپنے گھروں میں قیدی بن کر رہنے لگے۔ حج کے دنوں میں، جب کافر بھی دشمن سے لڑنا حرام جانتے تھے، اس وقت رسول کریم ﷺ اس گھائی سے باہر نکلا کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا وعظ سنایا کرتے تھے اور کم بخت ابولہب صبح سے شام تک رسول کریم ﷺ کے پیچھے پیچھے پھرا کرتا کہ لوگو! یہ دیوانہ ہے اس کی بات نہ سنو، جو کوئی اس کی بات سنے گا اور مانے گا تو وہ تباہ ہو جائے گا۔ تین برس تک رسول کریم ﷺ نے اس سختی کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ جب ان کافروں نے گھاٹی پر سے پہرے اٹھا لیے اور دیمک نے ان کے معاہدے کا کاغذ کھا لیا، جو کہ کعبہ پر لٹکایا گیا تھا تو تب کہیں جا کر رسول کریم ﷺ باہر نکلے اور پھر وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ (بخاری)

وہ قریش جنھوں نے تین برس تک آپ ﷺ کو محصور رکھا اور جو آپ ﷺ کے پاس غلّے کا ایک دانہ بھی پہنچنے کے روادار نہ تھے، ان کی شرارتوں کی پاداش میں دعائے نبوی کی استجابت نے ابر رحمت کا سایہ ان کے سر سے اٹھا لیا اور مکہ میں اس قدر سخت قحط پڑا کہ لوگ ہڈی اور مردار کھانے لگے۔ ابوسفیان نے آپ ﷺ کی

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''محمد (ﷺ)! تمھاری قوم ہلاک ہو رہی ہے، اللہ سے دعا کرو کہ یہ مصیبت دور ہو''۔ آپ ﷺ نے بلا عذر فوراً دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ نے اس مصیبت سے ان کو نجات دی۔ لیکن اس کے باوجود ان بدبختوں کو ذرا بھی حیا نہ آئی اور ان کے ظلم وستم کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔

ابوطالب کا انتقال

شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد بھی حضرت ابو طالب اپنے بھتیجے کی حمایت وحفاظت میں برابر مددگار رہے۔ کئی سال کے پے در پے سنگین حوادث نے اور خصوصاً شعب ابی طالب کی محصوری نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ ان کی عمر اسّی سال سے متجاوز ہونے کی وجہ سے قویٰ بھی مضمحل ہو گئے تھے۔ چناں چہ گھاٹی سے نکلنے کے چند ماہ بعد ہی انھیں سخت بیماری نے آپکڑا۔ مرض بڑھتا گیا اور بالآخر وہ انتقال کر گئے۔ ان کی وفات شعب ابی طالب کی محصوری کے خاتمے کے چھے ماہ بعد رجب ۱۰ نبوی میں ہوئی۔ (الرحیق المختوم)

ابن ہشام، طبری اور ابن اسحاق نے روایت کیا ہے۔ جب ابو طالب کی وفات ہو گئی تو قریش کے لوگوں نے آپ ﷺ کو ایسی اذیتیں پہنچانی شروع کر دیں جو وہ ان کی زندگی میں نہ پہنچا سکتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ مکہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ قریش کے ایک اوباش نے سر بازار آپ ﷺ کے سر مبارک پر مٹی ڈال دی۔ آپ ﷺ اسی حالت میں واپس گھر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی صاحب زادی حضرت فاطمہؓ نے آپ ﷺ کا سر دھلایا۔ دھلاتے ہوئے وہ روتی جاتی تھیں اور آپ ﷺ انھیں تسلی دینے کے لیے یہ فرماتے جاتے تھے:

''رو نہیں میری بیٹی! تمھارے باپ کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا۔''

Marfat.com

ابن اسحاق کی ایک طویل روایت سے بھی قریش کے سرکشوں کے ارادے پر روشنی پڑتی ہے۔ایک بار عقبہ بن ابی معیط نے رسول اللہ ﷺ کی گردن حالت سجدہ میں اس زور سے روندی کہ معلوم ہوتا تھا دونوں آنکھیں باہر نکل آئیں گی۔

ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ کا انتقال

رسول کریم ﷺ کی بعثت کا دسواں سال آپ ﷺ کے لیے غم کا سال تھا۔اسی میں آپ ﷺ کی زوجہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد بھی وفات پا گئیں۔ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے: خدیجہؓ اور ابو طالب کی وفات کے درمیان ایک مہینہ پانچ دن کا وقفہ تھا۔ایک قول یہ بھی ہے کہ انھوں نے ابو طالب کی وفات کے صرف تین دن بعد پہلے ماہ رمضان میں وفات پائی (تلقیح الفہوم)۔آپ ﷺ کی پیاری بیوی سیدہ خدیجہؓ نے اپنا سارا مال رسول کریم ﷺ کی خوشی پر قربان اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کر دیا تھا (مسند احمد)۔ یہ سب سے پہلے اسلام لائی تھیں، جبرائیلؑ نے انھیں اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا تھا (بخاری)۔اپنی شریک زندگی کے فوت ہو جانے کا آپ ﷺ کو بہت صدمہ ہوا۔

غم کا سال

آپ ﷺ کے لیے ابھی تک اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ اور چچا ابو طالب کا وجود ایک ڈھال تھا۔عرب کی ان نامور شخصیات کے ہوتے ہوئے مخالفین کو کسی بھی قسم کی بدتمیزی اور غیر شریفانہ حرکت کرنے کے لیے پہلے سو بار سوچنا پڑتا تھا کیوں کہ یہ دونوں شخصیات آپ ﷺ کی پشت پناہ تھیں اور آپ ﷺ کو ان کی وجہ سے ہر قسم کا تحفظ میسر تھا۔مگر ان دونوں کی وفات کے بعد میدان صاف ہو گیا۔ برادری میں کوئی ایسا

Marfat.com

معتبر شخص باقی نہ رہا جس کا کفار مکہ کو پاس لحاظ ہوتا اور اس کے ڈر سے یہ لوگ کسی انتہائی اقدام سے گریز کرتے۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہؓ راہ اسلام کی سچی رفیق سفر تھیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کے سامنے اپنی پریشانیاں بیان کرتے اور ان سے تسلی پاتے تھے۔ رہے ابو طالب تو وہ آپ ﷺ کے معاملے میں آپ ﷺ کے دست و بازو اور آپ ﷺ کی پناہ تھے اور قوم کے معاملے میں آپ ﷺ کے مددگار رہتے تھے۔ اس سال رسول کریم ﷺ نے راہ دعوت میں شدید تکلیفیں جھیلیں، جس کی بنا پر آپ ﷺ نے اسے ''غم کا سال'' قرار دیا۔

غم خواروں کی جلد وفات پا جانے میں حکمت

رسول اللہ ﷺ کے والد ماجد کا آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی انتقال ہو گیا تھا گویا آپ ﷺ رحم مادر ہی میں یتیم ہو گئے تھے۔ اسی لیے آپ ﷺ پدری سہارے اور مدد کی طرف دیکھنے کے عادی نہ ہوئے۔ والد کا سہارا بعض اوقات انسان میں سستی اور کاہلی کا باعث بھی بن جاتا ہے۔

چھ سال کی عمر میں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ ماں انسان کا سب سے بڑا مادی سہارا ہوتی ہے۔ دل میں ماں کی جگہ کوئی اور نہیں لے سکتا۔ آپ ﷺ سے یہ سہارا بھی چھن گیا۔ حوادث زمانہ آپ ﷺ کی تربیت کر رہے تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ فخر کائناتؐ کا ارادہ مضبوط تر ہوتا رہا۔

آٹھ سال کی عمر میں آپ ﷺ کے سر سے دادا کا سایہ بھی اٹھ گیا۔ جو مکہ اور اہل مکہ کا سہارا تھے، بالآخران کی زندگی کا چراغ بھی گل ہو گیا۔

پھر غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ قضائے الٰہی نے مکے میں مسلمانوں کو

Marfat.com

طاقت وقوت حاصل ہونے اور استحکام ملنے سے قبل ہی جناب ابو طالب کو کیوں اٹھالیا جب کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو بہت سے مصائب و شدائد سے حتی الامکان بچاتے تھے؟ اسی طرح قضائے الٰہی نے حضرت خدیجہؓ کو اتنی جلد کیوں اٹھالیا؟ جب کہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ انسیت اور تسلی پاتے تھے اور ان کے تعاون سے آلام وشدائد کے احساسات سے محفوظ ہو جاتے تھے۔ دونوں کے اتنی جلد دنیا سے اٹھالیے جانے میں آخر کیا حکمت پوشیدہ تھی؟ یہ ایک بہت اہم بات ہے جس کا اسلامی عقیدے کی بنیاد سے گہرا تعلق ہے۔

اگر جناب ابو طالب مدینے میں اسلامی ریاست قائم ہو جانے تک زندہ رہتے اور برابر اپنے بھتیجے کی حمایت و مدافعت کرتے اور انھیں مشرکین کی اذیتوں سے بچاتے رہتے تو اس سے کسی کو اس بات کا وہم ہوسکتا تھا کہ اس دعوت کے پس پردہ ابو طالب کی شخصیت تھی اور یہ کہ انھوں نے اگر چہ اس پر ایمان کا اظہار نہیں کیا تھا اور اس کے جھنڈے تلے نہیں آئے تھے لیکن وہی اسے آگے بڑھا رہے تھے اور اپنی قوم کے درمیان اپنی حیثیت اور مقام و مرتبے کے ذریعے اس کی حمایت کر رہے تھے۔ اور کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو کار دعوت کی انجام دہی کے دوران خوش قسمتی سے اپنے چچا کی حمایت حاصل ہوگئی تھی جس کی بنا پر آپ ﷺ ایذا و تعذیب سے محفوظ رہے تھے، جب کہ دیگر مسلمان اس جیسی حمایت سے محروم تھے اس لیے انھیں ستایا گیا اور طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں۔

اس بنا پر حکمت الٰہی کا فیصلہ یہ ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے چچا ابو طالب اور اپنی زوجہ حضرت خدیجہؓ کی معاونت سے محروم ہو جائیں۔ ان لوگوں سے محروم ہو جائیں جو ظاہر میں آپ ﷺ کے حامی و مددگار اور مونس وغم خوار تھے۔ دراصل

Marfat.com

اللہ تعالیٰ آنے والی نسلوں کو ایک اہم بات بتانے کے لیے آپ ﷺ کے تمام ظاہری اور مادی اسباب ختم کرنے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کو صرف مسبب الاسباب کی طرف متوجہ کر رہے تھے گویا اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے فرما رہے تھے:

آپ ﷺ کا انتخاب صرف اللہ کا نام لینے کے لیے کیا گیا ہے۔ کیا آپ ﷺ دیکھتے نہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے والد کو آپ ﷺ کی ولادت سے بھی پہلے اٹھا لیا، پھر ولادت کے بعد آپ ﷺ کی والدہ اور پھر آپ ﷺ کے دادا کو اپنے پاس بلا لیا۔ میں نے آپ ﷺ کے ہر حامی و ناصر کو یکے بعد دیگرے اس لیے چھینا تاکہ آپ ﷺ کے حاشیۂ خیال میں بھی میرے سوا کوئی اور نہ آئے۔ ہر دم میری جستجو میں اور صرف میری طرف متوجہ رہیے اور اس کائنات کے ذرّے ذرّے میں میری آواز سننے کی کوشش کیجیے۔ (نور سرمدی فخر انسانیتؐ)

اس سنت الٰہی کی جلیل القدر حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے راہِ دعوت میں شدید تکلیفیں برداشت کی ہیں اس طرح ہر زمانے میں دعوت اسلامی کی ذمہ داری انجام دینے والے عام مسلمانوں کو اگر ایسی ہی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑے تو وہ انھیں ہلکا سمجھیں اور بخوشی گوارا کر لیں۔ اگر اللہ کے رسول ﷺ بغیر کسی مشقت اور پریشانی کے اپنی دعوت میں کامیاب ہو گئے ہوتے تو آپ ﷺ کے اصحابؓ اور بعد کے مسلمان بھی یہ خواہش رکھتے کہ آپ ﷺ کی طرح انھیں بھی کوئی مشقت نہ برداشت کرنی پڑے اور اگر دعوت اسلامی کی راہ میں ان کے سامنے مصائب اور آزمائشیں آتیں تو ان کو گراں گزرتا۔ لیکن جب انھیں معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور اس کا برگزیدہ بندہ ہونے کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ کو ستانے کے ایسے طریقے اختیار کیے گئے کہ جنھیں دیکھ کر زمین و آسمان بھی روئے تو یقیناً

Marfat.com

مسلمانوں کا یہ احساس خود ان پر ہونے والی تکلیفوں کے اثر میں کمی کر دے گا۔ مسلمان ہر آزمائش کو جھیل لیں گے اور ہر تکلیف کو بخوشی برداشت کر لیں گے اس احساس کے ساتھ کہ وہ بھی اسلامی دعوت کی راہ میں ویسی ہی تکلیفیں اٹھا رہے ہیں جیسی ان کے رسول کریم ﷺ نے اٹھائی تھیں۔ اور وہ ٹھیک اسی راہ پر چل رہے ہیں جس پر چلتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیفیں دی گئی تھیں۔ (دروس سیرتؐ)

رسول کریم ﷺ کا سفر طائف

اگرچہ ابوطالب کا سہارا جاتا رہا اگرچہ سیدہ خدیجہؓ جیسی بیوی جو مصیبتوں اور تکلیفوں میں نہایت غم گسار تھیں، جدا ہو گئیں۔ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے پہلے سے زیادہ جوش وجذبے سے وعظ کا کام شروع کر دیا۔ جب قریش نے اللہ کے رسول ﷺ کو سخت اذیتیں پہنچائیں اور مکہ کی زمین سخت اذیتوں کی وجہ سے مزید دعوت و تبلیغ کے لیے تنگ ہو گئی تو آپ ﷺ نے طائف کا رخ کیا۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ وہاں کا قبیلہ بنو ثقیف اسلامی دعوت کے کام میں آپ ﷺ کی مدد اور حمایت کرے۔ ویسے بھی اگر ایک سرزمین جدوجہد کے لیے غیر موزوں ہو جائے تو قیادت کے لیے لازم ہوتا ہے کہ وہ اس زمین کو خیر آباد کہہ دے اور نئے جہانوں کی تلاش میں چل نکلے جو اس کی انقلابی جدوجہد کے لیے موزوں ہوں۔ چناں چہ رسول کریم ﷺ نئی سرزمین کی تلاش میں شوال ۱۰ نبوت (اواخر مئی یا اوائل جون ۶۱۹ء) میں طائف تشریف لے گئے (تاریخ اسلام)۔ مکہ مکرمہ سے ساٹھ ستر میل دور طائف ایک زرخیز و شاداب بستی تھی۔ پھلوں سے لدے ہوئے باغات اور پھولوں سے مہکتے ہوئے چمنستانوں والی اس سرزمین کے لوگ بڑے خوش حال اور دولت مند تھے اور جیسا کہ دولت مندوں کا عمومی مزاج ہوتا ہے کہ وہ ہر

Marfat.com

وقت دولت کے نشے میں دھت رہتے ہیں۔ اہل طائف کے احساسات بھی اس سے مختلف نہ تھے۔ خاندانی رعونت و پندار نے انھیں فرعون بنایا ہوا تھا۔ وہ کسی کو خاطر ہی میں نہیں لاتے تھے۔ دولت و جہالت کے نشے میں اس طرح غرق تھے کہ گردوپیش کا بھی ہوش نہ تھا۔ انھیں کیا پتا کہ نبوت ہمیشہ نڈر اور بے باک ہوتی ہے اور اسے کوئی مادی طاقت، جاہ و منصب اور ظالم اقتدار خوف زدہ نہیں کرسکتا۔ چناں چہ کسی بھی نبی کو جب حکم ملتا ہے:

> ''اے رسول ﷺ جو احکام بھی آپ ﷺ کے ربّ کی طرف سے آپ ﷺ پر نازل کیے گئے ہیں وہ لوگوں تک پہنچا دیجیے۔'' (المائدہ ۵ :۶۷)

تو وہ سر دھڑ کی بازی لگا دیتا ہے اور ہر قیمت پر اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچاتا ہے خواہ ان کی جبینیں شکن آلود ہی کیوں نہ ہوں اور کل قیامت کے دن وہ یہ نہ کہہ سکیں:

> ''ہمارے پاس تو کوئی بشارت دینے والا یا کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں تھا۔ ورنہ ہم تو ضرور ایمان لے آتے اور اس کی پیروی کرتے۔'' (المائدہ ۵:۱۹)

اللہ کے رسول ﷺ دو وجوہ کی بنیاد پر اس حقیقت سے بہ خوبی آگاہ تھے کہ قبیلہ ثقیف کا قبول اسلام نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ ان میں پہلی وجہ تو یہ تھی کہ ان کی فوجی اور معاشی حیثیت مستحکم تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ قریش کے ساتھ ان کے تعلقات مضبوط بنیادوں پر استوار تھے لہٰذا اس بات کا قوی امکان تھا کہ کسی ایک کے قبول اسلام سے دوسرا کسی بھی صورت پیچھے نہیں رہے گا۔ یہی وجہ تھی کہ رسول کریم ﷺ

Marfat.com

ثقیف کے اسلام قبول کرنے کے اتنے ہی شدید خواہاں تھے جتنے اس سے پہلے قریش کے قبول اسلام کے خواہاں تھے۔ آپ ﷺ سمجھتے تھے کہ وہ ایک ہوشیار اور زیرک قوم ہے اور دین اسلام کو ان کی شمولیت سے بہت زیادہ فوائد حاصل ہوں گے اور ان کے قبول اسلام کے دوررس اثرات مرتب ہوں گے۔ چناں چہ رسول کریم ﷺ نے اہل طائف کی رعونت اور ردعمل کی پروا کیے بغیر ان تک دعوت حق پہنچانے کا فیصلہ فرما لیا اور زیدؓ بن حارثہ کو ساتھ لے کر طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ ﷺ نے یہ مسافت آتے جاتے پیدل طے فرمائی تھی۔ راستے میں جس قبیلے سے گزر ہوتا اسے اسلام کی دعوت دیتے لیکن کسی نے بھی یہ دعوت قبول نہ کی۔ جب طائف پہنچے تو قبیلہ ثقیف کے تین سرداروں کے پاس تشریف لے گئے جو آپس میں بھائی تھے اور جن کے نام یہ تھے: عبد یالیل، مسعود اور حبیب۔ ان تینوں کے والد کا نام عمرو بن حمیر ثقفی تھا۔ یہ تینوں بھائی بڑے بااثر سمجھے جاتے تھے۔ ان میں سے ایک کی شادی قبیلہ قریش میں ہوئی تھی اور اس کے گھر قریشی خاتون تھیں جس کا نام ''صفیہ بنت معمر'' تھا۔ اس قرابت وخصوصیت کی بنا پر رسول کریم ﷺ طائف میں سب سے پہلے ان ہی کے پاس پہنچے۔ آپ ﷺ نے ان کے پاس بیٹھنے کے بعد انھیں پیغام حق دیا اور انھیں اللہ کی اطاعت اور اسلام کی مدد کی دعوت دی۔ یہ سر پھرے وڈیرے اور بگڑے ہوئے رئیس آپ ﷺ کی بات سن کر بپھر گئے۔ انھیں یوں لگا جیسے انھیں موجودہ معاشرتی حیثیت، جاہ وجلال اور اقتدار سے دست بردار ہونے کا حکم دے دیا گیا ہو۔ ان کے نتھنے پھول گئے، غیظ وغضب نے انھیں آتش زیر پا کر دیا۔ ایک بولا: اگر اللہ نے تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے تو وہ کعبہ کے پردے پھاڑ رہا ہے۔ دوسرے نے کہا: کیا اللہ کو تمھارے علاوہ کوئی اور نہ ملا؟ تیسرے نے کہا: میں تم سے ہرگز بات نہ کروں گا۔ اگر تم واقعی پیغمبر ہو تو تمھاری بات رد کرنا میرے لیے انتہائی خطرناک ہے

Marfat.com

اور اگر تم نے اللہ پر جھوٹ گھڑ رکھا ہے تو پھر مجھے تم سے بات کرنی ہی نہیں چاہیے (بخاری)۔ ایسے فرعون صفت اور ہامان سرشت نمرودوں کے پاس اس جرأت اور دھڑلے سے پہنچ جانا بڑے دل گردے کا کام تھا۔ اس سے رسول کریم ﷺ کے عزم و استقلال، آپ ﷺ کی جرأت و ہمت، خوداعتمادی اور حوصلہ مندی کا پتا چلتا ہے جس کا مقصد پیغام پہنچا کر اپنا فرض منصبی ادا کرنا تھا، جو آپ ﷺ نے بخوبی ادا کیا۔ رسول کریم ﷺ نے طائف میں دس دن قیام فرمایا۔ اس دوران آپ ﷺ ان کے ایک ایک سردار کے پاس تشریف لے گئے اور ہر ایک سے گفت گو کی لیکن سب کا ایک ہی جواب تھا کہ تم ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔ ان لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو سختی سے رد کر دیا اور اتنی درشتی اور بدتہذیبی سے پیش آئے جس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے نازیبا سلوک سے سمجھ لیا کہ فی الوقت ان میں کوئی خیر و برکت نہیں ہے لہٰذا آپ ﷺ ان کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان لوگوں سے فرمایا: ''جو کچھ تم نے کرنا تھا وہ تو کر دیا اب اتنا کرو کہ بدسلوکی کی اس داستان کو اپنے تک ہی محدود رکھو'' (بخاری)۔ کیوں کہ آپ ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ مکے والوں تک یہ خبر پہنچ جائے اور وہ اپنی زیادتیوں میں اور اضافہ کر دیں۔ مگر طائف کے تنگ ظرف سردار ایسا نہ کر سکے۔ انھوں نے نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کی ہر بات ٹھکرا دی، بلکہ اپنی کمینگی اور پست فطرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے اوباش نوجوانوں کو اکٹھا کیا اور انھیں مذاق اڑانے، آوازے کسنے، پتھر مارنے اور ذہنی اذیت پہنچانے کے لیے پیچھے لگا دیا۔ چناں چہ جب آپ ﷺ نے واپسی کا قصد فرمایا تو یہ اوباش گالیاں دیتے، تالیاں پیٹتے اور شور مچاتے آپ ﷺ کے پیچھے لگ گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اتنی بھیڑ جمع ہو گئی کہ آپ ﷺ کے

Marfat.com

راستے کے دونوں جانب قطار لگ گئی۔ پھر گالیوں اور بدزبانیوں کے ساتھ ساتھ پتھر بھی چلنے لگے۔ زیادہ تر ان کی کوشش یہی تھی کہ ٹخنوں اور قدموں کو نشانہ بنایا جائے تاکہ چل نہ سکیں۔ شدت کرب سے جب آپ ﷺ بیٹھ جاتے تو ظالم بازو تھام کر کھڑا کر دیتے اور پھر پتھراؤ شروع کر دیتے۔ سارا جسم اطہر لہولہان ہو گیا۔ کپڑے خون میں لت پت ہو گئے۔ یہ وہ منظر تھا جس کی پیشین گوئی تورات میں کی گئی تھی کہ وہ نبی آخر الزمان خون میں ڈوبا ہوا لباس پہنے ہوئے آئے گا۔ ادھر حضرت زیدؓ ڈھال بن کر، چلتے ہوئے پتھروں کو روک رہے تھے۔ آپ ﷺ کو پتھروں سے بچانے کے لیے خود پتھروں کی بارش اپنے اوپر لیتے رہے یہاں تک کہ ان کا سر پھٹ گیا۔ بدمعاشوں نے یہ سلسلہ برابر جاری رکھا یہاں تک کہ آپ ﷺ کو عتبہ اور شیبہ ابنائے ربیعہ کے ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ یہ باغ طائف سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ جب آپ ﷺ نے یہاں پناہ لی تو بھیڑ واپس چلی گئی اور آپ ﷺ ایک دیوار سے ٹیک لگا کر انگور کی بیل کے سائے میں بیٹھ گئے۔ جب آپ ﷺ کو اس سائے میں کچھ اطمینان نصیب ہوا تو آپ ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے جو دعائے مستضعفین کے نام سے مشہور ہے۔ اس دعا کے ایک ایک فقرے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ طائف میں اس بدسلوکی سے دوچار ہونے کے بعد اور کسی ایک بھی شخص کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ ﷺ کس قدر دل فگار تھے اور آپ ﷺ کے احساسات پر حزن والم اور غم و افسوس کا کس قدر غلبہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''اے اللہ! میں تیرے ہی حضور اپنی بے بسی و بے چارگی اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔

Marfat.com

اے ارحم الراحمین تو سارے کم زوروں کا ربّ ہے
اور میرا ربّ بھی تو ہی ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟
کیا کسی بے گانے کے حوالے جو مجھ سے درشتی سے پیش آئے؟ یا
کسی دشمن کے جس کو تو نے میرے معاملے کا مالک بنا دیا ہے؟
اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی مصیبت کی پروا
نہیں۔ مگر تیری طرف سے عافیت مجھے نصیب ہو جائے تو اس
میں میرے لیے زیادہ کشادگی ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس
نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن اور جس سے
دنیا و آخرت کے حالات درست ہوتے ہیں۔ مجھے اس
سے بچالے کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو یا میں تیرے عتاب کا مستحق
ہو جاؤں۔ تیری ہی رضا مطلوب ہے یہاں تک کہ تو خوش ہو
جائے اور تیرے بغیر کوئی زور آور طاقت نہیں۔'' (المعجم الکبیر)

ممکن ہے، کوئی شخص یہ کہے کہ آخر اس دعا کا کیا مطلب کہ جس سے آپ ﷺ کی دعوتی جدوجہد کے بے نتیجہ ہونے اور اذیت سے دوچار ہونے پر آپ ﷺ کی پریشانی اور دل گرفتگی کا اظہار ہوتا ہے؟ یا پھر زبان پر حرف شکوہ لانے کا کیا مطلب؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صرف اللہ سے شکوہ کرنا عبادت اور اس کے سامنے عاجزی و فروتنی اختیار کرنا اور گڑگڑانا تقرب و اطاعت ہے۔ آزمائشوں اور مصیبتوں کی بہت سی حکمتیں ہیں۔ ان کی سب سے اہم حکمت یہ ہے کہ ان میں مبتلا ہونے والا شخص اللہ کی چوکھٹ پر اپنا سر جھکاتا اور اس کی بندگی کا لباس زیب تن کرتا

Marfat.com

ہے۔اس لیے تکلیفوں پر صبر اور اللہ سے شکوہ کرنے میں کوئی تعرض نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے ذریعے ہمیں دو چیزوں کی تعلیم دی ہے۔

ایک تو یہ کہ آزمائشوں پر صبر کر کے آپ ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے کہ یہی تمام مسلمانوں اور خاص طور پر داعیان کرام کا وطیرہ ہونا چاہیے اور بارگاہ الٰہی میں پناہ لے کر اور عاجزی وفروتنی اختیار کر کے آپ ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے کہ بندگی کے طریقے اور اس کے تقاضے کیا ہوتے ہیں۔

دوسرا اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نفس انسانی خواہ کتنا ہی بلند ہو جائے لیکن بہر حال وہ اپنی انسانیت کے دائرے سے تجاوز نہیں کر سکتا۔احساس وشعور انسان کی فطرت میں داخل ہے۔نعمتوں اور آسایشوں کی لذت کا احساس اور اذیت کی تکلیف کے احساس کی وجہ سے وہ مجبور ہے کہ اول الذکر کی طرف مائل ہو اور مؤخرالذکر سے گھبرائے۔اگر غور کریں تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا درحقیقت رسول کریم ﷺ اپنے اس عمل سے اصحابؓ اور اپنے بعد امّت کو اللہ کی راہ میں تمام شدائد ومصائب پر مانگنے کا فن سکھا رہے ہیں۔ ورنہ یہاں ان کو ہلاک کرنے کے لیے آپ ﷺ کا صرف ایک اشارہ ہی کافی تھا۔لیکن آپ ﷺ تین میل تک چلتے گئے ۔آپ ﷺ نے تین میل پتھر کھائے یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے۔ جب آپ ﷺ گرے تو خون میں لت پت تھے۔ وہ دھرتی بھی روئی ، طائف کے پہاڑ بھی روئے اور آسمانوں کے فرشتے بھی روئے۔کوئی اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکا۔حضرت زیدؓ بن حارثہ نے آپ ﷺ کو اٹھایا اور دوڑ کر سامنے کے باغ میں انگور کی بیل کے سائے میں لٹایا تب جا کر وہ بھیڑ واپس گئی۔عتبہ (جس نے بدر

Marfat.com

کی جنگ میں قریش کا جھنڈا اٹھایا ہوا تھا) اور شیبہ دو بھائی تھے، طائف میں رہتے تھے۔ جس باغ میں رسول کریم ﷺ تشریف فرما ہوئے، یہ باغ ان کا تھا۔ دشمن تو مصیبت میں خوش ہوتا ہے لیکن باغ کے مالک ربیعہ کے دونوں بیٹوں نے جب یہ منظر دیکھا تو ان کے دل میں ہم دردی کا جذبہ امڈ آیا۔ جذبہ قرابت میں حرکت پیدا ہوئی اور ان کے قریشی خون نے جوش مارا ۔ بے ساختہ پکار اٹھے یہ محمد (ﷺ) بن عبداللہ کے ساتھ طائف والوں نے کیا کر دیا؟ اور ایسا بے قرار ہوئے کہ خود جا کے انگور توڑے۔ نوکر سے نہیں کہا۔ پلیٹ میں سجائے، جب خود جاتے ہوئے شرم آئی تو اپنے ایک عیسائی غلام کو جس کا نام عداس تھا، بلایا اور اس کے ہاتھ میں انگوروں کا خوشہ رکھ کر کہا، جاؤ اس کے پاس اور اسے کہنا مَیں رشتہ داری کی قسم دے کر کہتا ہوں رد نہ کرنا، یہ انگور کھا لینا۔ ذرا تصور تو کریں جس پر دشمن کو بھی ترس آ جائے انھوں نے کیسا دکھ دیکھا ہوگا؟

عداس نے تھالی میں انگور رکھے اور لے کر آپ ﷺ کے پاس آ گیا اور عرض کیا: آپ (ﷺ) تھکے ہوئے ہیں یہ کھا لیں۔ رسول کریم ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر انگور کا دانہ منہ میں ڈالا تو عداس چونک اٹھا اور حیران ہو کر آپ ﷺ کو دیکھنے لگا۔ وہ اپنی حیرت پر قابو نہ رکھ سکا، آخر بول ہی پڑا: اللہ کی قسم! اس علاقے کے لوگ تو یہ الفاظ نہیں کہتے۔ اس سرزمین پر تو کوئی بسم اللہ سے واقف نہیں ہے، پھر آپ (ﷺ) نے یہ کیسے پڑھ لی؟ اب آپ ﷺ کو اپنے زخموں اور انگوروں کی بجائے اس کی فکر پڑ گئی کہ چلو طائف والے نہ سہی، کاش یہی اسلام لے آئے۔ رسول کریم ﷺ نے پوچھا: تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمھارا دین کیا ہے؟ اس نے کہا: میں عیسائی ہوں اور نینوا (موصل کے قریب ایک گاؤں)

Marfat.com

کا رہنے والا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مرد صالح یونسؑ بن متی کی بستی کے؟ عداس کے تعجب کی انتہا نہ رہی، وہ ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا۔ اس نے پوچھا: آپ (ﷺ) ان کو کیسے جانتے ہیں؟ (المواہب)۔ فرمایا: وہ میرے بھائی ہیں، وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ یہ سنتے ہی عداس آپ ﷺ پر جھکا اور آپ ﷺ کے سر، ہاتھوں اور قدموں کو چومنے لگا۔ عداس کے بارے میں معتبر روایات و آرا ہیں کہ وہ حق شناس انسان تھا۔ جب رسول کریم ﷺ نے اسے بتایا کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں تو اسے پہچاننے میں ذرا دیر نہ لگی، وہ اسی وقت آپ ﷺ کے قدموں پر گر پڑا اور نہایت محبت و عقیدت سے اپنی اطاعت و نیازمندی کا اظہار کیا اور اسی وقت کہا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور آپ ﷺ
اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

اس ایک آدمی کے اسلام لانے پر آپ ﷺ اپنے زخم کسی حد تک بھول گئے۔ ادھر عتبہ اور شیبہ یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر آپس میں بولے: ''لو! اب اس شخص نے ہمارے غلام کو بگاڑ دیا۔'' اس کے بعد جب عداس واپس گیا تو انھوں نے کہا یہ تمھیں کیا ہو گیا تھا کہ اس شخص کے پاؤں پر گر پڑے اور ہاتھ پاؤں چومنے لگے؟ دیکھنا کہیں یہ شخص تمھیں تمھارے دین سے پھیر نہ دے کیوں کہ تمھارا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔ عداس نے جواب دیا۔ میرے آقا: آج روئے زمین پر ان سے افضل کوئی نہیں ہے، انھوں نے مجھے ایسی بات بتائی جسے نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (زادالمعاد)

قدرے ٹھیر کر رسول کریم ﷺ باغ سے نکلے تو مکے کی راہ چل پڑے۔ غم والم کی شدت سے طبیعت نڈھال اور دل پاش پاش تھا۔ سفر طائف

Marfat.com

سے واپسی پر آپ ﷺ اتنے پریشان ہوئے کہ راستہ ہی بھول گئے اور مکہ سے آگے نکل گئے۔

امام بخاریؒ وامام مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ پر کوئی ایسا وقت بھی آیا ہے جو معرکہ احد سے زیادہ سخت ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تمھاری قوم سے مجھے جن جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا، ان میں سب سے سنگین مصیبت وہ تھی جس سے میں گھاٹی (قرن الثعالب، طائف) کے دن دوچار ہوا، جب میں ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے پاس گیا اور اس کے سامنے اپنی دعوت پیش کی مگر اس نے قبول نہیں کی۔ میں غم زدہ حالت میں جدھر منہ اٹھا ادھر چل پڑا۔ قرن الثعالبؑ پہنچ کر مجھے ہوش آیا۔ نگاہ اوپر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک ابر میرے اوپر سایہ کیے ہوئے تھا۔ میں نے بغور دیکھا تو اس میں حضرت جبریلؑ تھے۔ انھوں نے مجھے پکار کر کہا: آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ سے جو بات کہی اللہ نے وہ سب سن لی ہے۔ اب اس نے آپ ﷺ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ ﷺ ان کے بارے میں اسے جو حکم چاہیں دیں۔ اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی اور سلام کرنے کے بعد کہا: اے محمد ﷺ بات یہی ہے۔ آپ ﷺ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ ﷺ چاہیں تو آمنے سامنے کے دونوں پہاڑوں (حرم کے جنوب میں ابوقبیس اور شمال کی جانب قعیقان) کو ملا کر درمیان میں ان کو کچل دوں تو ایسا ہی ہوگا۔ وہ طائف جس نے دعوت اسلام کا جواب استہزا اور تمسخر سے دیا تھا، وہ طائف جس نے داعی اسلام کو اپنی پناہ میں لینے سے انکار کر دیا تھا، وہ طائف جس نے پائے مبارک کو لہولہان کیا تھا، ان کی نسبت فرشتہ غیب پوچھتا ہے کہ حکم ہو تو ان پر پہاڑ

Marfat.com

الٹ دیا جائے۔ رسول کریم ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: ''نہیں'' بلکہ مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ ان کی اولاد سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ واحد کے عبادت گزار ہوں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک بنانا گوارا نہیں کریں گے۔

ساری اعلیٰ قدروں کے شاہ کار محمد ﷺ
بانٹیں کیا کیا چمکیلے کردار محمد ﷺ

سفر طائف میں درسِ نبویؐ

سفر طائف اور اس میں پیش آنے والے ان واقعات میں اہل علم و دین اور مبلغین کے لیے ایک خاص اسوہ اور نبوی درس پوشیدہ ہے، وہ یہ ہے کہ دعوت اور تبلیغ کا میدان عشرت کدہ اور پھولوں کی سیج نہیں ہے۔ حق و صداقت پر مبنی تبلیغ کے راستے میں قدم قدم پر بے شمار مشکلات آتی ہیں۔ مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ طعن و تشنیع اور تمسخر و استہزا کے زہریلے تیر سہنے پڑتے ہیں۔ اہل ہوس کی نفرت و حقارت، جاہلوں کے اکھڑپن، اصحاب اقتدار کے عناد و انتقام اور ابن الوقت ہم عصروں کی ریشہ دوانیوں، افترا پردازیوں اور بدترین سازشوں کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ اگر کسی جگہ معاملہ برعکس ہو اور وہاں تبلیغ کے راستے میں پھولوں کے ہار اور دولت کے انبار ہوں، اسے شاہانہ عیش اور قرب شاہ حاصل ہو، جسے دیکھ کر کسی ذی جاہ صاحب کے ماتھے پر بل نہ پڑتے ہوں، کسی زر پرست حاسد کی آنکھ میں نفرت و حقارت اور غیظ و غضب کے انگارے نہ دہکتے ہوں، کوئی دنیادار اسے دیکھ کر آوازے نہ کستا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ حق پر مبنی، خالص دعوت اور بے لوث تبلیغ نہیں ہے، اس نے اہل باطل سے مفاہمت کر رکھی ہے یہی مفاہمتیں اسے سر آنکھوں پر اٹھاتی، زر و جواہر میں تولتی اور قرب عطا کرتی ہیں۔

Marfat.com

اس واقعے میں یہ درس بھی پنہاں ہے کہ تبلیغ حق اور دعوت الی اللہ بہت بڑی ذمہ داری ہے اور ایک عظیم فرض ہے جس کی ادائیگی بہرصورت ضروری ہے خواہ اس راستے میں پتھر کھانے پڑیں اور دشمنوں کے ذلت آمیز سلوک کا نشانہ بننا پڑے، اس راستے میں یہ سب صعوبتیں اور یہ آلام وشدائد ربانی اعزازات اور انبیائے کرام کا طریقہ ہیں۔ بظاہر انسان عوام کی نظروں میں ذلیل وحقیر ہو جاتا ہے لیکن درحقیقت یہ وہ انعام ہے جسے ہوس کے مارے اور دین سے بے بہرہ دل کے اندھے نہیں سمجھ سکتے۔ بہرحال جب آپ ﷺ سے ایک فرشتے نے آکر کہا: اگر آپ ﷺ چاہیں تو میں یہ پہاڑ اٹھا کر طائف والوں پر رکھ دوں؟ اس وقت اگرچہ آپ ﷺ کے جسم اطہر سے خون بہہ رہا تھا لیکن آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ کس قدر مضبوط ارادے کے مالک تھے کہ اپنے ارادے سے ذرا بھی پیچھے نہ ہٹے! انسان موت تک ایسے قائد کی پیروی کرتے ہوئے اس پر اپنی ہر چیز نچھاور کر سکتا ہے کیوں کہ اسے یقین ہوتا ہے کہ ایسا رہنما اسے آدھے راستے میں نہیں چھوڑ سکتا۔ بھلا ایسے ضعیف الارادہ شخص کے پیچھے کیسے چلا جا سکتا ہے جو ہر لمحہ اپنا ارادہ بدلتا رہتا ہے، مشکل گھڑیوں میں اپنے رفقا کو تنہا چھوڑ دیتا ہے اور ان کے طے شدہ فیصلوں سے پھر جاتا ہے جن کی خاطر ہزاروں افراد قربانیاں دے چکے ہوتے ہیں اور اب اس سے بھی اسی قربانی کا انتظار ہوتا ہے۔ ایسا شخص کیوں کر قیادت و پیشوائی کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے؟ آج انسانیت جس مایوسی کا شکار ہے اس کا سبب قیادت و پیشوائی کے ایسے ہی دعوے داران ہیں (دروس سیرتؐ)۔ دعوت اسلام کی تبلیغ آپ ﷺ کی زندگی کا مقصد تھا۔ اس کے سوا آپ ﷺ کو دنیا کی کسی چیز کی فکر نہ تھی۔ آپ ﷺ کے جسد اطہر کے روئیں روئیں کو اپنی ذمہ داری کا احساس تھا۔

Marfat.com

اس بارگراں کی وجہ سے آپ ﷺ کا انگ انگ دکھ رہا تھا۔ چناں چہ آپ ﷺ نے مکے کی راہ پر مزید پیش قدمی فرمائی۔ طائف کا یہ سفر تقریباً ایک ماہ جاری رہا۔ روایات کے مطابق آپ ۱۰ نبوی، شوال کی ستائیس تاریخ کو تشریف لے گئے تھے اور تیئیس (۲۳) ذی قعدہ کو واپس تشریف لائے۔ اس حساب سے تقریباً پچیس (۲۵) دن بنتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی لطف وکرم

سفر طائف میں جہاں سات آسمانوں کے اوپر سے آنے والی اس غیبی مدد کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا دل مطمئن ہو گیا اور غم والم کے بادل مکمل طور پر چھٹ گئے وہاں یہ بھی سچ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان کی بشاشت جس دل میں جاگزیں ہو جائے تو پھر وہ اپنے ایمان کے مقابلے میں پیش آنے والی مشکلات کی ذرا پروا نہیں کرتا۔ مصائب کے ان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں اللہ رب العزت کی طرف سے نازل ہونے والے پُر سکون اور پُر کشش نغمگی لیے ہوئے الفاظ آپ ﷺ کو کسی اور ہی دنیا کی سیر کراتے۔ فلا وربك ایسے خوب صورت الفاظ پر مشتمل ایک قسم ہے جس میں کمال عشق بھی ہے کمال محبت بھی ہے اور کمال تعلق بھی ہے۔ کلام عرب میں جب کسی عشق ومحبت کی انتہا کو بتایا جاتا ہے تو اس کے لیے ایک طریقہ ہے۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اپنی ذات سے جدا کر دیا جاتا ہے اور پھر اس ذات کو محبوب سے جوڑ دیا جاتا ہے پھر اجنبی بن کے اس کی قسم اٹھائی جاتی ہے۔ قرآن کی قسموں میں سے سب سے خوب صورت قسم جس میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے آپ کو اپنی ذات سے توڑ کے پھر محبوب سے جوڑ کر فرمایا:

”فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔“

Marfat.com

''میرے حبیب ﷺ مجھے تیرے ربّ کی قسم! یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں آپ ﷺ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔'' (النساء ۴: ۶۵)

اور جب آپ ﷺ کسی جگہ تشریف فرما ہوتے اور آپ ﷺ کے اردگرد کم زور اور مظلوم صحابہ کرامؓ موجود ہوتے تو انھیں دیکھ کر مشرکین استہزا کرتے ہوئے کہتے: ''اچھا! یہی حضرات ہیں جن پر اللہ نے ہمارے درمیان سے احسان فرمایا ہے!''

جواباً اللہ کا ارشاد ہے:

''أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشّٰكِرِينَ۔''

''کیا اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو اِن سے زیادہ نہیں جانتا؟'' (الانعام ۶: ۵۳)

دعوت اِلی اللہ کے مقابلے میں سابقہ انبیاؑ پر جب بھی اعتراض ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی خود صفائی پیش کی اور نہ ہی ان کی سچائی میں قسم کھائی بلکہ نبیوں نے خود جواب دیے۔ جیسے حضرت ہودؑ کی قوم نے ان سے کہا:

''اِنَّا لَنَرٰكَ فِىْ سَفَاهَةٍ۔''

''ہم تو تمھیں کم عقل (پاگل) سمجھتے ہیں۔'' (الاعراف ۷: ۶۶)

حضرت ہودؑ کی طرف سے جواب آرہا ہے

''لَيْسَ بِىْ سَفَاهَةٌ۔''

''نہیں نہیں، اے میری قوم! میں ذرا بھی کم عقل (پاگل) نہیں بلکہ میں ربّ العالمین کا رسول ہوں۔'' (الاعراف ۷: ۶۷)

Marfat.com

حضرت نوحؑ سے اُن کی قوم کے سرداروں نے کہا:

"اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔"

"ہمیں تو یہ نظر آیا ہے کہ تم گمراہی میں مبتلا ہو۔" (الاعراف ۷:۶۰)

حضرت نوحؑ نے خود جواب دیا

" لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔"

اے برادرانِ قوم! میں گمراہ نہیں ہوں بلکہ ربّ العالمین کا رسول ہوں۔" (الاعراف ۷:۶۱)

جب قریش نے اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت کا قلع قمع کرنے کے لیے ہنسی، ٹھٹھا، استہزا اور تکذیب جیسے مختلف طریقے اختیار کیے تو خود اللہ ربّ العزت نے کہیں مشرکین کے اعتراضات کو نقل کر کے اور کہیں نقل کے بغیر خود جواب دیے۔ چند ایک ملاحظہ فرمایئے:

"وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۔"

"یہ منکرین کہتے ہیں کہ تم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول نہیں ہو۔" (الرعد ۱۳:۴۳)

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ ﷺ کہتے کہ میں اللہ کا رسول ہوں ۔ جیسے حضرت نوحؑ نے کہا۔ لیکن رسول کریم ﷺ کے بولنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔

" یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۔"

" مجھے قسم ہے قرآن حکیم کی بے شک آپ ﷺ میرے رسولوں میں سے ہیں۔" (یٰسین ۳۶:۲ تا ۳)

Marfat.com

انھوں نے کہا: یہ شاعر ہے، ہم اس کی نہیں سنیں گے۔
اللہ نے جواب دیا:

"فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ۔"

"پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جو تم دیکھتے ہو، اور ان کی بھی جنھیں تم نہیں دیکھتے، بے شک یہ ایک رسول کریم کا قول ہے، کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ مگر تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔" (الحاقہ ۶۹:۳۸ تا ۴۱)

کافروں نے کہا یہ مجنون (دیوانہ) ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ۔"

"اے وہ شخص جس پر یہ ذکر نازل ہوا ہے، یقیناً تو کوئی مجنون ہے۔" (الحجر ۱۵:۶)

جواب میں خود اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کر کہا:

"نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ۔"

"نٓ۔ قسم ہے قلم کی اور اُس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں، آپ ﷺ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔" (القلم ۶۸:۱ تا ۲)

مذکورہ بالا آیات کے پہلو بہ پہلو ایسی آیات کا نزول بھی ہو رہا تھا جس میں دیگر انبیاؑ کی نسبت پروردگار کی طرف سے آپ ﷺ پر خصوصی لطف و کرم کی باتیں بھی کہی جا رہی تھیں۔ جیسا کہ ابراہیمؑ کہہ رہے ہیں:

"وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ۔"

Marfat.com

''یا اللہ مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں سے بنا دے۔''(الشعراء ۲۶:۸۵)

لیکن اپنے محبوب کو مانگنے سے پہلے اللہ کہہ رہا ہے:

'' اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۔''

''بلاشبہ ہم نے آپ ﷺ کو کوثر (اس سے مراد ہے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں جن میں روزِ محشر کا حوضِ کوثر اور جنت کی نہر کوثر بھی شامل ہیں) عطا کر دی۔''(الکوثر ۱۰۸:۱)

حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں:

'' وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۔''

'' یا اللہ ! میرے بعد والے مجھے اچھے نام سے یاد رکھیں۔''(الشعراء ۲۶:۸۴)

اللہ نے قبول فرمایا۔ درود ابراہیمی تعلیم ہوا۔

اللہ نے ایسے ہی اپنے محبوب ﷺ کو مانگنے سے پہلے فرمایا:

'' وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔''

''ہم نے آپ ﷺ کا ذکر بلند کر دیا ہے۔''(الم نشرح ۹۴:۴)

حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے ہیں:

'' وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۔''

''اور مجھے قیامت کے دن رسوائی سے بچا۔''(الشعراء ۲۶:۸۷)

اور اللہ نے اپنے آخری رسول ﷺ سے فرمایا:

'' يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ ۔''

Marfat.com

''یہ وہ دن ہو گا جب اللہ اپنے نبی ﷺ اور جوان کے ساتھ ایمان لائے ہیں، کبھی رسوانہ کرے گا۔'' (التحریم ۶۶:۸)

حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں:

''رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۔''

''یا اللہ میرا سینہ کھول دے۔'' (طٰہٰ ۲۰:۲۵)

اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول ﷺ کو بن مانگے فرما رہے ہیں۔

''اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ۔''

''میں نے آپ ﷺ کا سینہ کھول دیا۔'' (الم نشرح ۹۴:۱)

حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے ہیں:

''وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ ۔''

''اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے۔'' (طٰہٰ ۲۰:۲۶)

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے فرما رہا ہے:

''وَنُیَسِّرُکَ لِلْیُسْرٰی ۔''

''اور میں آپ ﷺ کے لیے آسانی پیدا کر دوں گا۔'' (الاعلیٰ ۸۷:۸)

آدمؑ سے اللہ تعالیٰ نے گلہ کیا:

''وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۔''

''میں نے اس سے پہلے آدمؑ سے وعدہ لیا مگر وہ بھول ہی گیا اور ہم نے اس میں کوئی عزم نہیں پایا۔'' (طٰہٰ ۲۰:۱۱۵)

اور اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی تعریف کی:

''سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰٓی ۔''

''ہم انھیں جو پڑھائیں گے یہ کبھی نہیں بھولیں گے۔'' (الاعلیٰ ۸۷:۶)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نبیوں پر سلام بھیجتا ہے۔

''سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ ۔'' (الصّٰفّٰت ۳۷:۷۹)

''سَلٰمٌ عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ ۔'' (الصّٰفّٰت ۳۷:۱۰۹)

''سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ۔'' (الصّٰفّٰت ۳۷:۱۲۰)

''سَلٰمٌ عَلٰی اِلْ یَاسِیْنَ ۔'' (الصّٰفّٰت ۳۷:۱۳۰)

''سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۔'' (الصّٰفّٰت ۳۷:۱۸۱)

نوحؑ پر سلام، ابراہیمؑ پر سلام، موسیٰؑ اور ہارونؑ پر سلام، الیاسؑ پر سلام اور سارے نبیوں پر سلام۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبی پر بھی کہہ سکتا تھا: سلام علی محمد یا سلام علی احمد۔ نہیں، نہیں! جب رسول اللہ ﷺ کی باری آئی تو اللہ جل شانہ نے اپنے قرب و محبت کی خصوصی خلعت سے سرفراز فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔''

''یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی (محمد ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے رہا کرو۔'' (الاحزاب ۳۳:۵۶)

معراج

مکی زندگی کے آخری دور میں معراج کا واقعہ پیش آیا۔ رسول کریم ﷺ کو جسم مبارک سمیت براق پر سوار کر کے جبریلؑ کی معیت میں مسجد الحرام سے بیت المقدس لے جایا گیا، جہاں آپ ﷺ نے انبیاؑ کی امامت فرمائی (اُم المومنین حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ انبیاؑ کی یہی سرزمین قیامت کے دن میدان حشر کی جگہ ہوگی) اور پھر اسی رات بیت المقدس سے ساتوں آسمانوں کی سیر کراتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جا کر آپ ﷺ کے لیے بیت المعمور کو ظاہر کیا گیا۔ اور بالآخر ربّ العرش العظیم کے دربار میں پہنچا دیا گیا۔ (زاد المعاد)

Marfat.com

ابن قیم کے مطابق سفر معراج میں اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نمازیں فرض کیں۔ بخاری و مسلم کے مطابق آپ ﷺ کو اس سفر کے دوران کئی چیزیں دکھائی گئیں، مثلاً:

آپ ﷺ نے ان لوگوں کو دیکھا جو یتیموں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں۔ ان کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے اور وہ اپنے منہ میں پتھر کے ٹکڑوں جیسے انگارے ٹھونس رہے تھے۔ جو ان کے پاخانے کے رستے نکل رہے تھے۔

آپ ﷺ نے سود خوروں کو بھی دیکھا۔ ان کے پیٹ اتنے بڑے تھے کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے تھے۔ اور جب اہل فرعون کو آگ پر پیش کرنے کے لیے لایا جاتا تو وہ ان کو روندتے ہوئے جاتے تھے۔

آپ ﷺ نے زنا کاروں کو بھی دیکھا۔ ان کے سامنے تازہ گوشت تھا اور اس کے پہلو بہ پہلو سڑا ہوا چھیچھڑا بھی تھا۔ یہ لوگ تازہ گوشت چھوڑ کر گلا سڑا چھیچھڑا کھا رہے تھے۔

آپ ﷺ نے ان عورتوں کو بھی دیکھا جو دوسروں سے زنا کے ذریعے حاملہ ہوتی ہیں لیکن دوسرے لاعلمی کی وجہ سے بچہ اس کے شوہر کا سمجھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ان کے سینوں میں بڑے بڑے ٹیڑھے کانٹے چبھا کر انھیں آسمان و دنیا کے درمیان لٹکا دیا گیا۔

آپ ﷺ نے جنت اور جہنم بھی دیکھی۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ جہنم کا داروغہ نہ ہنستا ہے اور نہ ہی اس کے چہرے پر خوشی اور بشارت ہے۔

رسول کریم ﷺ کے قتل کی تجویز پر اتفاق

مکہ کی سرزمین ہدایت و رحمت کے نور سے خالی بالکل بنجر اور ویران پڑی

Marfat.com

تھی۔ مسیحائے وقت کی نگاہ انتخاب اس سرزمین کی طرف اٹھی۔ خیر و برکت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر خود اس کی طرف بڑھا مگر اہل مکہ مسلسل گم راہی میں رہ کر اندھیروں کے عادی ہو چکے تھے انھیں پتا ہی نہیں تھا کہ اجالا اور نور ہدایت اور رحمت کسے کہتے ہیں۔ اس لیے وہ اجالوں کے سمندر کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر بدک گئے اور الٹا اس کے آگے بند باندھنے کے لیے تیار ہو گئے۔ روز بروز قریش کا جذبہ جور وستم بڑھتا ہی چلا گیا اور ایذا رسانی کا سلسلہ پہلے سے فزوں تر اور سخت تر ہو گیا۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ قوم کی تکذیب اور اذیت و ضرر رسانی میں اس وقت اور شدت آگئی جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو واقعہ معراج سنایا۔ جب ظلم کی یہ داستانیں یثرب کے مسلمانوں تک پہنچتیں جنھوں نے نبوت کے گیارہویں اور بارہویں سال موسم حج میں اسلام قبول کر لیا تھا، آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے کہ ہم کب تک رسول اللہ ﷺ کو یوں ہی مکے کے پہاڑوں میں ٹھوکریں کھاتے اور خوف زدہ کیے جانے پر چھوڑے رکھیں گے؟ چناں چہ یثربی اہل ایمان کے دل اپنے کم زور مکی بھائیوں کی شفقت سے لبریز ہو گئے۔ ان کے اندر مکی بھائیوں کی حمایت کا جوش اور ان پر ظلم کرنے والوں کے خلاف غم و غصہ تھا۔ ان کے سینے اپنے اس بھائی کی محبت میں سرشار تھے جسے دیکھے بغیر محض اللہ کی ذات کے لیے اپنا بھائی قرار دے لیا تھا، جو اسلام میں دوستی اور دشمنی کا اصل معیار ہے۔

بالآخر نبوت کے تیرہویں سال، جون ۶۲۲ء کے موسم حج میں ایام تشریق، ۱۲ ذی الحجہ کے دن مدینے کے بارہ (۱۲) لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے منیٰ کے مغربی کنارے جمرات کے قریب عقبہ کی گھاٹی میں بیعت کی۔ بیعت عقبہ ایسی فضا میں ہوئی جس پر محبت و وفاداری، منتشر اہل ایمان کے درمیان باہمی تعاون و اعتماد کے جذبات چھائے ہوئے تھے۔ جب یہ خبر قریش کے کانوں تک پہنچی تو غم و الم کی شدت سے ان کے

Marfat.com

اندر کہرام مچ گیا۔ اسی بیعت عقبہ کے تقریباً اڑھائی ماہ بعد ۲۶ صفر، ۱۴ نبوی کو بمطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء بروز جمعرات پہلے پہر مکہ کی پارلیمنٹ کا سب سے خطرناک اجلاس دارالندوہ میں منعقد ہوا جس میں قریش کے سبھی قبائل نے شرکت کی۔ پارلیمانی بحث کے بعد بالآخر ابوجہل کی رائے پر اتفاق کرتے ہوئے قریش کے سرکشوں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے خاتمے کی تجویز منظور کر لی۔ اور اس عزم کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس گئے کہ اس قرارداد پر رات کے پچھلے پہر عمل کرنا ہے۔ (ابن ہشام)

اہل مکہ کی امانتیں

جب رسول اللہ ﷺ کے قتل کی مجرمانہ قرارداد طے پا گئی تو جبرائیلؑ اللہ بزرگ و برتر کی وحی لے کر آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ کو قریش کی سازش سے آگاہ کرتے ہوئے ہجرت کا وقت بھی متعین فرما دیا۔ (بخاری) رسول اللہ ﷺ کے پاس اہل مکہ کی جو امانتیں رکھی ہوئی تھیں انھیں ادائیگی کے لیے حضرت علیؓ کے حوالے کیا (ابن ہشام)۔ یہ آپ ﷺ کی سچائی کی ایک واضح دلیل ہے۔ مشرکین کتنے عجیب و غریب تضاد میں مبتلا تھے۔ ایک طرف تو وہ آپ ﷺ کو جھٹلاتے تھے اور جادوگر یا شعبدہ باز کہتے تھے لیکن دوسری طرف اپنے اردگرد کسی کو امانت اور سچائی میں آپ ﷺ سے بڑھ کر نہ پاتے تھے۔ اسی لیے اپنا ضروری سامان اور مال جس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتا تھا، آپ ﷺ ہی کے پاس رکھواتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا کفر اس وجہ سے نہیں تھا کہ انھیں آپ ﷺ کی صداقت پر شبہ تھا بلکہ اس کا حقیقی سبب یہ تھا کہ وہ برتری کے گھمنڈ میں مبتلا تھے۔ وہ اپنے آپ کو اس حق سے بالاتر سمجھتے تھے جسے لے کر آپ ﷺ تشریف

Marfat.com

لائے تھے کیوں کہ آپ ﷺ کی اتباع کرنے کی صورت میں انھیں لیڈری چھن جانے اور اپنی بالادستی ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا۔

رسول کریم ﷺ اپنا گھر چھوڑتے ہیں

کفار نے جب آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیا اور رات زیادہ گزر گئی تو قدرت نے ان کو بے خبر کر دیا اور ان کو اونگھ آ گئی۔ رسول اللہ ﷺ ۲۷ صفر، ۱۴ نبوی، ۱۲، ۱۳ ستمبر ۶۲۲ء کی درمیانی رات اپنے گھر سے نکل کر اپنے سب سے قابل اعتماد ساتھی حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لائے، جن سے پہلے ہی ہجرت کا پروگرام طے ہو چکا تھا۔ ان کے گھر کے پچھواڑے سے کوئی پانچ میل دور جنوب کی جانب یمن کے راستے میں پہاڑ کی چوٹی پر اس غار میں جا پہنچے جو آج غار ثور کے نام سے مشہور ہے۔ (زادالمعاد)

بعض روایات میں آتا ہے کہ مکہ چھوڑتے وقت ابوطالب کی بیٹی اور حضرت علیؓ کی بہن ام ہانیؓ کے گھر کے قریب ایک چھوٹے پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہو کر رسول کریم ﷺ نے آخری مرتبہ حسرت بھری نظروں سے کعبے کو دیکھا اور فرمایا: ''مکہ! تو مجھے تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے''۔ (مسند ابویعلیٰ الموصلی)

مدینے کی راہ میں

غار ثور میں دونوں حضرات نے تین دن یعنی جمعہ، ہفتہ اور اتوار کی راتیں چھپ کر گزاریں (فتح الباری)۔ تین روز کی مسلسل اور بے نتیجہ دوڑ دھوپ کے بعد قریش کا جوش و جذبہ سرد پڑ گیا۔ جب ان کی تلاش کی تگ و دو رک گئی اور جستجو کی آگ بجھ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عامرؓ بن فہیرہ اور صحراؤں و بیابان راستوں کے ماہر عبداللہ بن اریقط کے ہم راہ پیر کے روز مدینے کے لیے کوچ فرما دیا۔ (ابن اسحاق)

Marfat.com

اسی سفر میں آپ ﷺ کا گزر ام معبد خزاعیہ کے خیمے سے ہوا۔ یہ خاتون بڑی مہمان نواز تھیں۔ گھر کے صحن میں بیٹھی رہتیں اور ہر آنے جانے والے کو کھلاتی پلاتیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کھانے کو تمھارے پاس کچھ ہے؟ بولیں: واللہ! ہمارے پاس کچھ ہوتا تو آپ (ﷺ) لوگوں کی میزبانی میں کسر نہ چھوڑتی۔ آپ (ﷺ) اس وقت آئے جب قحط کا زمانہ ہے اور بکریاں بھی چرنے دور دراز گئی ہوئی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے گھر کے کونے میں ایک بکری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ام معبد یہ کیسی بکری ہے؟ بولیں: اسے کمزوری نے ریوڑ سے پیچھے چھوڑ رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: اس میں کچھ دودھ ہے؟ بولیں: وہ اس سے کہیں زیادہ کمزور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اجازت ہو تو اسے دوہ لوں؟ بولیں: میرے ماں باپ آپ (ﷺ) پر قربان، اگر آپ (ﷺ) کو اس میں دودھ دکھائی دے رہا ہے تو ضرور دوہ لیں۔ اس گفت گو کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا نام لے کر دعا کی۔ بکری کے تھن پر ہاتھ پھیرا۔ بکری نے پاؤں پھیلائے۔ تھن میں بھرپور دودھ اتر آیا۔ آپ ﷺ نے ام معبد سے بڑا سا برتن لے کر اتنا دوہا کہ جھاگ اوپر آ گیا۔ سب سے پہلے ام معبد کو ہی پلایا۔ جب وہ شکم سیر ہو گئیں تو اپنے ساتھیوں کو پلایا۔ جب وہ بھی شکم سیر ہو گئے تو آخر میں خود پیا۔ پھر اسی برتن میں اتنا اور دوہا اور اسے ام معبد کے پاس چھوڑ کر اپنی منزل کی سمت روانہ ہو گئے۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ان کے شوہر اپنی کمزور اور مریل بکریوں کو ہانکتے ہوئے آ پہنچے۔ گھر میں دودھ دیکھا تو حیرت میں پڑ گئے۔ پوچھا یہ تمھارے پاس کیسے آیا جب کہ بکریاں دور دراز تھیں اور گھر میں دودھ دینے والی کوئی بکری بھی نہ تھی۔ بولیں: واللہ! کوئی بات نہیں سوائے اس کے ہمارے پاس سے ایک بابرکت آدمی گزرا۔

Marfat.com

ابو معبد نے کہا: مجھے تو یہ صاحب وہی قریشی لگتے ہیں جنھیں وہ تلاش کر رہے ہیں، بولے: اچھا ذرا ان کی کیفیت تو بیان کرو۔

ام معبد نہایت دل کش انداز میں یوں گویا ہوئیں: چمکتا رنگ، تاب ناک چہرہ، خوب صورت ساخت، نہ توندلے پن کا عیب، نہ گنجے پن کی خامی، جمال جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر، سفید و سیاہ سرگیں آنکھیں، لمبی سیاہ پلکیں، باریک اور باہم ملے ہوئے ابرو، چمک دار کالے بال، لمبی گردن، رعب دار آواز، گفت گو کریں تو پُرکشش، خاموش ہوں تو باوقار، گفت گو میں چاشنی، بات واضح اور دوٹوک، نہ مختصر نہ فضول، انداز ایسا کہ گویا لڑی سے موتی جھڑ رہے ہوں، دور سے دیکھنے میں سب سے تاب ناک و پُر جمال اور قریب سے سب سے خوب صورت اور شیریں، درمیانہ قد، نہ پست قد کہ نگاہ میں نہ جچے، نہ لمبا کہ ناگوار گزرے، سب سے زیادہ تازہ و خوش منظر، مطاع و مکرم، نہ ترش رُو، نہ لغو گو، ساتھ والے ان پر نچھاور، بات توجہ سے سنیں اور لپک کر ہر حکم بجالاویں۔ (زادالمعاد)

ادھر زیریں مکہ سے ایک جن اشعار پڑھتا ہوا آیا۔ لوگ اس آواز کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے کیوں کہ وہ اس کی آواز تو سن رہے تھے مگر ان کو بولنے والا دکھائی نہیں پڑ رہا تھا۔ آواز یہ تھی: اللہ ان دو رفیقوں کو بہترین اجر دے، جو ام معبد کے خیمے پر خیر کے ساتھ اترے اور خیر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور جو محمد (ﷺ) کا رفیق ہوا وہ کامیاب ہو گیا۔ ہائے قُصی اب اللہ نے تم سے تمام سرداریاں چھین لیں۔ بنوکعب کو ان کی خاتون کی قیام گاہ اور مومنین کی نگہداشت کا پڑاؤ مبارک ہو۔ تم اس خاتون، اس کے برتن اور اس کی بکری سے پوچھو۔ تم اگر بکری سے بھی پوچھو گے تو وہ خود شہادت دے گی۔ (زادالمعاد)

Marfat.com

قبا اور مدینہ میں تشریف آوری

پیر، ۸ ربیع الاول ۔۱۴ نبوی، ۲۳ ستمبر ۶۲۲ ء کو رسول اللہ ﷺ قبا پہنچ گئے (رحمۃ للعالمینؐ)۔ نبوّت کے بعد سب سے پہلی مسجد، مسجد قبا کی بنیاد رکھی اور اس میں نماز بھی پڑھی۔ قرآن میں آتا ہے کہ یہ وہ مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی (سورہ التوبہ ۹: ۱۰۸) ۔ جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے (بخاری) اور اسی دن سے اس شہر کا نام یثرب سے مدینۃ الرسول (شہر رسول) پڑ گیا۔ جسے مختصراً مدینہ کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی اونٹنی اللہ کی طرف سے مامور تھی اور یہ اونٹنی کے لیے محض توفیق الٰہی ہی تھی کہ وہ چلتے چلتے حضرت ابوایوبؓ انصاری جو آپ ﷺ کے ننھال بنوالنجار کے خاندان سے تھے، کے گھر کے قریب اسُ مقام پر پہنچ کر بیٹھ گئی جہاں آج مسجد نبویؐ ہے ۔(زادالمعاد)

چہرۂ اقدس

حضرت عبداللہؓ بن سلام ایک بلند پایہ یہودی عالم تھے۔ انھیں بنوالنجار میں رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کی خبر ملی تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں بہ عجلتِ تمام حاضر ہوئے۔ جوں ہی آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کو دیکھا تو بے اختیار بول اٹھے:

''واللہ یہ چہرہ ایک جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہوسکتا''۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہؓ بن سلام نے چند سوال کیے جنھیں صرف نبی ہی جانتا ہے اور جب آپ ﷺ کی طرف سے ان کے جوابات سنے تو وہیں مسلمان ہو گئے۔ حضرت عبداللہؓ بن سلام کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو پہلی بات ارشاد فرمائی وہ یہ تھی: ''اے لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، اور رات میں جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو۔ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔'' (ترمذی)

Marfat.com

طارقؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ہمارا قافلہ مدینہ منورہ کے باہر آرام کے لیے رکا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ اس وقت ہم آپ (ﷺ) سے شناسا نہ تھے۔ ہمارے پاس سرخ رنگ کا اونٹ تھا جو آپ ﷺ کو پسند آ گیا۔ آپ ﷺ نے اونٹ کے مالک سے اونٹ خریدنے کا اظہار کیا اور بالآخر سودا طے پا گیا۔ لیکن چوں کہ اس وقت آپ ﷺ کے پاس اس کی قیمت نہیں تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے قیمت بھجوانے کا وعدہ کیا اور اونٹ لے کر چل دیے۔ جب آپ ﷺ روانہ ہو چکے تو اہل قافلہ میں چہ می گوئیاں ہونے لگیں کہ کسی نے اس شخص کا نام تک نہیں پوچھا۔ بغیر جان پہچان ہم نے جانور کیوں حوالے کر دیا۔ اس حماقت پر اب پورے قافلے کو ندامت تھی۔ اہلِ قافلہ اس نوعیت کی قیاس آرائیاں کر ہی رہے تھے کہ قافلے کے سالار کی بیوی اہل قافلہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی:

”مطمئن رہو، میں نے کسی شخص کا چہرہ ایسا روشن نہیں دیکھا۔
مجھے یقین ہے کہ یہ شخص ہرگز تمھیں دھوکا نہیں دے سکتا“۔

اسی دوران میں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں۔ انھوں نے تمھارے لیے کھانا اور قیمت بھر کھجوریں بھجوادی ہیں۔ طارقؓ کہتے ہیں کہ ہم نے خوب کھا بھی لیا اور قیمت بھی پوری مل گئی۔ (زادالمعاد)

جو شخص محبت کی نظر سے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو دیکھ لیتا پھر آپ ﷺ سے جدا ہونا پسند نہ کرتا۔ بارگاہ نبوتؐ میں پہنچنے کے ساتھ ہی یہ اثر آنکھوں کی راہ سے دل تک پہنچ جاتا تھا۔ ابورافع ایک غلام تھے۔ حالت کفر میں قریش کی طرف سے سفیر بن کر مدینہ منورہ آئے۔ روئے اقدس پر نظر پڑی تو بے اختیار اسلام کی صداقت ان کے دل میں جاگزیں ہوگئی۔ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اب میں کبھی کافروں کے پاس

Marfat.com

لوٹ کر نہ جاؤں گا، ارشاد ہوا: میں عہد شکنی کر سکتا ہوں اور نہ قاصدوں کو اپنے پاس روک سکتا ہوں، تم اس وقت واپس جاؤ اگر وہاں پہنچ کر بھی تمہارے دل کی یہی کیفیت باقی رہی تو واپس آ جانا (سیرت النبی ﷺ)۔ حضرت ابو رافعؓ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے حکم پر واپس تو چلا گیا لیکن اب وہاں جی نہ لگا۔ چناں چہ میں واپس آ گیا اور اسلام قبول کر لیا۔ (حلیۃ الاولیا)

حضرت ہندؓ ابی ہالہ رسول اللہ ﷺ کے حیات آفریں چہرۂ اقدس کی ضیا پاشیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آپ ﷺ کا چہرۂ اقدس چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔'' (المعجم الکبیر)

انسان کا چہرہ حقیقت کا آئینہ دار ہے، آپ ﷺ کی ایک ایک ادا صداقت اور معصومیت کا پیکر تھی، آپ ﷺ کی شباہت مبارک نہایت پُر جلال تھی، چہرہ پُر نور تھا، آواز بارُعب تھی اور ان تمام چیزوں کا مجموعی اثر پیغمبرانہ اعجاز کے ساتھ دلوں کو اپنی طرف جذب کر لیتا تھا۔ اور یہی کشش تھی جس کا اظہار حجۃ الوداع میں اعراب بادیہ کی زبان سے ان الفاظ میں ہوا:

''یہ مبارک چہرہ ہے''

حضرت جابرؓ بن سمرہ روایت کرتے ہیں کہ چاندنی رات تھی۔ رسول اللہ ﷺ سرخ چادر اوڑھے محو استراحت تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپ ﷺ کے چہرہ انور کو کہ کون زیادہ خوب صورت ہے؟ بالآخر میرا دل بے اختیار پکار اٹھا:

''آپ ﷺ چاند سے بھی زیادہ خوب صورت ہیں''۔ (ترمذی)

ماہ عرب (ﷺ) کے سامنے تیری بات کیا بنے
اے ماہتاب! روپ نہ ہر شب بدل کے آ

Marfat.com

مسلمانوں کی جنگ کا مقصد

مسلمانوں کی ہجرت مدینہ کے باوجود قریش کسی طرح ہوش کے ناخن لینے کو تیار نہیں تھے۔ یہاں تک کہ ان کی طرف سے صلح صفائی کی بجائے طرح طرح کی ستم رانیوں سے کچھ اور آگے بڑھ کر مسلمانوں کے گھروں میں گھس کر ان کا صفایا کر دینے کا فیصلہ ہوا۔ چناں چہ یہی طیش انھیں میدان بدر لے آیا۔ اُن پرخطر حالات میں جو مدینہ میں مسلمانوں کے لیے چیلنج بنے ہوئے تھے، کے نتیجے میں ہی بالآخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دے دی۔ ارشاد فرمایا:

> ''جن لوگوں سے جنگ کی جا رہی ہے انھیں بھی جنگ کی اجازت دی گئی کیوں کہ وہ مظلوم ہیں اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔'' (الحج ۲۲:۳۹)

یہاں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی اور جاہلی معاشرے کے قوانین جنگ وجدل کا ایک تقابلی جائزہ پیش کیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ مسلمانوں کو یہ اجازت محض جنگ برائے جنگ کے طور پر نہیں بلکہ اس سے مقصود باطل کے خاتمے اور شعائر اللہ کا قیام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

> '' جنھیں ہم اگر زمین میں اقتدار سونپ دیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔'' (الحج ۲۲:۴۱)

جاہلی معاشرے کی جنگ وقیدی

علامہ شبلی نعمانیؒ نے سیرت النبی ﷺ میں بیان کیا ہے کہ عرب میں لڑائیوں کی شدت اور وسعت نے جونہایت وحشیانہ رسمیں قائم کر دی تھیں ان میں سے چند

Marfat.com

ایک کی تفصیل یہ ہے:

(۱) اہل عرب اسیران جنگ کو قتل کرنے کے ساتھ ساتھ چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی قتل کرتے تھے بلکہ آگ میں جلا دیتے تھے۔

(۲) غفلت یا نیند کی حالت میں دفعتاً دشمن پر جا پڑتے تھے اور قتل و غارت گری شروع کر دیتے تھے، یہ طریقہ عام اور کثرت سے رائج تھا۔ بہت سے بہادر اس خاص طریقے میں زیادہ ممتاز تھے اور ان کو فاتک یا فتاک کہتے تھے۔

(۳) زندوں کو آگ میں جلا دیتے تھے۔ عمرو بن ہند (عرب کا ایک بادشاہ تھا) کے بھائی کو جب بنو تمیم نے قتل کر دیا تو اس نے منت مانی کہ ایک کے بدلے سو آدمیوں کو قتل کروں گا۔ چناں چہ انھوں نے جب بنو تمیم پر حملہ کیا تو وہ لوگ بھاگ گئے۔ صرف ایک بڑھیا رہ گئی تھی جس کا نام حمرا تھا، اس کو گرفتار کر کے زندہ آگ میں ڈال دیا۔ اتفاق یہ کہ ایک سوار جس کا نام عمار تھا، ادھر آنکلا۔ عمرو نے پوچھا تو کیوں آیا؟ اس نے کہا: میں کئی دن کا بھوکا تھا دھواں اٹھتے دیکھا تو سمجھا کھانا ہوگا۔ عمرو نے حکم دیا کہ وہ بھی آگ میں ڈال دیا جائے۔ چناں چہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔

(۴) بچوں کو نشانہ بنا کر تیروں سے مارتے تھے۔ داحس اور غبرا کی لڑائیوں میں قیس نے بنو ذبیان کے پاس اپنے بچے ضمانت کے طور پر رکھے تھے حذیفہ نے جو بنو ذبیان کا رئیس تھا ان بچوں کو لے جا کر ایک وادی میں کھڑا کیا اور ان کو نشانہ بنا کر تیر اندازی کی۔ اتفاق سے کوئی لڑکا نہ مرا تو اسے دوسرے دن پر اٹھا رکھا۔ چناں چہ ہر روز یہ تفریح انگیز چاند ماری پھر شروع ہوتی تھی اور لوگ یہ تماشا دیکھتے تھے۔

Marfat.com

(۵) قتل کا ایک یہ طریقہ تھا کہ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا کاٹ کر چھوڑ دیتے یہاں تک کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا۔ بنو غطفان اور بنو عامر کی لڑائی میں اسی خوف سے حکم بن طفیل نے اپنے آپ کو خود گلا گھونٹ کر مار ڈالا تھا۔

(۶) مرنے کے بعد بھی انتقام کا جوش طرح طرح کی نفرت انگیز صورتوں میں ظاہر ہوتا تھا۔ مردوں کے ہاتھ، پاؤں، کان اور ناک وغیرہ کاٹ کر ہار بنا کر گلے اور پاؤں میں پہن لیتے۔

(۷) منت مانتے تھے کہ دشمن قابو آئے گا تو اس کی کھوپڑی میں شراب پییں گئے۔ سلافہ کے دو بیٹے جنگ احد میں عاصم کے ہاتھ سے مارے گئے تھے، اس بنا پر سلافہ نے منت مانی کہ عاصم کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پیے گی۔ یہ بھی معمول تھا کہ مقتول کا کلیجہ نکال کر کھا جاتے تھے۔

(۸) حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر ڈالتے اور اس پر فخر کرتے تھے۔

اسلامی معاشرے کی جنگ وقیدی

دوسری طرف مسلمانوں کو دیکھیے کہ رسول کریم ﷺ اور ان کے خلفا جنگ کے لیے جانے والے سپہ سالار کو تاکید سے ہدایت فرماتے کہ وہ کسی بچے، عورت اور انتہائی عمر رسیدہ بوڑھے کو قتل نہ کریں، عبادت کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنے والے راہبوں سے تعرض نہ کریں۔ کسی عبادت گاہ کو منہدم نہ کریں، کسی درخت کو نہ کاٹیں اور اموال کو ضائع نہ کریں۔ (مؤطا امام مالکؒ)

اسلامی معاشرے میں جب بھی کوئی قیدی اسیر ہو کر آتے تو رسول کریم ﷺ مہمانوں کی طرح پہلے ان کے لباس اور کھانے پینے کی فکر کیا کرتے تھے اور دوسروں کو اسیران جنگ کی نسبت تاکید فرماتے کہ ان کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے

Marfat.com

پائے۔ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اسیروں کو رہائی دلاؤ، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور بیماروں کی خبر گیری کرو۔

اسلام کے پہلے معرکہ حق و باطل غزوہ بدر سے قیدیوں کی آمد آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے ایک دن بعد ہوئی۔ اسیران بدر کو جب آپ ﷺ نے صحابہؓ کے حوالہ کیا تو تاکید کی کہ انھیں کھانے پینے کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ دو دو، چار چار اسیران جنگ صحابہؓ کو تقسیم کر دیے گئے۔ صحابہؓ نے ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجوریں کھا کر گزارا کرتے تھے۔ واضح رہے کہ مدینے میں کھجور بے حیثیت چیز تھی اور روٹی خاصی گراں قیمت۔ ان قیدیوں میں حضرت مصعب بن عمیرؓ کے بھائی ابو عزیز بھی تھے۔ ان کا بیان ہے کہ مجھے جن انصاریوں نے اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا جب صبح یا شام کا کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں اٹھا لیتے، مجھے شرم آتی اور میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا، لیکن وہ ہاتھ بھی نہ لگاتے اور مجھ کو واپس دیتے اور یہ اس بنا پر تھا کہ رسول کریم ﷺ نے تاکید کی تھی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ جنگ بدر میں جو قیدی مدینہ منورہ میں چند روز تک مسلمانوں کے پاس اسیر رہے ان میں سے ایک کا بیان ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم کرے کہ وہ اپنے اہل و عیال سے اچھا ہم کو کھلاتے تھے اور اپنے کنبے سے پہلے ہمارے آرام کی فکر کیا کرتے تھے (ابن ہشام)۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جہاں بندگانِ خاص کے اوصاف بتائے ہیں، وہاں فرمایا ہے:

''اور یہ لوگ اللہ کی محبت میں مسکین کو، یتیم کو اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔'' (الدھر ۷۶:۸)

حضرت عباسؓ بدر میں گرفتار ہو کر آئے تو لوگوں نے ان کے ہاتھ پاؤں

Marfat.com

بہت جکڑ کر باندھ دیے تھے اور وہ درد سے کراہتے تھے، ان کے کراہنے کی آواز رسول کریم ﷺ کے گوش مبارک میں بار بار پہنچ رہی تھی لیکن اس خیال سے ان کے ہاتھ نہیں کھولتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ اپنے عزیز کے ساتھ غیر مساویانہ رحم دلی ہے۔ نیند نہیں آرہی تھی آپ ﷺ بے چین ہو کر ادھر ادھر کروٹیں بدل رہے تھے۔ جس سے آپ ﷺ کا کرب واضطراب نمایاں تھا، یہ دیکھ کر ایک انصاری نے عرض کیا: کیا آپ ﷺ کو کچھ تکلیف ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، مگر چچا عباس کے کراہنے کی آواز میرے کان میں آرہی ہے اس لیے مجھے چین نہیں پڑتا۔ انصاری چپکے سے اٹھا اور جا کر عباس کی مشک بندی کھول دی، انھیں آرام مل گیا، تو وہ فوراً سو گئے۔ انصاری پھر حاضر خدمت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ اب میرے چچا عباس کی آواز کیوں نہیں آتی؟ انصاری بولا کہ میں نے ان کے بندھن کھول دیے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ تمام قیدیوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرو اور جب آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ تمام قیدی آرام سے ہیں تب رسول کریم ﷺ کا اضطراب دور ہوا اور پھر کہیں جا کر آپ ﷺ کو نیند آئی۔ (ابن سعد)

حضرت عباسؓ آپ ﷺ کے چچا تھے اور جہاں تک معتبر روایات سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بادل ناخواستہ زبردستی بدر لائے گئے تھے باایں ہمہ آپ ﷺ کے عدل وانصاف نے ان میں اور دوسرے قیدیوں میں کوئی امتیازی سلوک کرنا پسند نہ فرمایا اور جب تک تمام قیدیوں کے باآرام ہونے کی رپورٹ نہ ملی تو اس وقت تک آپ ﷺ کو نیند تک نہ آئی۔

اسیران جنگ کے پاس کپڑے نہ تھے، رسول کریم ﷺ نے سب کو کپڑے دلوائے۔ حضرت عباسؓ کے بدن پر کرتہ نہ تھا لیکن حضرت عباسؓ کا قد اس قدر اونچا تھا کہ کسی کا کُرتا ان کے بدن پر ٹھیک نہیں اترتا تھا، عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین)

Marfat.com

نے جو کہ حضرت عباسؓ کا ہم قد تھا، اپنا کُرتا منگوا کر دیا۔ رسول کریم ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے کفن کے لیے جو اپنا کُرتا عنایت فرمایا تھا وہ اسی احسان کا بدلہ تھا۔ (بخاری)

بدر کے قیدیوں میں ایک شخص سہیل بن عمر تھا جو نہایت فصیح اللسان تھا اور عام مجمعوں میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس کے دو نچلے دانت اکھڑوا دیجیے تاکہ پھر اچھا نہ بول سکے۔ رسول کریم ﷺ نے ایسا کرنا گوارا نہ فرمایا بلکہ اس قبیح فعل کو سمجھانے اور امت کو اس سے روکنے کے لیے مزید ارشاد فرمایا: اگر میں اس کے عضو بگاڑوں گا (مثلہ) تو کچھ بعید نہیں کہ نبی ہونے کے باوجود اللہ میرے اعضا بگاڑ دے۔ (ابن ہشام)

ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ مجھ سے حمید طویل نے حسن کے حوالے سے اور انھوں نے سمرہؓ بن جندب کے حوالے سے بیان کیا: ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کسی جگہ ٹھیرے ہوئے ہوں اور اسے چھوڑنے سے پہلے ہمیں خیرات کا حکم نہ دیا ہو نیز مثلے سے منع نہ فرمایا ہو۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ قیدی وہ تھے جنھوں نے ۱۳ سال تک متواتر اہل ایمان کو ستایا تھا، کسی کو آگ پر لٹایا، کسی کو خون میں نہلایا، کسی کو بھاری پتھروں کے نیچے دبایا، کسی کو سخت اذیتوں کے بعد خاک میں سلایا تھا اور پھر ان سے یہ نرمی بھرا سلوک۔ دراصل رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر سے بھلائی کا بہت ہی عمدہ پہلو نکالا۔ اس دور میں جس کے پاس طاقت ہوتی عموماً وہ دوسروں کو وحشیانہ ظلم وستم کا نشانہ بناتا لیکن جب مسلمانوں کو غزوہ بدر میں فتح نصیب ہوئی تو انھوں نے انسانی اقدار کی اعلیٰ ترین مثالیں قائم کیں۔ دوسرے لوگ اس قسم کے مواقع پر انسانوں کو انتقام کا نشانہ بناتے لیکن مسلمان ان کی دل جوئی کرتے۔ یہ

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی فراست ہی کا نتیجہ تھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ابوجہل کے بھائی ابن ہشام قبول اسلام تک دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف کسی جنگ میں شریک نہ ہوئے کیوں کہ ان کے ساتھ رسول کریم ﷺ کے عفوودرگزر اور مروّت کے برتاؤ نے انھیں آپ ﷺ کے خلاف ہتھیار اٹھانے پر شرمندہ کر دیا۔ یہی بات تقریباً دوسرے تمام افراد کے حق میں بھی سچ ثابت ہوتی ہے۔ ان قیدیوں کے گھر والے اور رشتہ دار ان کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے لیکن جب انھوں نے انھیں ہر قسم کی تکلیف سے محفوظ اور صحیح سالم دیکھا تو ان میں احسان شناسی کا احساس پیدا ہوا کیوں کہ آج تک انھوں نے مسلمانوں کو جو ایذائیں پہنچائی تھیں وہ ان سے بخوبی واقف تھے۔ لیکن اس کے باوجود رسول کریم ﷺ نے قریش کے بڑوں سے اس قدر نرمی اور مروت کا برتاؤ کیا کہ ایسا نرم برتاؤ اہل مکہ اپنی اولاد سے بھی نہ کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے قیدیوں کے ساتھ اس اچھے برتاؤ نے قریش کے کافی افراد کے دل جیت لیے۔

صحیح مسلم میں حضرت سلیمانؓ بن بریدہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کو لشکر کا امیر مقرر فرماتے تو اسے خاص اس کے اپنے نفس کے بارے میں اللہ عزوجل کے تقویٰ کی اور اس کے مسلمان ساتھیوں کے بارے میں خیر کی وصیت فرماتے۔ پھر فرماتے: اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں جنگ کرو۔ جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اس کے ساتھ لڑائی کرو۔ خیانت نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا، ناک کان نہ کاٹنا، کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔ نیز آپ ﷺ نے آگ میں جلانے سے نہایت سختی سے منع کیا۔ اسی طرح باندھ کر قتل کرنے اور عورتوں کو مارنے اور قتل کرنے سے بھی منع کیا۔ لوٹ مار سے روکا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوٹ کا مال مردار کی طرح حرام

Marfat.com

ہے۔اسی طرح آپ ﷺ نے کھیتی باڑی تباہ کرنے، جانور ہلاک کرنے اور درخت کاٹنے سے منع فرمایا،سوائے اس صورت کے کہ اس کی سخت ضرورت آن پڑے۔آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: کسی زخمی پر حملہ نہ کرو، کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرو، کسی قیدی اور سفیر کو قتل نہ کرو۔ نیز آپ ﷺ نے اسلامی ریاست کے معاہدین یعنی غیر مسلم شہریوں کے قتل سے بھی نہایت سختی سے روکا۔ یہاں تک فرمایا: جو کسی معاہد کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوش بو کو بھی نہیں پا سکے گا، حال آں کہ اس کی خوش بو چالیس سال کے فاصلے سے پائی جاتی ہے۔

یہ منظر بھی صحرائے عرب کے ہر باشندے نے دیکھا۔ مسلمانوں کے مسلح دستے جھونپڑیوں کے سامنے سے گزرتے ، لیکن وہ کسی عورت یا لڑکی کو نہ چھیڑتے، کسی کا مال چھینتے اور نہ ہی کسی پر ظلم کرتے۔رسول کریم ﷺ لوگوں کو یہی منظر دکھانا چاہتے تھے جس کی بدولت آہستہ آہستہ لوگوں کا اعتماد مکہ سے مدینے کی طرف منتقل ہونے لگا کیوں کہ ''امین'' وہاں موجود تھے۔ اہل مکہ نے ''امین'' کی قدر نہ پہچانی۔ وہ ''امین'' جسے ہم **سیدنا محمد رسول اللہ الصادق الوعد الامین** کے لقب سے پکارتے ہیں۔اب وہ مدینے میں جلوہ افروز تھے اور امن وامان کے قیام کا نظام ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ دیہاتی اور عرب قبائل بھی یہی سوچ رہے تھے اور ان کا رخ مدینے کی طرف ہوتا جا رہا تھا،جب کہ قریش اپنا وہ بھروسا اور اعتماد کھو چکے تھے جو پہلے کبھی انھیں حاصل تھا۔ وہ نہ صرف دوسروں کو امن واعتماد فراہم کرنے سے عاجز تھے۔ بلکہ ہر وقت خطرے میں گھرے ہوئے اپنے قافلوں کی حفاظت میں بھی ناکام تھے جس کے نتیجے میں مشرکین کی صفیں مسلسل انتشار کا شکار تھیں اور وہ جب بھی یہ صورت حال دیکھتے تو غم وغصے سے ان کا برا حال ہو جاتا تھا۔

Marfat.com

جنگ احد کے کٹھن مراحل

اہل مکہ کے دل بدر میں شکست و ہزیمت کے سبب مسلمانوں کے خلاف غیظ وغضب سے کھول رہے تھے۔ چناں چہ انھوں نے مسلمانوں سے ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے ایک لشکر تشکیل دیتے ہوئے ابوسفیان کو پورے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ رسالے کی کمان خالد بن ولید کو دی جب کہ عکرمہ کو ان کا معاون بنایا۔ مکی لشکر جب ابوا کے مقام پر پہنچا تو ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے یہ تجویز پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ کی قبر اکھیڑ دی جائے۔ لیکن اس دروازے کو کھولنے سے جو سنگین نتائج نکل سکتے تھے اس کے خوف سے قائدین لشکر نے یہ تجویز منظور نہ کی۔ بہر حال قریش نے تین ہزار اونٹ اور دو سو تازہ دم گھوڑے اور تین ہزار کے لشکر سمیت جبل احد کے قریب وادی قنات کے کنارے ایک بنجر زمین پر پڑاؤ ڈال دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی احد پہاڑ کی گھاٹی میں اپنے لشکر کا کیمپ اس طرح لگوایا کہ سامنے مدینہ تھا اور پیچھے احد کا بلند و بالا پہاڑ۔ اس طرح دشمن کا لشکر مسلمانوں اور مدینے کے درمیان حد فاصل بن گیا۔ جنگی نقطہ نظر سے آپ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ کو وادی قنات کے جنوبی کنارے پر واقع ایک چھوٹی پہاڑی پر جو اسلامی لشکر سے کوئی ڈیڑھ سو میٹر جنوب مشرق میں واقع ہے اور اب جبل رمات کے نام سے مشہور ہے تیراندازوں کا امیر تعینات کر کے فرمایا: تیروں کے ذریعے گھڑسواروں کو ہم سے دور رکھنا۔ وہ ہمارے پیچھے سے نہ آنے پائیں اگر دیکھو کہ ہم مارے جا رہے ہیں تو ہماری مدد کو نہ آنا اور اگر دیکھو کہ ہم مال غنیمت سمیٹ رہے ہیں تو ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا (مسند احمد)۔ ہمیں فتح ہو یا شکست تم اپنی جگہ پر ڈٹے رہنا۔ تمھاری طرف سے دشمن ہم پر ہرگز حملہ نہ کرنے پائے۔ (ابن ہشام)

Marfat.com

بخاری کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا: "اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں نوچ رہے ہیں تب بھی جب تک میں تمھاری طرف پیغام نہ بھیجوں اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اور اگر تم ہمیں دشمن پر فتح مند ہوتے دیکھو تب بھی، جب تک میں نہ کہوں اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔" یہ تھی رسول اللہ ﷺ کے لشکر کی ترتیب و تنظیم جو ۷ شوال ۳ ہجری، جنوری ۶۲۵ء ہفتے کی صبح عمل میں آئی۔

دشمن نے تین بار اس مورچے کو سر کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار مسلمان تیر اندازوں نے انھیں تیروں سے چھلنی کر کے ان کے تینوں حملے ناکام بنا دیے (فتح الباری)۔ لڑائی زوروں پر تھی۔ ابوسفیان کو دوبارہ غزوہ بدر جیسی صورت حال نظر آنے لگی۔ مسلمانوں کے "اَمِت اَمِت" کے نعروں سے باقی مشرکین بھی بخار میں مبتلا شخص کی طرح کانپنے لگے۔ حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابودجانہؓ کے تابڑ توڑ حملوں سے دشمن فوج کے پاؤں اکھڑ گئے وہ جلد ہی پسپا ہو گئے۔ بہادر نازنینیں جو رجز سے دلوں کو گرما رہی تھیں، بدحواسی کے ساتھ پیچھے ہٹیں۔ علم برداروں کے قتل کے بعد مطلع صاف ہو گیا۔ یہ غزوہ احد کا پہلا مرحلہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اس مرحلے میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے لشکر کو مدینے اور جبل احد کے درمیان پھیلا دیا تھا اس وقت جبل احد مسلمانوں کی پشت کی جانب تھا۔ لیکن عین اس وقت جب کہ یہ مختصر سا اسلامی لشکر اہل مکہ کے خلاف تاریخ کے اوراق پر ایک اور شان دار فتح ثبت کر رہا تھا، جو اپنی تاب ناکی میں جنگ بدر کی فتح سے کسی طرح کم نہ تھی، تیر اندازوں کی اکثریت نے ایک خوف ناک غلطی کا ارتکاب کیا جس کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں کو شدید نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ خود رسول اللہ ﷺ بھی شہادت سے بال بال بچے اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کی وہ ساکھ اور وہ ہیبت جاتی رہی جو جنگ بدر کے نتیجے میں انھیں حاصل ہوئی تھی۔ (الرحیق المختوم)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے تیز اندازوں کو فتح یا شکست، ہر حال میں اپنے پہاڑی مورچے پر ڈٹے رہنے کی کتنی سخت تاکید فرمائی تھی جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ لیکن ان سارے تاکیدی احکامات کے باوجود جب انھوں نے دیکھا کہ مسلمان دشمن کا مال غنیمت لوٹ رہے ہیں تو ان پر تب دنیا کا کچھ اثر غالب آ گیا، چناں چہ بعض نے بعض سے کہا: غنیمت!...... غنیمت!...... تمھارے ساتھی جیت گئے!......اب کاہے کا انتظار ہے؟ حضرت براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ اس آواز کے اٹھتے ہی ان کے کمانڈر حضرت عبداللہؓ بن جبیر نے انھیں رسول اللہ ﷺ کے احکامات یاد دلائے اور فرمایا: کیا تم لوگ بھول گئے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمھیں کیا حکم دیا تھا؟ لیکن وہ شاید رسول اللہ ﷺ کے حکم کو اچھی طرح نہ سمجھ سکے۔ ان کی رائے میں آپ ﷺ کے حکم کا مقصد یہ تھا کہ جنگ کے اختتام تک اپنے اپنے مقام پر رہا جائے، چوں کہ اب جنگ ختم ہو چکی اور دشمن پسپا ہو چکا ہے، اس لیے اب یہاں رہنا ضروری نہیں۔ ان کے خیال میں شکست خوردہ دشمن کا پلٹ کر دوبارہ حملہ کرنا ممکن نہ تھا۔ لہٰذا ان کی غالب اکثریت نے اس یاد دہانی پر کان نہ دھرے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم ہم بھی لوگوں کے پاس ضرور جائیں گے اور کچھ مال غنیمت ضرور حاصل کریں گے (بخاری)۔ اس صورت حال کا آنا فطری بات تھی۔ چوں کہ بدر کے دن بھی دشمن اسی طرح بھاگا تھا۔ اس لیے انھوں نے سمجھا کہ اس دن کی طرح آج بھی انھیں فتح حاصل ہو چکی ہے اور اب مال غنیمت جمع کرنے کا موقع ہے۔ دشمن اپنا مال واسباب چھوڑ کر فرار ہو چکا تھا اونٹ اور گھوڑے مسلمانوں کے منتظر کھڑے تھے۔ بظاہر مال غنیمت جمع کرنے سے کوئی امر مانع نہ تھا۔ لہٰذا چالیس تیر اندازوں نے اپنے مورچے چھوڑ دیے اور مال غنیمت سمیٹنے کے لیے عام لشکر میں جا شامل ہوئے۔ اس طرح مسلمانوں کی پشت خالی ہوگئی

Marfat.com

اور وہاں صرف عبداللہؓ بن جبیر اور ان کے نو ساتھی باقی رہ گئے، جو اس عزم کے ساتھ اپنے موروچوں میں ڈٹے رہے کہ یا تو انھیں اجازت دی جائے گی یا وہ اپنی جان جانِ آفریں کے حوالے کر دیں گے۔ خالد بن ولید اس موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی لشکر کی پشت پر جا پہنچے اور چند لمحوں میں ہی عبداللہؓ بن جبیر اور ان کے ساتھیوں کا صفایا کر کے مسلمانوں پر پیچھے سے ٹوٹ پڑے۔ جس کے نتیجے میں مسلمان آگے اور پیچھے دونوں طرف سے گھیرے میں آگئے۔ یوں یکے بعد دیگرے مصائب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ شہادت کے رتبے پر فائز ہونے کی دعا کرنے والوں کی دعاؤں کا قبول ہونا بھی بالکل فطری بات تھی۔ حضرت انسؓ بن نضر، عبداللہؓ بن جحش اور حمزہؓ بن عبدالمطلب نے شہادت کی دعا مانگی تھی لہٰذا ان کی دعائیں قبول ہوئیں اور شہادت کا رتبہ پا کر آسمان کی طرف پرواز کر گئے۔ جو حضرات شہید نہ ہوئے وہ خون میں لت پت پڑے تھے۔ جبل احد بھی خون کے آنسو رو رہا تھا۔ اس موقعے پر ایک اور قسم کی آہ و بکا بھی تھی۔ یہ ان دلوں کی آہ و بکا تھی جنھوں نے یہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ ہوا یوں کہ حضرت مصعبؓ بن عمیر جو اس غزوہ میں اسلامی لشکر کے عَلَم بردار تھے، ابن قمئہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت مصعبؓ چوں کہ آپ ﷺ کے ہم شکل تھے اس بنا پر مشرکین نے سمجھا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو شہید کر دیا (زاد المعاد)۔ آپ ﷺ کی شہادت کی افواہ مسلمانوں پر بجلی بن کر گری اور ہر نئی مصیبت پہلی مصیبت کو فراموش کرا دیتی۔ جنھیں رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی خبر پہنچی تھی وہ صحابہ کرامؓ اسی پریشانی اور اضطراب کی کیفیت میں اِدھر اُدھر خزاں کے زرد پتوں کی طرح ایسے پھر رہے تھے کہ جنھیں ہوائیں جہاں چاہے اپنی مرضی سے اڑائے لیے پھرتی ہوں۔ بعض صحابہؓ

Marfat.com

مدینے لوٹ کر مزید مجاہدین لانے کا سوچ رہے تھے اور بعض دیگر صحابہؓ کچھ اور حکمت عملیوں پر غور وفکر کر رہے تھے۔ بہرحال اس افواہ کے نتیجے میں ان کے دل حزن والم سے اس قدر لبریز ہوئے کہ حوصلے پست ہو گئے۔ حضرت انسؓ بن مالک کے چچا حضرت انسؓ بن نضر غزوہ احد کے موقعے پر لڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی خبر کو سچا سمجھنے والے مسلمانوں کو پکار پکار کر کہہ رہے تھے: رسول اللہ ﷺ کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ اٹھو اور جس مقصد کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے اپنی جان دی ہے اس کی خاطر تم بھی اپنی جان دے دو۔ (بخاری)

لیکن اس کے بعد ایک اور مصیبت ایسی پیش آئی کہ جس نے پہلی تمام مصیبتوں کو فراموش کرا دیا۔ سب سے بڑی مصیبت مشرکین کا رسول اللہ ﷺ کا محاصرہ کرنا تھا۔ عین اس وقت جب کہ اسلامی لشکر نرغے میں آ کر مشرکین کے درمیان چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پس رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو آواز دی ''اللہ کے بندو! ادھر میری طرف آؤ! میں اللہ کا رسول ہوں۔'' آپ ﷺ کی آواز مشرکین نے سن لی اور آپ ﷺ کو پہچان لیا کیوں کہ اس وقت وہ مسلمانوں سے بھی زیادہ آپ ﷺ کے قریب تھے۔ چناں چہ انھوں نے جھپٹ کر آپ ﷺ پر حملہ کر دیا اور کسی مسلمان کی آمد سے پہلے پہلے رسول اللہ ﷺ کی شہادت کے لیے اپنی پوری قوت صرف کر دی۔ اس فوری حملے کے نتیجے میں ان مشرکین اور رسول اللہ ﷺ کے اردگرد موجود نو صحابہؓ کے درمیان نہایت خوں ریز معرکہ آرائی شروع ہوئی (مسلم)۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دشمن کے آپ ﷺ تک پہنچنے سے پہلے ہی آپ ﷺ کے گرد انسانی گوشت پوست کا مضبوط حصار بنا لیا۔ رسول اللہ ﷺ کے گرد قائم کردہ

Marfat.com

یہ حصار ایک ایک کر کے گرتا چلا گیا۔ اب دشمن آہستہ آہستہ آپ ﷺ کے قریب آ رہا تھا۔ یہ بات بالکل واضح تھی کہ آپ ﷺ کے گرد فدایانِ رسول ﷺ کے حصار کے مکمل طور پر ٹوٹنے سے پہلے تک دشمن کی آپ ﷺ تک رسائی محال تھی۔ بغض و عداوت کی ہر تلوار مشرکین نے آپ ﷺ پر سونتی ہوئی تھی اور غم و غصے کے تیر اور نیزے آپ ﷺ پر برسائے جا رہے تھے، لیکن یہ سب کے سب آپ ﷺ کو اپنے حصار میں لیے ہوئے اہل ایمان میں سے کسی نہ کسی سے ٹکرا رہے تھے حتٰی کہ ایک لمحہ ایسا بھی آیا کہ آپ ﷺ کے گرد موجود ہر بازو کاٹ دیا گیا اور غصے میں بھرے ہوئے دشمن کا ایک گروہ آپ ﷺ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس موقعے پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان سے میرا دفاع کون کرے گا''؟ یہ سنتے ہی حضرت نسیبہؓ نے اپنے ہاتھ میں موجود چیزوں کو پھینکا اور یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ کی طرف دوڑ پڑیں: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کی حفاظت کروں گی۔'' جو منظر ان کے سامنے تھا اسے دیکھ کر خوف سے رگوں میں خون جم جاتا تھا۔ اس کے باوجود وہ اپنی تلوار لے کر دائیں بائیں سے آپ ﷺ کا دفاع کرنے لگیں۔ وہ آئی تو زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کے لیے تھیں لیکن جب حالات کی سنگینی بڑھی تو وہ غضب ناک شیرنی بن گئیں۔ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے ان کی نظر اپنے بیٹے پر پڑی جس کا ایک بازو تلوار کے وار سے کٹ چکا تھا۔ وہ اس کی طرف دوڑیں اور اس کے زخم پر پٹی باندھ کر اس سے کہا: ''جاؤ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرو۔'' اور پھر اپنی جگہ پر واپس آ گئیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے اتنے کم فاصلے پر لڑ رہی تھیں کہ انھیں آپ ﷺ کی زیر لب گفت گو بھی سنائی دے رہی تھی، پھر اچانک ان کی کمر میں ایک گہرا زخم لگا۔ پہلے انھوں نے اپنے بیٹے کو لڑائی کے لیے بھیجا تھا اور اب خود رسول اللہ ﷺ کے قریب لڑ رہی

Marfat.com

تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تم جیسا حوصلہ کس کا ہوگا؟'' انھوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی: ''یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ مجھے آپ (ﷺ) کی رفاقت نصیب ہو۔'' چناں چہ آپ ﷺ نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے جنت میں اپنی رفاقت کی دعا کی۔ جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ دعا سنی تو کہا کہ وہ قیامت تک آپ ﷺ کے دفاع میں لڑ سکتی ہیں۔ (ابن ہشام)

اس صحابیہؓ کی زندگی اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے، یہ تاریخ میں اُم عمارہؓ کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ انھوں نے عقبہ میں رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ ﷺ کو اپنے ہاں تشریف لانے کی دعوت دی۔ ان کی بدولت ان کے تمام افراد خانہ اسلام لے آئے۔ جب مسیلمہ کذاب (جھوٹے نبی) کا ظہور ہوا تو وہ جنگ یمامہ میں شریک ہوئیں، جہاں ان کا ایک بازو کٹ گیا۔ مسیلمہ کذاب نے ان کے بیٹے حضرت حبیبؓ بن زید کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے شہید کیا۔ بلاشبہ انھوں نے ایک غیر معمولی خاتون کی طرح زندگی بسر کی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ احد کے روز رسول اللہ ﷺ سات انصار اور دو قریشی صحابہؓ کے ہم راہ الگ تھلک رہ گئے تھے۔ جب حملہ آور آپ ﷺ کے قریب پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو انھیں ہم سے دفع کرے اور اس کے لیے جنت ہے؟ یا (فرمایا) کہ وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا؟ اس کے بعد ایک انصاری صحابیؓ آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد مشرکین آپ ﷺ کے بالکل قریب آ گئے اور پھر یہی ہوا۔ اس طرح باری باری ساتوں انصاری صحابیؓ شہید ہو گئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دو باقی ماندہ قریشی ساتھیوں سے فرمایا: ''ہم نے اپنے ساتھیوں سے انصاف

Marfat.com

نہیں کیا'' (مسلم)۔ ابن ہشام کے مطابق ان ساتوں میں سے آخری صحابی حضرت عمارہؓ بن یزیز بن السکن تھے۔ وہ مسلسل لڑتے رہے یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔ چند لمحوں میں ہی صحابہؓ کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئی، انھوں نے کفار کو حضرت عمارہؓ سے پیچھے دھکیلا اور انھیں رسول کریم ﷺ کے قریب لے آئے۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے اس جاں بلب صحابیؓ سے ان کی آخری خواہش پوچھی۔ قربان جاؤں اس پاکیزہ خواہش پر جس کا اظہار اس مردِ مومن نے کیا۔ اپنا انتہائی زخمی جسم گھسیٹ کر رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں سر رکھا، اپنی نظریں چہرہ انور ﷺ پر مرکوز کرتے ہوئے اس جہان آب و گل کا یہ آخری فقرہ کہتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی کہ ''بس یہی تمنا تھی''۔ (ابن ہشام)

نکل جائے دم تیرے قدموں کے اوپر
یہی دل کی حسرت، یہی آرزو ہے

ابنؓ السکن کے گرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ہم راہ صرف دونوں قریشی صحابیؓ رہ گئے تھے (بخاری)۔ چناں چہ صحیحین میں ابو عثمانؓ کا بیان مروی ہے کہ جن ایام میں آپ ﷺ نے معرکہ آرائیاں کیں ان میں سے ایک لڑائی میں آپ ﷺ کے ساتھ طلحہؓ بن عبید اللہ اور سعدؓ بن ابی وقاص کے سوا کوئی نہ رہ گیا تھا اور یہ لمحہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا نہایت ہی نازک ترین لمحہ تھا، جب کہ مشرکین کے لیے انتہائی سنہری موقع تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مشرکین نے اس موقعے سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ انھوں نے اپنا تابڑ توڑ حملہ رسول اللہ ﷺ پر مرکوز رکھا اور چاہا کہ آپ ﷺ کا کام تمام کر دیں۔ اسی حملے میں عتبہ بن ابی وقاص نے آپ ﷺ کو پتھر مارا جس سے آپ ﷺ پہلو کے بل گر گئے۔ آپ ﷺ کا داہنا نچلا رباعی

Marfat.com

دانت ٹوٹ گیا اور آپ ﷺ کا نچلا ہونٹ بھی زخمی ہو گیا۔ ابن شہاب زہری نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کی پیشانی زخمی کر دی۔ ایک اور اڑیل سوار ابن قمئہ نے لپک کر آپ ﷺ کے کندھے پر ایسی سخت تلوار ماری کہ آپ ﷺ ایک مہینے سے زیادہ عرصے تک اس کی تکلیف محسوس کرتے رہے۔ البتہ آپ ﷺ کی دہری زرہ نہ کٹ سکی۔ اس کے بعد اس نے پہلے ہی کی طرح پھر ایک زوردار تلوار ماری جو آنکھ کے نیچے کی ابھری ہوئی ہڈی پر لگی اور اس کی وجہ سے خود کی دو کڑیاں چہرۂ مبارک کے اندر دھنس گئیں، ساتھ ہی اس نے کہا: یہ لو! میں ابن قمئہ (توڑنے والے کا بیٹا) ہوں۔ ادھر مشرکین کی تعداد بھی لحہ بہ لحہ بڑھتی جا رہی تھی جس کے نتیجے میں ان کے حملے سخت ہوتے جا رہے تھے اور ان کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ایک گڑھے میں گر گئے اور آپ ﷺ کا گھٹنا موچ کھا گیا۔ یہ گڑھے ابو عامر فاسق نے کھودے ہوئے تھے اور ان کا مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمان ان میں گر کر ہلاک ہوں، مسلمانوں کو ان گڑھوں کی خبر نہ تھی۔ حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک پکڑا طلحہؓ بن عبید اللہ نے سہارا دے کر آپ ﷺ کو آغوش میں لیا۔ تب آپ ﷺ برابر کھڑے ہو سکے۔ (الرحیق المختوم)

درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں انفرادی حیثیت سے طائف کا دن اور اجتماعی حیثیت میں معرکہ احد کا دن سخت ترین تھا۔

مالکؓ بن سنان، ابو سعیدؓ خدری کے والد نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے خون چوس چوس کر نگلا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تھوک دو۔ انھوں نے محبت سے انکار کر دیا تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میرے خون کو چھو لیا، اس کے خون کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔'' (ابن ہشام)

Marfat.com

تین راویوں اسحٰق بن یحییٰ بن طلحہ، عیسیٰ بن طلحہ ام المومنین عائشہؓ سے ابوبکرؓ کی یہ روایت نقل کرتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کے رخسار مبارک میں خود کی جو دو کڑیاں گھس گئی تھیں انھیں ابوعبیدہؓ بن الجراح نے کھینچ کر نکالا تھا۔ جب پہلی کڑی نکالی تو اس کے ساتھ ہی ان کا ایک اگلا دانت گر گیا، دوسری کڑی نکالی تو پھر دوسرا دانت بھی نکل گیا۔ اس طرح ان کے دونوں اگلے دانت گر گئے تھے۔'' (ابن ہشام)

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ جنگ احد میں آپ ﷺ کا رباعی دانت توڑ دیا گیا اور سر مبارک زخمی کر دیا گیا۔ دشمنوں نے آپ ﷺ پر پتھر پھینکے، تیر برسائے، تلواریں چلائیں، دندان مبارک کو شہید کیا، لیکن ان زخموں کے جواب میں رسول کریم ﷺ نے بار بار یہ دعا فرمائی:

''رب اغفر لقومی فانھم لا یعلمون۔''

اے پروردگار! میری قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتی۔ (مسلم)

کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (قاضی عیاض) میں یہ الفاظ ہیں:

''اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔''

اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے۔ وہ نہیں جانتی۔

اس میں شبہ نہیں کہ مشرکین آپ ﷺ کا کام تمام کر دینا چاہتے تھے مگر دونوں قریشی صحابہؓ یعنی حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور طلحہؓ بن عبید اللہ نے بے مثل جاں بازی اور حیران کن بہادری سے کام لے کر صرف دو ہوتے ہوئے مشرکین کی کامیابی ناممکن بنا دی۔ یہ دونوں عرب کے ماہر ترین تیر انداز تھے۔ انھوں نے تیر مار مار کر حملہ آور مشرکین کو رسول اللہ ﷺ سے دور رکھا (بخاری)۔ اسی اثنا میں رسول اللہ ﷺ کے گرد پھر سے صحابہؓ جمع ہو گئے اور دشمن کا حملہ پسپا کر دیا گیا اور

Marfat.com

صدمہ ختم ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے نئی حکمت عملی وضع فرمائی اوران صحابہ کرامؓ کو دوبارہ ہدایات دینا شروع کردیں جنھوں نے آپ ﷺ کے پہلے احکامات کی حکمتیں نہ سمجھی تھیں۔ اس موقعے پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ بن ربیع کی تلاش کا حکم دیا۔ ایک انصاری صحابیؓ ان کی تلاش میں نکلے اورانھیں زخمیوں میں ایسی حالت میں پایا کہ ان میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ حال پوچھنے پر انھوں نے فرمایا: میں مرنے والا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ سے میرا اسلام کہنا اور آپ ﷺ کو میری طرف سے کہنا کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے جو بدلہ دیا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بہتر بدلہ ہماری طرف سے آپ ﷺ کو عطا فرمائے۔ میری قوم کو میرا اسلام پہنچا کر ان سے کہنا کہ سعد تم سے کہہ رہا تھا: اگر تم میں سے ایک بھی شخص کے زندہ ہونے کی حالت میں رسول اللہ ﷺ تک دشمن کی رسائی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمھارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا (زادالمعاد)۔ اس انصاری صحابیؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر حضرت سعدؓ کی گفت گو آپ ﷺ تک پہنچادی۔

کسی غزوہ میں زخمی ہوکر میں بھی
تیرے قدموں میں جا گرا ہوتا
کاش! احد میں شریک ہو سکتا
اور باقی نہ پھر بچا ہوتا

مصعب بن عمیرؓ ایک ایسے صحابی تھے جو اسلام سے پہلے بہت ناز ونعمت میں پلے تھے۔ ان کے والدین بیش قیمت لباس ان کو پہناتے تھے۔ اللہ نے ان کو اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور وہ مسلمان ہوگئے، یہ دیکھ کر کہ ہمارے لڑکے نے اپنے آبائی مذہب کو ترک کردیا ہے، والدین کی محبت دفعتاً عداوت میں بدل گئی۔ ایک دفعہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں اس حال میں آئے کہ وہ جسم

Marfat.com

جو حریر و ریشم میں ملبوس رہتا تھا آج اس پر پیوند سے سالم ایک کپڑا نہ تھا۔ جلد اس طرح پھٹ گئی جیسے سانپ اپنی کینچلی اتار کے باہر نکل آتا ہے۔ یہ پُر اثر منظر دیکھ کر آپ ﷺ آب دیدہ ہو گئے۔ آج پھر اس شہید کا منظر بڑا دل دوز تھا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا بیان ہے: مصعبؓ بن عمیر کو ایک ایسی چادر میں کفنایا گیا کہ حالت یہ تھی کہ جب سر پر ڈالی جاتی تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں پر ڈالتے تو سر کھل جاتا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ چادر سے ان کا سر ڈھانک دو اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو۔ (بخاری)

غزوہ اُحد کا سبق

غزوہ تبوک سے واپسی پر جبل اُحد کے دامن سے گزرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اس پر ایک طویل نظر دوڑائی اور پھر ارشاد فرمایا: یہ رہا احد، یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور جس سے ہم محبت کرتے ہیں (متفق علیہ)۔ چوں کہ رسول کریم ﷺ جبل احد کی طرف نحوست یا بے وفائی کے منسوب کیے جانے کو پسند نہیں فرماتے تھے کیوں کہ معرکہ اُحد میں مسلمانوں کا جو وقار مجروح ہوا اس کا سبب جبل احد نہ تھا بلکہ جبل احد نے تو پریشانی اور اضطراب کی گھڑی میں مسلمانوں کی حفاظت کی، چناں چہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد جبل احد کا ان لوگوں سے دفاع ہے جو ابھی تک اس کے بارے میں دل میں رنجیدگی کے جذبات رکھتے ہیں۔ جبل اُحد کی پناہ لینے کی وجہ سے ہی تو مسلمان مکمل شکست سے دوچار ہونے سے محفوظ رہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے اس معرکے میں مسلمانوں کے وقار کے مجروح ہونے پر غم زدہ دلوں کی دل جوئی کے لیے یہ بات ارشاد فرمائی۔ نیز آپ ﷺ چاہتے تھے کہ مسلمان اس واقعے کے دیگر اسباب تلاش کریں تاکہ وہ یہ جان سکیں کہ مال کی محبت اور امیر کے حکم کی اطاعت نہ کرنے

Marfat.com

کا کتنا نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور اگر کبھی انسان مصیبت سے دوچار ہو جائے تو صبر اور عزم واستقامت کے ساتھ حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیسے کیا جائے۔ جن تیراندازوں کی غلطی سے آپ ﷺ کی جبینِ اقدس کو خون آلود کیا گیا، جن کی وجہ سے کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم سے بچھڑنے کا صدمہ آپ ﷺ کو سہنا پڑا۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی ان سے باز پرس کی اور نہ ہی زندگی میں انھیں اس بات کا طعنہ دیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

رسول کریم ﷺ کو اپنے چچاؤں میں سے حضرت حمزہؓ سے خاص محبت تھی۔ دونوں ایک ساتھ کھیلے تھے اور دونوں نے حضرت ثویبہؓ کا دودھ پیا تھا اور اس رشتے سے بھائی بھائی تھے۔ دوسرا رضاعت کے زمانے میں ایک دفعہ بنوسعد کی ایک عورت حضرت حلیمہؓ کے گھر آئی اور آپ ﷺ کو اپنا دودھ پلایا۔ اس سے پہلے انھوں نے حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب اور حضرت سفیانؓ بن حارث کو بھی دودھ پلایا تھا۔ اس طرح حضرت حمزہؓ ایک تو حضرت ثویبہؓ اور دوسرے بنوسعد کی اس خاتون کی نسبت سے آپ (ﷺ) کے دہرے رضاعی بھائی بنے۔ (زادالمعاد)

جب عبدالمطلب نے حضرت آمنہؓ کا رشتہ ان کے والد وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب سے اپنے بیٹے عبداللہؓ کے لیے مانگا تو انھوں نے فوراً ہاں کر دی۔ ساتھ ہی عبدالمطلب نے اس رشتے کو اور زیادہ مضبوط بنانے کے لیے حضرت آمنہؓ کی بہن حضرت ہالہؓ بنت وہب کا رشتہ اپنے لیے مانگ لیا۔ وہ بھی انھوں نے بخوشی قبول کر لیا۔ یوں باپ بیٹے کی دونوں بہنوں سے اکٹھی شادی ہوئی۔ حضرت عبداللہؓ کے گھر آپ ﷺ پیدا ہوئے اور عبدالمطلب کے ہاں حضرت حمزہؓ نے جنم لیا۔ یوں حضرت حمزہؓ آپ ﷺ کے چچا ہونے کے ساتھ ساتھ خالہ زاد بھائی بھی ہیں۔

Marfat.com

ایک دن کسی نے حضرت حمزہؓ سے پوچھا کہ آپؓ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ تو انھوں نے جواب دیا: بڑے تو وہی ہیں بس میں ان سے چند دن پہلے پیدا ہوا۔

حضرت حمزہؓ کے مزاج میں سپاہ گری اور شکار افگنی رچی بسی تھی۔ معمول تھا کہ منہ اندھیرے تیر کمان لے کر نکل جاتے۔ دن بھر شکار میں مصروف رہتے، شام کو واپس آتے تو پہلے حرم جاتے، طواف کرتے، قریش کے رؤسا صحن حرم میں الگ الگ دربار جما کر بیٹھا کرتے تھے، حضرت حمزہؓ ان لوگوں سے سلام دعا کرتے، کبھی کبھی کسی کے پاس بیٹھ جاتے، اس طریقے سے ان کا سب سے یارانہ تھا اور سب لوگ ان کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ (سیرت النبی ﷺ)

نبوّت کے چھٹے برس کا ذکر ہے، ایک روز رسول اللہ ﷺ کوہِ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوجہل وہاں پہنچ گیا۔ اس نے آپ ﷺ کو پہلے تو گالیاں دیں اور جب آپ ﷺ گالیاں سن کے چپ رہے تو اس نے ایک پتھر آپ ﷺ کے سر پر دے مارا جس سے خون بہنے لگا۔ پھر وہ خانہ کعبہ کے پاس قریش کی مجلس میں جا بیٹھا۔ عبداللہؓ بن جدعان کی ایک کنیز کوہ صفا پر واقع اپنے مکان سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ جب حضرت حمزہؓ کمان حمائل کیے شکار سے واپس تشریف لائے تو اس نے ان سے ابوجہل کی ساری حرکت کہہ سنائی۔ حضرت حمزہؓ غصے سے بھڑک اٹھے۔ قرابت کے جوش میں ابوجہل کے سر پر جا کھڑے ہوئے اور بولے: او سرین پر خوش بو لگانے والے بزدل تو میرے بھتیجے کو گالی دیتا ہے، حال آں کہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں، یہ کہہ کر اس زور کی کمان ماری کہ اس کے سر پر بدترین زخم آ گیا (مختصر السیرہ از شیخ محمد بن عبدالوہاب)۔ حضرت حمزہؓ گو کہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے تاہم آپ ﷺ کی ہر ادا کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ بھتیجے کے

Marfat.com

جوشِ حمایت میں انھوں نے اسلام کا اظہار تو کر دیا لیکن گھر پر آئے تو پریشان ہوئے کہ آبائی دین کو یک دم کیسے چھوڑ دوں؟ تمام دن سوچتے رہے بالآخر غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ دینِ حق یہی ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق ابو جہل کو چھٹی کا دودھ یاد دلانے کے بعد سیدنا حمزہؓ سیدھے رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور کہا: ''بھتیجے تم یہ سن کر خوش ہو گے کہ میں نے ابو جہل سے تمھارا بدلہ لے لیا''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چچا! میں ایسی باتوں سے بھلا کب خوش ہوا کرتا ہوں۔ مجھے تو خوشی اس وقت ہوگی جب آپ مسلمان ہو جائیں گے'' (البدایہ والنھایہ)۔ دل میں نورِ حق چوں کہ پہلے ہی موجود تھا چناں چہ اُسی وقت مسلمان ہو گئے۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ ۶ نبوی کے اخیر کا ہے اور اغلب یہ ہے کہ وہ ماہ ذی الحجہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ ان کے دو چار روز کے بعد حضرت عمرؓ بھی اسلام لے آئے۔ مکہ کی فضا ظلم و جور کے جن سیاہ بادلوں سے گھمبیر تھی ان دو کے اسلام لانے سے گویا اچانک حمایت اسلام کی ایک بجلی چمکی، جس سے مظلوموں نے سکھ کا سانس لیا اور اسلام کو قوت نصیب ہوئی۔ (تاریخ عمرؓ بن خطاب)

حضرت حمزہؓ کی شہادت

حضرت حمزہؓ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔ بدر اور اُحد کے معرکہ حق و باطل میں اپنی تلوار کے خوب جوہر دکھائے۔ غزوہ اُحد کے اختتام پر رسول اللہ ﷺ نے حارثؓ ابن الصمہ کو حکم دیا کہ حمزہؓ کو تلاش کریں۔ وہ حمزہؓ کو تلاش کرنے نکلے تو انھیں بطن وادی میں پایا۔ ان کا جگر پھٹا ہوا تھا اور ناک کان کاٹ دیے گئے تھے۔ منظر مبہوت کُن تھا اور اب ساتھ ہی آپ ﷺ کو اس کی خبر بھی دینا تھی۔ جب وہ فی الفور واپس نہ لوٹے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ان کے پیچھے روانہ کیا۔ انھوں

Marfat.com

نے دیکھا کہ حارثؓ مثلہ شدہ لاش کے پاس دہشت زدہ کھڑے ہیں۔ دونوں ایک ساتھ واپس ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو سارا ماجرا سنایا۔ آپ ﷺ سے جو کچھ بیان کیا گیا تھا آپ ﷺ نے اس کا مشاہدہ خود آ کر کیا، اپنے چچا حضرت حمزہؓ کا حال دیکھ کر سخت غمگین ہوئے۔ ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں: مجھے معلوم ہوا کہ صفیہؓ بنت عبدالمطلب، حمزہؓ کو جو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ان کے حقیقی بھائی تھے، دیکھنے کے لیے آگے بڑھیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کے صاحب زادے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ انھیں واپس لے جائیں۔ کہیں وہ اپنے بھائی کا حال دیکھ نہ لیں۔ مگر حضرت صفیہؓ نے کہا: آخر ایسا کیوں؟ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا گیا ہے۔ لیکن یہ اللہ کی راہ میں ہے اس لیے جو کچھ ہوا ہم اس پر پوری طرح راضی ہیں۔ میں ثواب سمجھتے ہوئے ان شاء اللہ ضرور صبر کروں گی۔ اس کے بعد وہ حضرت حمزہؓ کے پاس آئیں، انھیں دیکھا، ان کے لیے دعا انا للہ پڑھی اور اللہ سے مغفرت مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ صفیہؓ کو اس سے صدمہ پہنچے گا اور یہ کہ میرے بعد یہ ایک سنّت بن جائے گی تو انھیں (حضرت حمزہؓ کو) یوں ہی چھوڑ دیتا تاکہ انھیں جنگل کے درندے اور دوسرے جانور کھا جائیں۔'' (ابن ہشام)

ابن ہشام نے لکھتے ہوئے بیان کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہؓ کے پاس جا کر ٹھیرے تو ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''آپؓ کی یہ حالت دیکھ کر مجھے جو مصیبت پہنچی ہے ایسی آیندہ کبھی نہیں پہنچے گی! میں کبھی ایسی جگہ نہیں ٹھیرا جو اس سے زیادہ مجھے غصہ دلانے والی ہو۔ اب اگر اللہ نے مجھ کو قریش پر فتح عطا فرمائی تو میں ان کے تیس مردوں کا مثلہ کروں گا۔'' مسلمانوں نے جب حمزہؓ کے ساتھ اس قسم کا

Marfat.com

سلوک کرنے والوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ غم وغصہ دیکھا تو کہا: ''اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو ان کفار پر کسی زمانے میں بھی فتح ونصرت عطا کی تو ہم ان کا اس قسم کا مثلہ کریں گے کہ ایسا مثلہ عرب میں کسی بھی شخص کا کسی نے نہ کیا ہوگا۔''

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں: مجھ سے عبداللہؓ بن عباس کی یہ روایت محمد بن کعب قرظی کے واسطے سے بریدہ بن ابوسفیان بن فردہ اسلمی نے بیان کی، اس کے علاوہ ایسے لوگوں نے بیان کی، جن پر میں کوئی تہمت نہیں لگا سکتا کہ مثلے کے متعلق رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کے جذبات پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

> ''اگر تم بدلہ لو تو صرف اسی قدر لو جتنی تم پر زیادتی کی گئی ہے لیکن اگر تم صبر کرو تو یقیناً یہ تمھارے حق ہی میں بہتر ہے۔ صبر سے کام لو۔ تمھارا یہ صبر صرف اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔ ان لوگوں کی حرکات پر غم نہ کرو اور نہ ان کی چال بازیوں پر دل تنگ کرو۔ بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ سے کام لیتے ہیں اور احسان پر عمل کرتے ہیں۔'' (النحل ۱۶:۱۲۶ تا ۱۲۷)

جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ اگر آپ ﷺ بدلہ لینا چاہتے ہیں تو لے سکتے ہیں اور اگر صبر کریں تو آپ ﷺ کے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ بھلا آپ ﷺ ایک بہتر چیز کو کیسے چھوڑ دیتے۔ چناں چہ یہی نہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی دھمکی کو عملی جامہ نہیں پہنایا بلکہ آپ ﷺ نے ہر لڑائی میں صراحت کے ساتھ مثلہ کرنے کی ممانعت فرمائی اور لوگوں سے فرمایا کہ انسانی چہرے کا احترام کریں کیوں کہ وہ اللہ سے سب سے بڑھ کر مماثل جسم کا حصہ ہے اور اللہ نے آدمؑ کو اپنے پیکر میں پیدا کیا ہے۔

ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہؓ بن عباس کی ایک روایت جو عبداللہ بن حارث کے واسطے سے ایک ایسے شخص نے بیان کی جسے میں جھٹلا نہیں سکتا۔ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ

Marfat.com

نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حمزہؓ کو ایک چادر میں لپیٹنے کا حکم دیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی، جس میں سات تکبیریں کہیں۔ پھر دوسرے شہیدوں کو لایا گیا ایک ایک کر کے حمزہؓ کے پہلو میں رکھے جاتے رہے اور رسول اللہ ﷺ ان کی نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ ساتھ ساتھ حمزہؓ کی نماز جنازہ بھی ہوتی رہی۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے حمزہؓ پر بہتر (۷۲) مرتبہ نماز جنازہ پڑھی (ابن ہشام)۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ انھیں حضرت عبدؓاللہ بن جحش کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔ وہ حضرت حمزہؓ کے بھانجے بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی۔

حضرت ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہؓ پر جس طرح روئے اس سے بڑھ کر روتے ہوئے ہم نے آپ ﷺ کو کبھی نہ دیکھا۔ آپ ﷺ نے انھیں قبلے کی طرف رکھا، پھر ان کے جنازے پر کھڑے ہوئے اور اس طرح روئے کہ آواز بلند ہو گئی۔ (مختصر السیرۃ از شیخ عبداللہ)

درحقیقت شہدا کا منظر تھا ہی بڑا دل دوز اور زہرہ گداز۔ حضرت خبابؓ بن ارت کا بیان ہے کہ حضرت حمزہؓ کے لیے ایک سیاہ دھاریوں والی چادر کے سوا کوئی کفن نہ مل سکا۔ یہ چادر سر پر ڈالی جاتی تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں پر ڈالی جاتی تو سر کھل جاتا۔ بالآخر چادر سے سر ڈھک دیا گیا اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈالی دی گئی۔ (مسند احمد)

حضرت حمزہؓ کا قاتل دربار نبوت میں

وحشی جس نے اسلام کے قوت بازو اور رسول اللہ ﷺ کے عزیز ترین چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا مکہ میں رہتا تھا۔ اس کا پورا نام وحشی بن حرب تھا۔ فتح مکہ پر دو آدمی جنھوں نے شہر کو مسلمانوں کے حوالے کر دینے کا سب سے زیادہ ماتم کیا وہ ابو عامر اور دوسرا وحشی تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مکے کی جانب کوچ کیا تھا تو

Marfat.com

وحشی نے طائف میں پناہ لے لی جو اس کو ناقابل نفوذ قلعہ معلوم ہوتا تھا جب کہ ابو عامر شام کی جانب فرار ہوگیا اور وہیں ایک مفرور یکہ وتنہا بے گھر، بے در شخص کی حیثیت سے اس کا انتقال ہوا اور اس طرح وہ بددعا پوری ہو کر اسی پر چسپاں ہوئی جو اس نے بے خیالی میں خود اپنے آپ کو بھی دی تھی۔ جب طائف نے بھی آخر کار سر اطاعت خم کر لیا تو وحشی ہچکچا رہا تھا کہ اب کہاں جائے؟ ڈر کے مارے شہر بہ شہر پھرا۔ زمین اپنی پوری وسعت کے باوجود اس پر تنگ ہوگئی۔ اہل طائف نے مدینہ بھیجنے کے لیے جو وفد مرتب کیا اس میں اس کا نام بھی تھا لیکن اس کو ڈر تھا کہ کہیں مجھ سے انتقام نہ لیا جائے لیکن خود دشمنوں نے اسے یقین دلایا کہ تم بے خوف وخطر جاؤ، محمد (ﷺ) سفرا سے کبھی سختی کے ساتھ پیش آتے ہیں اور نہ ہی انھیں قتل کرتے ہیں۔ (مسند احمد)

وحشی کو یہ بھی یقین ہو گیا کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے۔ ثقیف کے کسی شخص سے اپنے دل کی بات کی کہ اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں لیکن رسول اللہ ﷺ کے باپ (اس زمانے میں چچا باپ کی جگہ سمجھا جاتا تھا) کو قتل کرنے کا جرم کر چکا ہوں۔ اتنا بڑا جرم کیا ہے کہ پتا نہیں رسول اللہ ﷺ میرا اسلام قبول بھی کریں گے کہ نہیں؟ اس شخص نے بتایا جو کلمہ پڑھ لے اس کو آپ ﷺ کچھ نہیں کہتے، چاہے اس نے کتنا بڑا جرم ہی کیوں نہ کیا ہو۔ تو بھی کلمہ پڑھ لے اور جان بچالے۔ چناں چہ وہ وحشی کو ساتھ لے کر مسجد نبویؐ میں آئے۔ وحشی نے منہ پر کپڑا لپیٹا ہوا تھا یعنی برقعہ پہنا ہوا تھا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔ رسول کریم ﷺ مسجد میں سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ صحابیؓ وحشی کو لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ یہ شخص اسلام قبول کرنا چاہتا ہے کیا آپ ﷺ اس کا اسلام قبول کر لیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں

Marfat.com

کیوں نہیں۔ صحابیؓ پھر گویا ہوئے: یارسول اللہ ﷺ چاہے اس نے کتنا بڑا جرم ہی کیوں نہ کیا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں بالکل۔ صحابیؓ نے تاکیداً پھر اسی طرح اپنی بات دُہرائی تو آپ ﷺ نے مسکرا کے فرمایا: یہ ہے کون؟ اس کے منہ سے نقاب تو اٹھاؤ۔ وحشی نے نقاب اٹھایا لیکن آپ ﷺ نے پہچانا نہیں۔ ادھر جو لوگ وہاں موجود تھے۔ انھوں نے حمزہؓ کے قاتل کو پہچان لیا اور کہا: ''اللہ کے رسول ﷺ یہ وحشی ہے'' تلواریں نکلیں اور ہر تلوار بے تاب کہ پہلے میری تلوار اس کے خون سے رنگین ہو اور یہ سعادت مجھے ملے کہ میں حمزہؓ کے قاتل کو قتل کروں لیکن رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اسے کچھ مت کہو، ایک شخص کا کلمہ پڑھ لینا مجھے ہزار کافروں کو قتل کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر آپ ﷺ کی نگاہ ایک سیاہ چہرے پر ٹک گئی جو آپ ﷺ کے سامنے تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم فی الحقیقت وحشی ہو؟'' اور جب اس شخص نے اثبات میں جواب دیا تو رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا: بیٹھو اور مجھے یہ بتاؤ کہ آخر تم نے میرے چچا کو کیسے قتل کیا، میرا چچا تو شیر تھا؟

ہم حضرت حمزہؓ کی شہادت کا واقعہ اسی وحشی کی زبانی نقل کرتے ہیں۔ اس کا بیان ہے کہ میں جبیر بن مطعم کا غلام تھا اور اس کے چچا طیمہ بن عدی کو حمزہؓ نے بدر میں قتل کیا تھا۔ جب قریش جنگ احد پر روانہ ہونے لگے تو جبیر بن معطم نے مجھ سے کہا کہ تم حمزہؓ، علیؓ یا محمد (ﷺ) کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ چناں چہ اس پیش کش کے نتیجے میں، میں بھی لوگوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ میں حبشی آدمی تھا اور حبشیوں کی طرح نیزہ پھینکنے میں ماہر تھا۔ نشانہ کم ہی چوکتا تھا۔ ادھر لشکر قریش میں ہند بنت عتبہ جب بھی میرے پاس سے گزرتی یا میں ہند کی طرف جاتا تو ہند صرف یہی کہتی ''ابو دسمہ!'' (وحشی کی کنیت) میرا کلیجہ بھی ٹھنڈا کر اور اپنا بھی۔ جب لوگوں میں جنگ چھڑ گئی تو میں نکل کر حالات کا جائزہ لینے لگا۔ مجھے پتا تھا

Marfat.com

آپ ﷺ کے گرد سخت پہرہ ہوگا لہٰذا میں آپ ﷺ تک تو کسی صورت پہنچ نہیں سکتا۔ حمزہؓ، اس کو تو میں سوتے ہوئے بھی قتل نہیں کر سکتا۔ میری نگاہیں صرف علیؓ کی تلاش میں تھیں کہ آیا میں ان تک پہنچ بھی سکتا ہوں یا نہیں؟ میں نے علیؓ کو دیکھا، لڑتے ہوئے وہ غافل نہیں تھے ان کی تلوار کے ساتھ ان کی نظر بھی گردش کر رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس پر بھی میرا وار نہیں چل سکتا کیوں کہ میرا وار چلتا ہی بے خبری اور غفلت میں ہے۔ پھر میں حمزہؓ کو ڈھونڈنے نکلا۔ بالآخر میں نے انھیں لوگوں کے ہجوم میں دیکھ لیا۔ وہ خاکستری اونٹ کی طرح معلوم ہو رہے تھے۔ لوگوں کو درہم برہم کرتے جا رہے تھے۔ ان کے سامنے کوئی چیز ٹک نہیں پاتی تھی۔ میں نے ان کو دیکھا وہ صرف آگے ہی دیکھ رہے تھے اور ان کی دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھے اور دائیں بائیں سے بے خبر تھے اور مسلسل آگے بڑھ رہے تھے تو میں نے سوچا ان پر میرا وار چل جائے گا کیوں کہ یہ دائیں بائیں سے غافل ہیں، پھر میں ان کے راستے میں ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ واللہ! میں ابھی ان کے قتل کے ارادے سے تیار ہو ہی رہا تھا اور ایک درخت یا پتھر کی اوٹ میں چھپ کر انھیں قریب آنے کا موقع دینا چاہتا تھا کہ اتنے میں سباع بن عبدالعزیٰ مجھ سے آگے بڑھ کر ان کے پاس جا پہنچا۔ حمزہؓ نے اسے للکارتے ہوئے اس زور کی تلوار ماری کہ گویا اس کا سر تھا ہی نہیں۔ ادھر سے مکہ کے لشکر میں سے کسی نے کہا: انھیں باندھ باندھ کے مارو تو حضرت حمزہؓ نے کہا: ادھر آ میں تمھیں بتاؤں کیسے باندھ کے مارا جاتا ہے۔ اس نے جب دیکھا حمزہؓ ہے تو اس نے دوڑ لگا دی۔ آگے بھاگا، حضرت حمزہؓ اس کے پیچھے بھاگے قبل اس کے کہ میرا برچھا ان تک پہنچتا، ان کی تلوار اس تیزی سے اس کی گردن کے پار ہوئی کہ تلوار کو خون بھی نہ لگا اور اس کی گردن کٹ کے رہ گئی لیکن وہ آگے بڑھنے سے میری زد میں آ چکے تھے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنا نیزہ تولا اور جب میری مرضی کے مطابق ہو گیا تو ان کی طرف اچھال دیا۔ نیزہ ناف کے نیچے لگا اور دونوں

Marfat.com

پاؤں کے بیچ سے پار ہوگیا۔انھوں نے مڑ کر مجھے دیکھا تو میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، مجھے یوں لگا کہ میں ابھی مارا جاؤں گا۔انھوں نے میری طرف اٹھنا چاہا لیکن مغلوب ہو گئے۔میں نے ان کو اسی حال میں چھوڑا اور بھاگا۔وہ چار قدم چلے اور گر گئے اور مجھے پیچھے سے آواز آئی۔ابو امارہ، ابو امارہ تو مجھے پتا چل گیا کہ میرے برچھے نے کام کر دیا ہے۔اس کے بعد میں حمزہؓ کی لاش کے پاس لوٹ کر گیا۔اپنا نیزہ نکالا اور ان کا پیٹ چاک کیا۔ان کا جگر کاٹ کر نکالا اور اس کو ہند کے پاس لے آیا اور کہا: مجھے کیا ملے گا تمھارے باپ کے قاتل کے قتل کے عوض؟ ہند کا جواب تھا: ''لوٹ کے مال میں میرا سارا حصہ۔'' میں نے کہا: ''یہ رہا حمزہؓ کا جگر'' ہند نے حمزہؓ کا جگر مجھ سے لیا۔ایک ٹکڑا دانت سے کاٹا۔اس کو چبایا اور قسم پوری کرنے کے لیے ایک لقمہ نگل گئی۔باقی کو تھوک دیا۔اس نے کہا: مجھے دکھاؤ، وہ کہاں ہے؟ اور جب وہ وہاں پہنچی تو اس نے ناک، کان اور ان کے جسم کے دوسرے حصے کاٹ لیے۔پھر اپنے ہار، پازیب اور آویزے اور دوسرے زیورات اتار کے مجھے دے دیے۔اور حمزہؓ کے کٹے ہوئے کانوں اور ناکوں کا پازیب اور ہار پہن لیا۔(ابن ہشام)

دوسری عورتوں سے جو اس کے ساتھ تھیں۔ان سے بھی اس نے کہا کہ وہ اور مردوں کے اعضا کی قطع و برید کریں جیسے اس نے کیا ہے۔چناں چہ ان سب نے مسلمانوں کی لاشوں سے اپنے لیے انتقام کا زیور بنایا۔ہند ایک چٹان پر چڑھ گئی اور اس نے فتح مندی کا نغمہ گایا۔

قریش کے ایک دو مردوں نے بھی شہدا کا مثلہ کر کے اپنے انتقام کی پیاس بجھائی مگر ان کے بدوی حلیف اس عمل سے برہم ہوئے۔ابو سفیان اپنے نیزے کی نوک حمزہؓ کے رخسار میں چبھوتے ہوئے کہہ رہا تھا: ''مزہ چکھ تو باغی'' ۔ایسے میں کنانہ کے قبائل میں سے ایک قبیلے کا سردار حلیس ادھر سے گزرا۔اس نے ایسی بلند آواز میں کہ جسے ابو سفیان سن سکتا تھا کہا: ''اے بنی کنانہ کیا ایسا شخص قریش کا سردار ہو سکتا ہے جو اپنے ایک مردہ قرابت دار کے

Marfat.com

ساتھ وہ کر رہا ہے جو تم دیکھ رہے ہو؟'' ابوسفیان نے کہا: جھک مارو، اس کی بات نہ کرو، یہ تو محض ایک چوک تھی، اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ (حیات سرور کائناتؐ)

وحشی کا بیان ہے کہ پھر میں لشکر میں واپس جا کر بیٹھ گیا، کیوں کہ میرا کام ختم ہو چکا تھا، مجھے اس کے سوا کسی اور سے سروکار نہ تھا، میں نے یہ قتل محض اس لیے کیا تھا کہ کچھ انعام مل جائے اور میں آزاد ہو جاؤں۔ چناں چہ انعام اسی وقت مل گیا اور جب مکہ آیا تو مجھے آزادی مل گئی۔ (بخاری)

اب آگے سنیے۔ وحشی کہنے لگے واقعہ سناتے وقت درمیان میں ایک بار میں نے کن اکھیوں سے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ اللہ کے رسول ﷺ مسلسل روئے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی حال آں کہ اس واقعے کو گزرے سات برس ہو چکے تھے۔ جب میں اپنی بات ختم کر چکا تو پھر کن اکھیوں سے آپ ﷺ کی جانب دیکھا، کیوں کہ نظر ملانے کی ہمت جو نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے آنکھوں سے موتیوں کی طرح بہتے ہوئے آنسوؤں کی لڑی کے ساتھ بے اختیار ہاتھ میری طرف بڑھا دیا اور فرمایا:

''لا میں تیرا اسلام قبول کرتا ہوں۔''

دیکھو! یہ ہیں میرے رسول کریم ﷺ۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب مکہ میں اسلام کی قوت نے ظہور کیا تو وحشی بھاگ کر طائف آیا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی بن حرب کے پاس دعوت اسلام کا پیغام بھیجا۔ اس نے جواب میں کہا: اے محمد (ﷺ)! آپ (ﷺ) مجھے کیسے اسلام کی دعوت دے رہے ہیں، حال آں کہ میں یہ جانتا ہوں کہ جس شخص نے قتل، شرک یا زنا کیا وہ سخت گناہ کا

Marfat.com

مرتکب ہوا، قیامت کے روز دہرے عذاب میں گرفتار ہوگا اور ہمیشہ ذلیل وخوار ہوکر اس میں رہے گا اور میں نے یہ تمام کام کیے ہیں تو کیا میرے لیے کوئی گنجایش نکل سکتی ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے درجہ ذیل آیت مبارکہ نازل فرمائی:

''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔ اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔'' (الفرقان ۲۵:۷۰)

اس پر وحشی نے کہا: اے محمد (ﷺ)! توبہ اور نیک اعمال کی شرط بڑی سخت ہے۔ شاید مجھ سے یہ شرط پوری نہ ہو سکے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے درجہ ذیل آیت مبارکہ نازل فرمائی:

''اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اِس کے ما سوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کو چاہے معاف کر دے۔'' (النساء ۴: ۴۸)

اس پر وحشی نے کہا: اے محمد (ﷺ)! یہ تو اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، نہ جانے وہ مجھے بخشے گا یا نہیں؟ کیا تمھارے پاس اس کے سوا بھی کوئی حل ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے پیغمبر ﷺ میری طرف سے لوگوں سے فرما دیجیے کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہونا۔ یقیناً اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔'' (الزمر ۳۹:۵۳)

یہ سن کر وحشی نے کہا: اب میں مطمئن ہوں اور اسلام لے آیا۔ اسلام قبول

Marfat.com

کر کے حضرت وحشیؓ ان صحابہ کرامؓ کی صف میں شامل ہو گئے، جن کے نام کے ساتھ ہم ہمیشہ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ حضرت حمزہؓ کے قاتل تھے، جسے فراموش کرنا ان کے بس میں تھا اور نہ کسی اور کے بس میں۔ یہ صحیح ہے کہ انھوں نے اس گناہ کا ارتکاب قبول اسلام سے پہلے کیا تھا اور اسلام اپنے سے پہلے کے گناہوں کو دھوڈالتا ہے اور گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں لیکن اس سب کچھ کے باوجود یہ بھی حقیقت تھی کہ حضرت حمزہؓ کا قتل ان کے ہاتھوں ہی سرزد ہوا تھا۔

حضرت حمزہؓ جو ایک مافوق الفطرت ہیرو کی طرح شیروں کا شکار کر کے انھیں چیر پھاڑ ڈالتے تھے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اختیار کر کے قبول اسلام کا اعلان کر دیا۔ آپؓ کے قبول اسلام سے پہلے مسلمان خوف زدہ رہتے تھے لیکن آپؓ کے اسلام لانے کے بعد جزیرہ عرب کا گوشہ گوشہ مسلمانوں کی صدا اور دعوت سے گونج اٹھا۔ ان ہی حضرت حمزہؓ کو جب وحشیؓ نے اپنے دور جاہلیت میں غزوہ احد کے موقعے پر بے خبری کے عالم میں پیٹ میں نیزہ مار کر شہید کیا تو تھوڑی ہی دیر بعد رسول اللہ ﷺ نے انھیں دیکھا تو ان کی انتڑیاں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ ان کے سرہانے بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ آج وہی وحشی حضرت حمزہؓ کے خون سے رنگین ہاتھ بیعت کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر رہا تھا۔ آپ ﷺ کے نزدیک دعوت و تبلیغ کی اہمیت کا اندازہ لگایئے کہ آپ ﷺ نے وحشی کا ہاتھ پکڑ کر اسے قبول اسلام پر مبارک باد پیش کی بلکہ درحقیقت رسول کریم ﷺ نے ہی اسے اسلام کی دعوت دی تھی۔

اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے دل میں اپنے عظیم، بہادر اور محبوب چچا، حضرت حمزہؓ جن کی آپ ﷺ باپ کی طرح عزت اور

Marfat.com

بھائیوں کی طرح محبت کرتے تھے، کے قاتل کے لیے کس قدر رحمت و شفقت کے جذبات تھے۔ اس سے بڑھ کر آپ ﷺ نے حضرت وحشیؓ کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے مختلف طریقے آزمائے اور بالآخر ان جیسے اسم بامسمّیٰ انسان کو صحابی بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ اگر دعوت و تبلیغ آپ ﷺ کے رگ و پے میں جاری، آپ ﷺ کی فطرت میں ودیعت اور آپ ﷺ کی جان کا حصہ نہ ہوتی تو کیا وحشی جیسے انسان کو دعوت اسلام دینے پر اس قدر اصرار کا مشاہدہ ممکن تھا؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کا اس قدر اصرار اور جان سوزی اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ دعوت و تبلیغ آپ ﷺ کا ایک خصوصی وصف تھا۔ اس لیے آپ ﷺ کے لیے اس کے سوا کوئی اور راستہ اختیار کرنا ممکن ہی نہ تھا۔

حضرت وحشیؓ کے اسلام لانے کے بعد آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا تمھارے لیے ممکن ہے کہ اپنا چہرہ مجھ سے چھپائے رکھو؟ آپ ﷺ نے یہ بات اس لیے ارشاد فرمائی تھی کہ آپ ﷺ جب بھی انھیں دیکھتے تو آپ ﷺ کو حضرت حمزہؓ کی یاد آجاتی اور آپ ﷺ کا غم تازہ ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ ان کے لیے اس رحمت کا اظہار نہ فرما سکتے تھے جس کا اظہار نبی پر اپنے ساتھیوں کے لیے کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس سے ایک طرف حضرت وحشیؓ کی حق تلفی ہوتی تھی تو دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کے فریضے میں کوتاہی ہوتی تھی۔ (نور سرمدی فخر انسانیتؐ)

دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرح حضرت وحشیؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ کے حکم کی پیروی کی اور کبھی حکم عدولی نہ کی۔ وہ آپ ﷺ کے سامنے نہ آئے اور آپ ﷺ سے فاصلے پر رہنے کی کوشش کرتے تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ہر لمحے رسول اللہ ﷺ کے بلاوے کے منتظر رہتے تھے۔ وہ ستون کے پیچھے کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی

Marfat.com

طرف دیکھتے رہتے۔ آپ ﷺ کی نگاہوں کا پیچھا کرتے اور اس امید میں رہتے کہ کبھی تو رسول اللہ ﷺ ان سے فرمائیں گے کہ اب میرے سامنے آجایا کرو۔ لیکن اسی مبارک دن کا انتظار کرتے کرتے ایک روز انھیں یہ ہول ناک خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ یہ خبر ان پر بجلی بن کر ٹوٹی کیوں کہ اب انھیں کسی بلاوے کی امید نہ رہی تھی۔

حضرت وحشیؓ کے شب و روز گذشتہ گناہوں کی تلافی میں گزرتے رہے یہاں تک کہ جنگ یمامہ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ حضرت وحشیؓ فوراً حضرت خالدؓ بن ولید کے اس لشکر میں شامل ہو گئے جو یمامہ کی طرف جا رہا تھا۔ وہ اس موقعے کو نہیں کھونا چاہتے تھے۔ ماضی میں انھوں نے اسلام کے ایک ہیرو کو شہید کر کے گناہ کا ارتکاب کیا تھا اور ان کا ضمیر ابھی تک اس گناہ کی آگ میں جھلس رہا تھا۔ اب انھیں اس کی تلافی کے لیے اسلام کے سخت ترین دشمن مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے کا سنہری موقع میسر آنے والا تھا۔ چناں چہ انھوں نے وہ زنگ آلود نیزہ ہم راہ لیا جس سے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا اور جنگ یمامہ میں شریک ہو گئے۔ جنگ کئی روز تک جاری رہی۔ یہ بڑا سخت معرکہ تھا۔ جب شکست کے آثار نمودار ہونے لگے تو مسیلمہ کذاب نے قلعے سے فرار ہونے کی کوشش کی۔ صحابہ کرامؓ میں سے ایک محافظ نے اسے دیکھ لیا اور وحشیؓ کو پکارا:

''وہ رہا اللہ کا دشمن جانے نہ پائے۔''

جوں ہی حضرت وحشیؓ نے آواز سنی تو اپنے زنگ آلود نیزے کو حرکت دی اور اسے مسیلمہ کذاب کے سینے میں اتار دیا۔ نیزہ مسیلمہ کذاب کے سینے میں گھس گیا اور وہ گھوڑے پر سے زمین پر گر پڑا۔ حضرت وحشیؓ نے یہ منظر دیکھا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے زمین پر سجدہ ریز ہو گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں

Marfat.com

کا سیلاب اُمڈ آیا گویا وہ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہوں: ''یا رسول اللہ ﷺ کیا اب مجھے آپ ﷺ کے سامنے آنے کی اجازت ہے؟''

ہمیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا جواب ہوگا؟ نہ ہم اس بارے میں یقینی طور پر کچھ جانتے ہیں لیکن مزاج آشنا کے طور پر یہ امید ہے کہ حضرت وحشیؓ کی جنگ یمامہ میں بہادری اور زندگی بھر کی آہ وزاری وانکساری پر آپ ﷺ کا دل پسیج کر ضرور یہ کہے گا:

''ہاں، آج سے تم میرے سامنے آسکتے ہو۔''

رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی پر رسول کریم ﷺ کا حلم وعفو

کفارِ مکہ نے جب مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تو مسلمانوں نے مدینہ ہجرت شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر ان کا جوش غضب اور بھڑک اٹھا کہ مسلمان ان کی گرفت سے چھوٹ نکلے ہیں اور انھیں مدینے میں ایک پُرامن جائے قرار مل گئی ہے۔ چناں چہ انھوں نے عبداللہ بن ابی کو جو ابھی تک کھلم کھلا مشرک تھا، اس کو اس حیثیت کی بنا پر ایک دھمکی آمیز خط لکھا کہ وہ انصار کا سردار ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کو جنگ بعاث کے بعد اپنا سربراہ بنانے پر اوس وخزرج نے اتفاق کر لیا تھا، حال آں کہ اس سے قبل دونوں فریق کسی کی سربراہی پر متفق نہیں ہوتے تھے لیکن اب اس کے لیے مونگوں کا تاج تیار کیا جا رہا تھا تا کہ اس کے سر پر تاج شاہی رکھ کر اس کی باقاعدہ بادشاہت کا اعلان کر دیا جائے یعنی یہ شخص مدینے کا بادشاہ ہونے ہی والا تھا کہ اچانک رسول اللہ ﷺ کی آمد آمد ہوگئی اور لوگوں کا رخ اس کی بجائے آپ ﷺ کی طرف ہوگیا اس لیے اسے احساس تھا کہ آپ ﷺ ہی نے اس کی بادشاہت چھینی ہے

Marfat.com

لہٰذا وہ اپنے نہاں خانۂ دل میں آپ ﷺ کے خلاف سخت عداوت چھپائے ہوئے تھا۔ اگر اسی دوران رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری نہ ہوئی ہوتی تو اوس وخزرج نے اس کو اپنا بادشاہ بنالیا ہوتا۔

مشرکین نے اپنے اس خط میں عبداللہ بن اُبی اور اس کے مشرک رفقا کو مخاطب کرتے ہوئے دوٹوک لفظوں میں لکھا: ''آپ لوگوں نے ہمارے صاحب کو پناہ دے رکھی ہے۔ اس لیے ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یا تو آپ لوگ اس سے لڑائی کیجیے یا اسے نکال دیجیے یا پھر ہم اپنی پوری جمعیت کے ساتھ آپ لوگوں پر یورش کر کے آپ کے سارے مردان جنگی کو قتل کر دیں گے اور آپ کی عورتوں کی حرمت پامال کر ڈالیں گے۔'' (ابوداؤد)

اس خط کے پہنچتے ہی عبداللہ بن اُبی مکے کے اپنے ان مشرک بھائیوں کے حکم کی تعمیل کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اس لیے کہ وہ پہلے ہی سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف رنج اور کینہ لیے بیٹھا تھا، چناں چہ جب یہ خط عبد اللہ بن اُبی اور اس کے بُت پرست رفقا کو موصول ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کے لیے جمع ہوگئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: ''قریش کی دھمکی تم لوگوں پر بہت گہرا اثر کر گئی ہے تم خود اپنے آپ کو جتنا نقصان پہنچا دینا چاہتے ہو قریش اس سے زیادہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، تم اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے خود ہی لڑنا چاہتے ہو؟'' رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سن کر لوگ بکھر گئے (ابوداؤد)۔ اس وقت تو عبداللہ بن ابی جنگ کے ارادے سے باز آ گیا کیوں کہ اس کے ساتھی ڈھیلے پڑ گئے تھے یا بات ان کی سمجھ میں آ گئی تھی لیکن حقیقت میں قریش کے ساتھ اس کے روابط درپردہ قائم رہے کیوں کہ مسلمان اور

Marfat.com

مشرکین کے درمیان شر و فساد کا کوئی موقع وہ ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔ پھر اس نے اپنے ساتھ یہود کو بھی ملا رکھا تھا تاکہ اس معاملے میں ان سے بھی مدد حاصل کرے، لیکن وہ تو رسول کریم ﷺ کی حکمت تھی جو رہ رہ کر شر و فساد کی بھڑکنے والی آگ کو بجھا دیا کرتی تھی۔ (بخاری)

جب اس نے جنگ بدر کے بعد دیکھا کہ حالات اس کے موافق نہیں ہیں اور وہ شرک پر قائم رہ کر اب دنیاوی فوائد سے بھی محروم ہوا چاہتا ہے تو اس نے بظاہر قبول اسلام کا اعلان کر دیا لیکن وہ اب بھی در پردہ کافر ہی تھا اسی لیے جب بھی اسے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف کسی شرارت کا موقع ملتا وہ ہرگز نہ چوکتا۔ اس کے ساتھی عموماً وہ رؤسا تھے جو اس کی بادشاہت کے زیر سایہ بڑے بڑے مناصب کے حصول کی توقع باندھے بیٹھے تھے مگر اب انھیں اس سے محروم ہو جانا پڑا تھا۔ یہ لوگ ابن شخص کے شریک کار تھے اور اس کے منصوبوں کی تکمیل میں اس کی مدد کرتے تھے اور اس مقصد کے لیے بسا اوقات نوجوانوں اور سادہ لوح مسلمانوں کو بھی اپنی چابک دستی سے اپنا آلۂ کار بنا لیتے تھے۔ یہ منافقین اپنے سینے میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف سخت کینہ و عداوت چھپائے ہوئے تھے لیکن اُن میں مدمقابل آنے کی جرأت نہ تھی بلکہ حالات کے پیش نظر آپ ﷺ سے محبت و خلوص کے اظہار پر مجبور تھے۔ یہ لوگ جمعہ جماعت میں شریک ہوتے اور لڑائیوں میں بھی ساتھ جاتے تھے۔ رسول کریم ﷺ ان کے حالات اور ایک ایک کے نام و نشان سے واقف تھے لیکن چوں کہ شریعت اور قانون کے احکام دلوں کے اسرار سے نہیں بلکہ ظاہری اعمال سے متعلق ہیں اس لیے آپ ﷺ ان پر کفر کے احکام جاری نہیں فرماتے تھے یہاں تک تو شریعت اور قانون کا معاملہ تھا، لیکن فیاض دلی اور عفو و حلم کے اقتضا سے آپ ﷺ ان سے ہمیشہ حسن اخلاق کا ہی برتاؤ کرتے تھے۔

Marfat.com

ایک مرتبہ حضرت سعدؓ بن عبادہ بیمار ہوئے آپ ﷺ اُن کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ راستے میں ایک جلسہ تھا، آپ ﷺ ٹھیر گئے، عبداللہ بن ابی بھی جلسہ میں موجود تھا۔ آپ ﷺ کی سواری کی گرد اُڑی تو اس نے چادر ناک پر رکھ لی اور آپ ﷺ سے کہا: دیکھو گرد نہ اڑاؤ۔ جب آپ ﷺ قریب پہنچے تو اس نے کہا: ''محمد (ﷺ) اپنا گدھا ہٹاؤ، تمھارے گدھے کی بدبو نے میرا دماغ پریشان کر دیا۔'' رسول اللہ ﷺ نے سلام کیا پھر سواری سے اترے اور اسلام کی دعوت دی۔ عبداللہ بن ابی نے کہا: ''ہمارے گھر آ کر ہم کو نہ ستاؤ جو شخص خود تمھارے پاس جائے اس کو تعلیم دو'' (متفق علیہ)۔ عبداللہؓ بن رواحہ جو مشہور شاعر تھے انھوں نے کہا: آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں، بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچی کہ قریب تھا کہ تلواریں نکل آتیں، رسول کریم ﷺ نے دونوں فریقوں کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا اور جلسے سے اٹھ کر آپ ﷺ سعدؓ بن عبادہ کے پاس آ گئے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول وہ شخص تھا جو عمر بھر منافق رہا اور کوئی موقع اس نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ سازشوں اور علانیہ استخفاف واہانت کا ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ کفار قریش کے ساتھ اس کی خفیہ خط وکتابت تسلسل کے ساتھ جاری رہی۔ جب جنگ احد میں آپ ﷺ دشمن کے بالکل قریب تھے اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ یہاں پہنچ کر عبداللہ بن ابی منافق نے بغاوت کر دی اور کوئی ایک تہائی لشکر یعنی تین سو افراد کو لے کر یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ ہم نہیں سمجھتے کہ کیوں خواہ مخواہ اپنی جان دیں۔ وہ دراصل اس نازک موڑ پر الگ ہو کر اسلامی لشکر میں ایسے وقت اضطراب اور کھلبلی مچانا چاہتا تھا جب دشمن اس کی ایک ایک نقل وحرکت دیکھ رہا تھا تاکہ ایک طرف تو عام فوجی

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں اور جو باقی رہ جائیں ان کے حوصلے ٹوٹ جائیں اور دوسری طرف اس منظر کو دیکھ کر دشمن کی ہمت بندھے اور اس کے حوصلے بلند ہوں۔ لہٰذا یہ کارروائی رسول اللہ ﷺ اور ان کے مخلص ساتھیوں کے خاتمے کی ایک مؤثر تدبیر تھی جس کے بعد اس منافق کو توقع تھی کہ اس کی اور اس کے رفقا کی سرداری وسربراہی کے لیے میدان صاف ہو جائے گا۔ قریب تھا کہ یہ منافق اپنے بعض مقاصد کی برآوری میں کامیاب ہو جاتا کیوں کہ مزید دو جماعتوں یعنی قبیلہ اوس میں سے بنوحارثہ اور قبیلہ خزرج میں سے بنوسلمہ کے قدم بھی اکھڑ چکے تھے اور وہ واپسی کی سوچ رہے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی دست گیری کی اور یہ دونوں جماعتیں اضطراب اور ارادۂ واپسی سے رجوع کے بعد جم گئیں (اس واقعہ کا ذکر سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۲۲ میں کیا گیا ہے)۔ غزوہ احد میں عین موقعے پر جس طرح وہ اپنے ہم راہیوں کے ساتھ مسلمانوں کی فوج سے الگ ہو گیا، اس سے مسلمانوں کو سخت صدمہ پہنچا تاہم رسول کریم ﷺ نے درگزر فرمایا۔

سب سے بڑھ کر طیش اور غضب کا موقع افک کا واقعہ تھا جب کہ منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر نعوذ باللہ تہمت لگائی تھی۔ حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کی محبوب ترین زوجہ اور حضرت ابوبکرؓ جیسے یارِ غار کی صاحب زادی تھیں۔ منافقوں نے دم بھر میں اس خبر کو اس طرح پھیلا دیا کہ سارا مدینہ گونج اٹھا۔ دشمنوں کی شماتت، ناموس کی بدنامی، محبوب کی تذلیل یہ باتیں انسانی صبر وتحمل کے پیمانہ میں نہیں سما سکتیں، تاہم رسول کریم ﷺ نے ان سب باتوں کو نہایت صبر سے برداشت کیا۔ تہمت کا اصل بانی رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تھا اور آپ ﷺ کو اس کا بخوبی علم تھا بایں ہمہ آپ ﷺ نے صرف اس قدر ردعمل کا اظہار مجمع عام میں منبر پر

Marfat.com

کھڑے ہو کر فرمایا: ''مسلمانو! جو شخص میرے ناموس کے متعلق مجھ کو ستاتا ہے اس سے میری دادرسی کون کرسکتا ہے؟'' حضرت سعدؓ بن معاذ غصے سے بے تاب ہو گئے اور اٹھ کر کہا: میں اس خدمت کے لیے حاضر ہوں، آپ (ﷺ) نام بتائیں تو اس کا سر اڑا دوں۔ سعدؓ بن عبادہ نے جو عبداللہ بن ابی کے حلیف تھے مخالفت کی اور اس پر دونوں طرف سے حمایتی کھڑے ہو گئے۔ قریب تھا کہ تلواریں کھنچ جاتیں، آپ ﷺ نے دونوں کو ٹھنڈا کیا۔ واقعے کی تکذیب خود اللہ تعالیٰ نے کر دی اور تہمت لگانے والوں کو شرعی سزا دی گئی، تاہم عبداللہ بن ابی اس بنا پر چھوڑ دیا گیا کہ اس کو تہمت لگانے کا اقرار نہ تھا اور ثبوت کے لیے شرعی شہادت موجود نہ تھی، تہمت لگانے والوں میں تین کو سزا دی گئی، ان میں ایک صاحب ایسے بھی تھے جن کی معاش کے کفیل حضرت ابوبکرؓ تھے۔ (بخاری)

ایک دفعہ غزوہ بنی مصطلق میں ایک مہاجر نے ایک انصاری کو تھپڑ مارا، انصاری نے کہا ''یا للانصار یعنی انصار کی دہائی'' مہاجر نے بھی مہاجرین کی دہائی دی، قریب تھا کہ دونوں میں تلواریں چل جاتیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کیا جاہلیت کی باتیں ہیں؟'' دونوں رک گئے۔ اس واقعے کی خبر عبداللہ بن ابی کو ہوئی تو وہ غصے سے بھڑک اٹھا اور بولا: ''کیا ان لوگوں نے ایسی حرکت کی ہے؟ یہ ہمارے علاقے میں آ کر اب ہمارے ہی حریف اور مد مقابل ہو گئے ہیں: اللہ کی قسم ہماری اور ان کی حالت پر تو وہی مثل صادق آتی ہے جو پہلوں نے کہی ہے کہ اپنے کتے کو پال پوس کر موٹا تازہ کرو تا کہ وہ تم ہی کو پھاڑ کھائے۔'' پھر مزید کہنے لگا ''سنو اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ واپس ہوئے تو جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا'' (المنافقون ۶۳: ۸)۔ پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر بولا:

Marfat.com

''یہ مصیبت تم نے خود مول لی ہے۔ تم نے انھیں اپنے شہر میں اتارا اور اپنے اموال بانٹ کر دیے، دیکھو! تمھارے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اگر اسے دینا بند کر دو تو یہ تمھارا شہر چھوڑ کر کہیں اور چلتے بنیں گے۔'' (بخاری)

یہ عجیب بات ہے کہ عبد اللہ بن ابی جس درجہ کا منافق اور دشمن اسلام تھا اس کے صاحب زادے جن کا نام بھی عبد اللہؓ تھا، اسی قدر اسلام کے جاں نثار تھے۔ واپسی پر مدینے کے دروازے پر تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے۔ جب ان کا باپ عبد اللہ بن ابی وہاں پہنچا تو اس سے بولے: اللہ کی قسم آپ یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اجازت نہ دیں کیوں کہ رسول اللہ ﷺ عزیز ہیں اور آپ ذلیل۔ اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لائے اور اس کو مدینے میں داخل ہونے کی اجازت دی تب صاحب زادے نے باپ کا راستہ چھوڑا۔ بعد میں آپ ﷺ کی ناراضی کی بنا پر یہ خبر پھیل گئی تھی کہ آپ ﷺ عبد اللہ بن ابی کے قتل کا حکم دینے والے ہیں۔ یہ سن کر وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: دنیا جانتی ہے کہ میں باپ کا کس قدر خدمت گزار ہوں لیکن اگر یہ مرضی ہے تو مجھ ہی کو حکم ہو، میں ابھی اس کا سر کاٹ لاتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ کسی اور کو حکم دیں اور میں غیرت و محبت کے جوش میں آ کر ان کے قاتل کو قتل کر دوں۔ (ابن ہشام)

آپ ﷺ نے اطمینان دلایا کہ قتل کی بجائے میں اس پر مہربانی کروں گا۔ یہ ارشاد اس طرح پورا ہوا کہ جب وہ مرا تو کفن کے لیے آپ ﷺ خود اپنا پیراہن مبارک عنایت فرما کر جنازہ کی نماز پڑھانے لگے تو حضرت عمرؓ نے دامن تھام لیا کہ آپ ﷺ منافق کے جنازہ کی نماز کیوں پڑھتے ہیں؟ لیکن دریائے کرم کا بہاؤ کون روک سکتا تھا۔ یہ سن کر متبسم ہوئے اور فرمایا ''ہٹو اے عمرؓ!'' جب زیادہ اصرار کیا تو

Marfat.com

فرمایا: ''اگر مجھے اختیار دیا جاتا اور معلوم ہوتا کہ اگر ستر مرتبہ میں نماز پڑھوں تو اس کی بخشش ہو سکتی ہے تو میں اس سے بھی زیادہ پڑھتا۔'' (متفق علیہ)

غزوہ احزاب (خندق)

جب سارا عرب اسلام کا نام ونشان مٹانے کے لیے دس ہزار کا منظم لشکر لے کر مدینے پر چڑھ دوڑا تو حضرت سلمانؓ فارسی کی تجویز پر خندق کھودنے کا عمل فوراً شروع کرتے ہوئے ہر دس آدمی کو چالیس ہاتھ خندق کھودنے کا کام سونپ دیا گیا۔ مسلمانوں نے پوری محنت اور دل جمعی سے خندق کھودنی شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ اس کام کی ترغیب بھی دیتے تھے اور عملاً اس میں پوری طرح شریک بھی تھے۔ چناں چہ صحیح بخاری میں حضرت سہلؓ بن سعد سے مروی ہے: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خندق میں تھے۔ لوگ کھدائی کر رہے تھے اور ہم کندھوں پر مٹی ڈھو رہے تھے کہ اسی اثنا میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللّٰھم لا عیش الا عیش الاخرۃ

فاغفر للمھاجرین والانصار

''اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے، پس مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔'' (متفق علیہ)

ایک دوسری روایت میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ خندق کی طرف تشریف لائے تو دیکھا کہ مہاجرین وانصار ایک ٹھنڈی صبح میں کھودنے کا کام کر رہے ہیں۔ ان کے پاس غلام نہ تھے کہ ان کے بجائے غلام یہ کام کر دیتے۔ آپ ﷺ نے ان کی مشقت اور بھوک دیکھ کر فرمایا:

Marfat.com

اللّٰھم ان العیش عیش الاخرۃ

فاغفر للانصار و المھاجرۃ

''اے اللہ! یقیناً زندگی تو آخرت کی زندگی ہے پس انصار ومہاجرین کو بخش دے۔'' (بخاری)

مہاجرین وانصار نے اس کے جواب میں کہا:

نحن الذین بایعوا محمدا

علی الجھاد ما بقینا ابدا

''ہم وہ ہیں کہ ہم نے ہمیشہ کے لیے جب تک کہ باقی رہیں محمد ﷺ سے جہاد پر بیعت کی ہے۔''

بخاری کی روایت کے مطابق عبداللہؓ بن رواحہ نے یہ رجزیہ کلمات کہے:

اللھم لو لا انت ما اھدینا

ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینۃ علینا

وثبت الاقدام ان لاقینا

ان الاولی رغبوا علینا

وان ارادو فتنۃ ابینا

''اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ نہ صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔ پس ہم پر سکینت نازل فرما۔ اور اگر ٹکراؤ ہو جائے تو ہمارے قدم ثابت رکھ۔ انھوں نے ہمارے خلاف لوگوں کو بھڑکایا ہے۔ اگر انھوں نے کوئی فتنہ چاہا تو ہم ہرگز نہیں جھکیں گے۔''

Marfat.com

حضرت براؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ بھی مذکورہ بالا رجزیہ کلمات کہتے اور آخری الفاظ کھینچ کر کہتے تھے۔ایک روایت میں آخری شعراس طرح ہے:

ان الاولی قد بغوا علینا

وان ارادو افتنة ابینا

''یعنی انھوں نے ہم پرظلم کیا ہے۔اور اگر وہ ہمیں فتنے میں ڈالنا چاہیں گے تو ہم ہرگز سرنگوں نہ ہوں گے۔'' (متفق علیہ)

مسلمان ایک طرف اس گرم جوشی کے ساتھ کام کررہے تھے تو دوسری طرف اتنی شدت کی بھوک برداشت کررہے تھے کہ اس کے تصور سے کلیجہ شق ہوتا ہے۔چناں چہ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ (اہل خندق) کے پاس دو مٹھی جَو لایا جاتا تھا اور بُو دیتی ہوئی چکنائی کے ساتھ بُھون کر لوگوں کے سامنے رکھ دیا جاتا تھا حال آں کہ اس سے بدبُو اٹھ رہی ہوتی تھی۔لوگ بھوکے ہوتے تھے اور اس کا ذائقہ حلق کے لیے ناخوش گوار ہوتا تھا لیکن پھر بھی کھالیتے۔ابوطلحہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کا شکوہ کیا اور اپنے شکم کھول کر ایک ایک پتھر دکھلایا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا شکم کھول کر دو پتھر دکھلائے۔(ترمذی)

رسول کریم ﷺ کی اپنے اصحابؓ سے شدید محبت اور شفقت تھی۔اس کا اظہار آپ ﷺ کے اس طرزِ عمل سے ہوتا ہے جو آپ ﷺ نے اس موقعے پر اختیار فرمایا، جب حضرت جابرؓ نے آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی۔رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دینے کا خیال حضرت جابرؓ کے دل میں اس وقت آیا جب مذکورہ بالا واقعہ دیکھ کر انھیں آپ ﷺ کے شدید بھوکے ہونے کا علم ہوا۔اس وقت ان کے گھر میں صرف ایک

Marfat.com

چھوٹی بکری تھی جس سے صرف چند ہی لوگوں کو دعوت دی جاسکتی تھی۔ چناں چہ جب کھانا تیار ہوگیا تو حضرت جابرؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سرگوشی سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کھانا تیار ہے، آپ ﷺ اور چند اصحابؓ جنھیں آپ ﷺ اپنے ساتھ لانا چاہیں میرے گھر کھانے کی دعوت ہے۔

اس چیز کا بھلا کیوں کر تصور کیا جاسکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ اپنے اصحابؓ کو جو آپ ﷺ ہی کی طرح شدید بھوکے تھے، چھوڑ کر صرف خود تین چار مخصوص صحابہؓ کو لے کر آرام کرنے اور بھوک مٹانے کے لیے چلے جاتے۔ جب کہ آپ ﷺ اپنے تمام اصحابؓ سے اس سے زیادہ شفقت فرماتے تھے جتنی ماں اپنے بیٹوں سے کرتی ہے۔ چناں چہ جب آپ ﷺ نے اپنے سب صحابہؓ کو کھانے کی دعوت دی تو حضرت جابرؓ پریشان ہو گئے مگر زبان سے کچھ نہ بولے۔ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ اس کے لیے یہ بہت معمولی سی بات ہے کہ کم کھانے کو زیادہ کردے اور اس کی قلیل مقدار میں اتنی برکت دے دے کہ وہ ایک بڑی جمعیت کے لیے کافی ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ظاہر ہونے والا یہ عجیب وغریب اور خارق عادت واقعہ آپ ﷺ کے اپنے اصحابؓ سے شدید محبت کے ساتھ ساتھ مادی اسباب کے بالمقابل اللہ تعالیٰ پر بھروسا تھا۔ چناں چہ حضرت جابرؓ کی بکری کے بچے سے ایک بڑی مقدار میں کھانا تیار ہوگیا جو سیکڑوں صحابہؓ نے نہ صرف شکم سیر ہو کر کھایا بلکہ بہت سا بچ بھی گیا۔ (بخاری)

غزوہ احزاب کا باطنی پہلو

غور کرنے کا مقام ہے کہ اس قسم کی محنت ومشقت کو برداشت کرنے پر آخر کس چیز نے آپ ﷺ کو آمادہ کیا؟ لیڈری کی خواہش؟ مال؟ حکومت کی حرص؟

Marfat.com

یا اپنے حامی و مددگار اکٹھا کر لینے کی آرزو؟ جو شخص جاہ و منصب، حکومت یا اقتدار کا خواہاں ہوتا ہے وہ اس قسم کی تکلیفیں بھلا کیوں کر برداشت کرتا۔

جس چیز نے رسول اللہ ﷺ کو یہ سب تکلیفیں برداشت کرنے پر آمادہ کیا وہ رسالت اور امانت کی ایسی ذمہ داری ہے جس کی تبلیغ کا آپ ﷺ کو مکلف بنایا گیا ہے اور جسے ایسی پر خطر راہ پر چل کر لوگوں تک پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ ہے آپ ﷺ کی شخصیت کا وہ نبوی پہلو جو صحابہؓ کے ساتھ آپ ﷺ کے خندق کھودنے کے عمل سے نمایاں ہے۔

غزوہ خندق کے موقعے پر جب یہودیوں کے سردار حُیی بن اخطب کو بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد نے بدعہدی کے لیے تیار کیا تو اس نے کہا ''واللہ میں نے محمد (ﷺ) میں صدق و وفا کے سوا کچھ نہیں دیکھا'' لیکن اس کے باوجود مدینے کے یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا ہوا عہد توڑ دیا۔ درحقیقت اس غزوے میں مسلمان کچھ اس طرح سے ایک نہایت نازک صورت حال سے دوچار ہوئے کہ آگے مشرکین کا لشکر جرار جنھیں چھوڑ کر پیچھے ہٹنا ممکن نہ تھا۔ پیچھے سے بدعہد یہودیوں کے حملے کو روکنے کے لیے ان کے اور مسلمانوں کے درمیان کوئی نہ تھا۔ پھر مسلمان عورتوں اور بچوں کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس لیے لوگوں میں سخت اضطراب برپا ہوا، جس کی کیفیت سورہ احزاب کی آیت نمبر ۱۰ تا ۱۱ میں بیان کی گئی۔ ارشاد فرمایا:

> ''جب لشکر اُوپر سے (بالائی سمت یعنی مدینے کے مشرق سے) اور نیچے سے بھی (مدینے کے مغرب کی طرف نشیبی علاقے) تم پر حملہ آور ہوئے، جب تمھاری آنکھیں (خوف و ہراس سے) پتھرا گئیں، کلیجے (دہشت سے) مُنہ کو آگئے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں

Marfat.com

طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اُس وقت ایمان والے خوب
آزمائے گئے اور شدت سے انھیں جھنجھوڑ دیا گیا۔"

پھر اس موقعے پر بعض منافقین نے بھی سر نکالا۔ چناں چہ وہ کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) تو ہم سے وعدے کرتے تھے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے پائیں گے اور یہاں یہ حالت ہے پیشاب پاخانے کے لیے نکلنے میں بھی جان کی خیر نہیں۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ برملا کہنے لگے کہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں کیوں کہ ہمارے گھر شہر سے باہر دشمن کے سامنے کھلے پڑے ہیں۔ ان ہی لوگوں کے بارے میں سورہ احزاب کی آیات ۱۲ تا ۱۳ میں ارشاد فرمایا:

"اور جب منافقین اور وہ سب لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا، صاف صاف کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) نے جو وعدے ہم سے کیے تھے وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھے۔ جب اُن میں سے ایک گروہ نے کہا: اے یثرب کے لوگو! تمھارے لیے اب ٹھیرنے کی کوئی گنجایش نہیں ہے لہٰذا واپس چلو۔ جب اُن کا ایک فریق یہ کہہ کر نبی ﷺ سے اجازت مانگ رہا تھا کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں، حال آں کہ وہ خطرے میں نہ تھے، دراصل وہ (محاذ جنگ) سے محض بھاگنا چاہتے تھے۔"

دوسری طرف مسلمان اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر رہے تھے: "اے اللہ! ہماری پردہ پوشی فرما اور ہمیں خطرات سے مامون کر دے"۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی دعائیں سن لیں اور بس ایک آندھی نے مشرکین کا کام تمام کرتے ہوئے انھیں غیظ و غضب کے ساتھ واپس کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے ہی سارے لشکروں کو شکست دے کر اپنے لشکر کو عزت بخشی۔

Marfat.com

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

سورہ العنکبوت کی آیات ۲ تا ۳ میں فرمایا:

"کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حال آں کہ ہم ان سب لوگوں کی آزمایش کر چکے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ کو یہ ضرور دیکھنا ہے کہ کون سچے ہیں اور کون جھوٹے؟"

یوں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کی مثل کھرے اور کھوٹے کی پہچان کا عنوان ہی دراصل غزوہ احزاب (خندق) ٹھیرا۔

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ کا واقعہ بخاری و مسلم، ابن ہشام اور فتح الباری میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ ذی قعدہ ۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کو مدینے کے اندر خواب میں دکھلایا گیا کہ آپ ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے، خانہ کعبہ کی کنجی لی، بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کیا۔ چناں چہ آپ ﷺ اپنے پندرہ سو صحابہؓ کے ہم راہ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ جب قریش کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے آپ ﷺ کو روکنے کی کوشش کی۔ آپس میں گفت و شنید کے لیے دونوں اطراف سے سفرا کا تبادلہ ہوا۔ مسلمانوں کے سفیر حضرت عثمانؓ کے مکے میں دیر تک رکے رہنے کی وجہ سے ان کے قتل کی افواہ پھیل گئی جس پر آپ ﷺ نے صحابہؓ سے موت پر بیعت لی جسے بیعت رضوان یا بیعت شجر کہتے ہیں۔ جب قریش نے صورت حال کی نزاکت محسوس کر لی تو جھٹ سہیل بن عمرو کو معاملات صلح طے کرنے کے لیے روانہ کیا اور یہ تاکید کر دی کہ صلح میں لازماً یہ بات طے کی جائے کہ آپ ﷺ اس سال

Marfat.com

واپس چلے جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ عرب یہ کہیں کہ آپ ﷺ ہمارے شہر میں جبراً داخل ہو گئے۔ ان ہدایات کو لے کر سہیل بن عمرو آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے اسے آتا دیکھ کر صحابہ کرامؓ سے فرمایا! تمھارا کام تمھارے لیے سہل کر دیا گیا۔ اس شخص کو بھیجنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ قریش صلح چاہتے ہیں۔ سہیل نے آپ ﷺ سے دیر تک گفت گو کی اور بالآخر طرفین میں صلح کی دفعات طے ہو گئیں۔

ابو جندلؓ کی واپسی کے لیے رسول کریم ﷺ کا اصرار

نوشتہ صلح ابھی لکھا ہی جا رہا تھا کہ سہیل کے بیٹے ابو جندلؓ اپنی بیڑیاں گھسیٹتے آ پہنچے۔ وہ زیریں مکہ سے نکل کر آئے تھے۔ انھوں نے یہاں پہنچ کر اپنے آپ کو مسلمانوں کے درمیان ڈال دیا۔ سہیل نے کہا: یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق میں آپ (ﷺ) سے معاملہ کرتا ہوں کہ آپ (ﷺ) اسے واپس کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابھی تو ہم نے نوشتہ مکمل نہیں کیا ہے۔ اس نے کہا: تب میں آپ (ﷺ) سے کسی بات پر صلح کا کوئی معاملہ ہی نہ کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا تو تم اس کو میری خاطر چھوڑ دو۔ اس نے کہا: میں آپ (ﷺ) کی خاطر بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں نہیں، اتنا تو کر ہی دو۔ اس نے کہا: نہیں میں یہ نہیں کر سکتا۔ پھر سہیل نے ابو جندلؓ کے چہرے پر چانٹا رسید کیا اور مشرکین کی طرف واپس کرنے کے لیے ان کے کرتے کا گلا پکڑ کر گھسیٹا۔ ابو جندلؓ زور زور سے چیخ کر کہنے لگے، مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف واپس کیا جاؤں گا تاکہ وہ مجھے میرے دین کے متعلق فتنے میں ڈالیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو جندلؓ! صبر کرو اور اسے باعث ثواب سمجھو۔ اللہ تمھارے لیے اور تمھارے ساتھ جو دوسرے کم زور مسلمان ہیں ان سب کے لیے کشادگی اور پناہ کی جگہ بنائے گا۔ ہم نے قریش سے صلح کر لی ہے اور ہم نے ان کو اور انھوں نے ہم کو اس پر اللہ کا عہد دے رکھا ہے، اس لیے ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔

Marfat.com

قائد اور کارکن کا تعلق

وفد قریش کے قائد کا یہ مطالبہ کہ حضرت ابوجندلؓ کو واپس کر دیا جائے، منظور تو کر لیا گیا لیکن رسول کریم ﷺ بار بار ابوجندلؓ کی رہائی کا مطالبہ کرتے رہے، ایک قائد اپنے کارکن کی ذرا سی بھی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ تو پھر رحمۃ للعالمینؐ تھے، انھیں کُل جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا، وہ اپنے اُمّتی کے دکھ کو سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے ابوجندلؓ کی رہائی پر اصرار کیا کہ ابوجندلؓ اپنی مرضی سے ہمارے پاس رہنا چاہتا ہے، اس لیے تم اگر میری خاطر اسے یہاں رہنے دو تو مناسب ہوگا لیکن سہیل بن عمرو نے اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا۔ ابوجندلؓ کے بارے میں آپ ﷺ کے جذبات دیکھ کر وفد کے دوسرے اراکین نے حضرت ابوجندلؓ کو پناہ دینے کا اعلان کر دیا کہ وہ مکے میں ان کی پناہ میں رہیں گے اور کوئی انھیں گزند نہیں پہنچا سکے گا۔

بہرحال حضرت ابوجندلؓ کو واپس کرنا پڑا اور رسول اللہ ﷺ نے ابوجندلؓ کو بھی تسلی دیتے ہوئے فرمایا: تم بھی بحیثیت مسلمان پسند نہیں کرو گے کہ ہم عہد کی خلاف ورزی کریں۔ حضرت ابوجندلؓ نے بھی آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کر کے ایک قابل فخر مثال قائم کی۔ حضرت ابوجندلؓ اپنی آنکھوں میں حسرت و یاس لیے کفار کی قید میں چلے گئے لیکن آپ ﷺ کے حکم کو دل کی گہرائیوں سے قبول کیا۔ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی قول و فعل حکمت و دانائی سے خالی نہیں لہٰذا میری واپسی میں مسلمانوں کی اجتماعی بھلائی مضمر ہوگی۔ ایک نبی اور امتی کا یہ رشتہ کتنا عظیم رشتہ ہے کہ خون کے رشتوں کا تقدس بھی ہوا میں تحلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔ ابوجندلؓ نے اطاعت رسول ﷺ کا ایسا سبق مسلمانوں کو دیا، جو رہتی دنیا تک ان کے قلب و نظر میں روشنی بکھیرتا رہے گا۔ ایسے واقعے سے قائد (نبی) اور کارکن (اُمّتی) کے تعلق کی ایمانی اور جذباتی سطح کو بھی سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ عظیم

Marfat.com

قائد رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کی خاطر ایک ناخوش گوار فیصلہ کیا۔ صحابہؓ کی اکثریت دل مسوس کر رہ گئی لیکن اپنے قائدؐ کے فیصلے پر انھوں نے سر جھکا دیے۔ یہ اظہار ہم دردی محض رسمی نہ تھا حضرت ابوجندلؓ نے ایک بے لوث مخلص اور وفادار کارکن کی طرح اطاعت شعاری کی انتہا کر دی اور کفار کی قید کو برداشت کر لیا کہ یہ میرے قائدؐ کا حکم ہے۔ انھوں نے تاریخ اسلام کے نازک موڑ پر ایثار و قربانی کی لازوال مثال قائم کر کے اطاعت امیر کی عملی تفسیر جبیں وقت پر تحریر کر دی اور کارکنوں کو یہ سبق بھی دیا کہ اجتماعی مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح دینی چاہیے۔ انھوں نے مزید ایک سال کفار کی قید میں گزارا اور پھر ستر جوانوں کے ہم راہ مکے سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

صلح حدیبیہ کے موقعے پر جنھوں نے قتل کرنا چاہا

صلح حدیبیہ کے موقعے پر ستر یا اسی آدمیوں کا ایک دستہ منہ اندھیرے چپکے سے کوہ تنعیم سے اتر کر آیا تا کہ نماز پڑھتے ہوئے یا چھپ کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیں۔ وہ سب کے سب حضرت محمدؓ بن سلمہ کے ہاتھوں گرفتار ہو کر جب آپ ﷺ کی خدمت میں لائے گئے تو آپ ﷺ نے ان سب کو بغیر کسی فدیہ یا سزا کے معاف فرما دیا۔ سورہ الفتح کی آیت نمبر ۲۴ اسی واقعے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

"اسی اللہ نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک لیے۔"

بیعت رضوان کی حکمتیں

صلح حدیبیہ کے واقعے میں یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بیعت علی الموت لینے کی آخر کیا ضرورت تھی جب کہ آپ ﷺ کے ساتھ موجود جاں نثار صحابہؓ کی جماعت آپ ﷺ کے ایک اشارے پر اپنی جانیں قربان کر دینے کو تیار تھی۔ دراصل اس بیعت سے رسول اللہ ﷺ کی سنت عالیہ سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کے نفاذ کے لیے جب کبھی بھی اجتماعی جدوجہد کی ضرورت ہو تو اس کی بنیاد بیعت پر ہو۔ دوسرا

Marfat.com

قریش کی مصالحت بھی اسی بیعت کے نتیجے میں ہوئی جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فتح سے تعبیر فرمایا اور آگے چل کر یہی صلح بعد کی عظیم فتوحات جن میں فتح خیبر، فتح مکہ، غزوہ حنین و تبوک کا باعث بنی جنھیں اللہ کے رسول ﷺ کی نگاہیں اپنی خداداد اور بے مثال بصیرت سے دیکھ رہیں تھیں۔ اسی بیعت رضوان میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر جہاں ان کی فضیلت کا پیغام دیا وہیں ابو جندلؓ کے واقعے میں امت کے لیے ہر حال میں ایفائے عہد کا درس بھی شامل ہے۔

دشمنوں کا اقرار

صلح حدیبیہ کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے ہرقل شاہ روم کے پاس اپنے صحابی دحیہؓ بن خلیفہ کلبی کے ہاتھ اپنا مکتوب بھیجا اس کی تفصیل صحیح بخاری میں ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے ان سے بیان کیا کہ جب صلح حدیبیہ کے تحت ملک شام کی تجارت ہمارے لیے ممکن ہوئی تو ایک بار تجارت کی غرض سے ہم بیت المقدس میں تھے، جب ہرقل نے انھیں اپنے دربار میں بلایا اور کہا: اسے میرے قریب کر دو اور اس کے ساتھیوں کو اس کی پشت کے پاس دٹھا دو (مسلم)۔ اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ میں اس شخص (ابوسفیان) سے اس آدمی (رسول اللہ ﷺ) کے متعلق سوال کروں گا، اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اسے جھٹلا دینا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر جھوٹ بولنے کی بدنامی کا خوف نہ ہوتا تو میں یقیناً آپ ﷺ کے متعلق جھوٹ بولتا۔ ابوسفیان کہتے ہیں پہلا سوال جو ہرقل نے مجھ سے آپ ﷺ کے بارے میں کیا تھا کہ تم لوگوں میں اس کا نسب کیسا ہے۔

میں نے کہا: وہ اونچے نسب والا ہے۔

ہرقل نے کہا: تو کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟

Marfat.com

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: اچھا تو بڑے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے یا کمزوروں نے؟

میں نے کہا: کمزوروں نے۔

ہرقل نے کہا: یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟

میں نے کہا: بڑھ رہے ہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس دین سے برگشتہ ہو کر مرتد بھی ہوتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: اس نے جواب تک بات کہی ہے کیا اسے کہنے سے پہلے تم لوگوں کو اس پر جھوٹ کا تجربہ ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔ البتہ ہم لوگ اس وقت اس کے ساتھ صلح کی ایک مدت گزار رہے ہیں، معلوم نہیں اس میں وہ کیا کرے گا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس فقرے کے سوا مجھے اور کہیں کچھ گھسیڑنے کا موقع نہ ملا۔

Marfat.com

ہرقل نے کہا: کیا تم لوگوں نے اس سے جنگ کی ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

ہرقل نے کہا: تو تمھاری اور اس کی جنگ کیسی رہی؟

میں نے کہا: جنگ ہم دونوں کے درمیان برابر کی چوٹ کی ہے۔ کبھی وہ ہمیں زک پہنچا لیتے ہیں اور کبھی ہم اُن کو۔

ہرقل نے کہا: وہ تمھیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟

میں نے کہا: وہ کہتا ہے صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ تمھارے باپ دادا جو کچھ کہتے تھے اسے چھوڑ دو۔ اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پرہیزگاری، پاک دامنی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔

اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: تم اس شخص (ابوسفیان) سے کہو کہ میں نے تم سے اس شخص (رسول اللہ ﷺ) کا نسب پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ اونچے نسب کا ہے اور دستور یہی ہے کہ پیغمبر اپنی قوم کے اونچے نسب میں سے ہی بھیجے جاتے ہیں۔ اور میں نے دریافت کیا کہ کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟ تم نے بتلایا کہ نہیں، میں کہتا ہوں کہ اگر یہ بات اس سے پہلے کسی اور نے کہی ہوتی تو میں یہ کہتا کہ یہ شخص ایک ایسی بات کی نقالی کر رہا ہے جو اس سے پہلے کہی جا چکی ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ اس کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ تم نے بتلایا کہ نہیں۔ اگر اس کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں

Marfat.com

کہتا کہ یہ شخص اپنے باپ کی بادشاہت کا طالب ہے۔ اور میں نے یہ دریافت کیا کہ کیا جو بات اس نے کہی ہے اسے کہنے سے پہلے تم لوگ اسے جھوٹا خیال کرتے تھے ؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں، ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں پر تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ پر جھوٹ بولے۔ میں نے یہ بھی دریافت کیا کہ بڑے لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں یا کم زور؟ تو تم نے بتایا کہ کم زوروں نے اس کی پیروی کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہی لوگ پیغمبروں کے پیروکار ہوتے ہیں، میں نے پوچھا کہ کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص برگشتہ ہوکر مرتد بھی ہوتا ہے۔ تو تم نے بتایا کہ نہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ ایمان کی بشاشت جب دلوں میں گھس جاتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور میں نے دریافت کیا کہ کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں اور پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ بدعہدی نہیں کرتے۔ میں نے یہ بھی پوچھا کہ وہ کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟ تو تم نے بتایا کہ وہ تمہیں اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دیتا ہے، بت پرستی سے منع کرتا ہے، اور نماز، سچائی اور پرہیزگاری و پاک دامنی کا حکم دیتا ہے۔ تو جو کچھ تم نے بتایا ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ شخص بہت جلد میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کا مالک ہو جائے گا۔ میں جانتا تھا کہ یہ نبی آنے والا ہے لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو اس سے ملاقات کی زحمت اٹھاتا اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے دونوں پاؤں دھوتا۔ اس کے بعد ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا خط منگوا کر پڑھا۔ جب خط پڑھ کر فارغ ہوا تو وہاں آوازیں بلند ہوئیں اور بڑا شور مچا۔ ہرقل نے ہمارے بارے میں حکم دیا اور ہم باہر کر دیے

Marfat.com

گئے۔ جب ہم لوگ باہر لائے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا، ابو کبشہ کے بیٹے کا معاملہ بڑا زور پکڑ گیا۔ اس سے تو بنو صفر (رومیوں) کا بادشاہ ڈرتا ہے۔ اس کے بعد مجھے برابر یقین رہا کہ رسول اللہ ﷺ کا دین غالب آ کر رہے گا یہاں تک کہ اللہ نے میرے اندر اسلام کو جاگزیں کر دیا۔

مکہ میں شدید قحط

قریش کی ستم گری و جفا کاری کی داستان دہرانے کی ضرورت نہیں، آپ کو یاد ہوگا شعب ابی طالب میں تین برس تک ان ظالموں نے رسول اللہ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے خاندان کو اس طرح محصور کر رکھا تھا کہ غلے کا ایک دانہ اندر پہنچ نہیں سکتا تھا۔ بچے بھوک سے روتے اور تڑپتے تھے اور یہ بے دردان کی آوازیں سن کر ہنستے اور خوش ہوتے تھے۔ لیکن معلوم ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں قریش کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جب رسول کریم ﷺ کو خبر ملی کے مکے میں قحط کی وجہ سے لوگ سخت مصیبت سے دو چار ہیں۔ آپ ﷺ نے فوراً حضرت علقمہؓ ابن خزاعہ کو امداد دے کر ابوسفیان کے پاس بھیجا۔ مشکل کی اس گھڑی میں جب رسول اللہ ﷺ کا قاصد مدد لے کر ابوسفیان کے پاس پہنچا تو حیرانی کے ساتھ ابوسفیان نے کہا: محمد (ﷺ) کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے ہم اسے قتل کرنے کے درپے ہیں اور وہ کتنے کریم، کتنے اچھے اور کتنے معاف کرنے والے ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لا چکے تو مکہ میں شدید قحط پڑا۔ قحط اس قدر شدید تھا کہ اہل مکہ کی آنکھوں کی روشنی بھی کم ہوگئی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے مردار اور ہڈیاں کھانا شروع کر دیں۔ ابوسفیان جو ہمیشہ مسلمانوں کا بدترین دشمن رہا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: آپ (ﷺ) ہمیشہ احسان

Marfat.com

اور صلہ رحمی کی تعلیم دیا کرتے ہیں، اپنے اللہ سے دعا کیجیے کہ اس قحط شدید سے ہم کو نجات ملے کیوں کہ آپ (ﷺ) کی قوم اس سے ہلاک ہو رہی ہے۔ گو کہ قریش کی ایذا رسانی اور شرارتیں انسانیت کی تمام حدود کو بھی پھلانگ گئی تھیں۔ اس کے باوجود ابوسفیان کی بات سن کر فوراً آپ ﷺ کے دست مبارک دعا کے لیے اُٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قدر مینہ برسایا کہ جل تھل ہو گیا اور قحط دُور ہو گیا۔ (بخاری)

حضرت حاطبؓ کے جرم سے صرف نظر

حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ غزوہ بدر کے صحابی ہیں۔ جنگ احد میں جب عتبہ بن ابی وقاص نے رسول اللہ ﷺ کا دندان مبارک شہید کیا تو حضرت حاطبؓ نے اس کا پیچھا کر کے اسے اس زور کی تلوار ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ یہ وہی صحابی ہیں جنھیں رسول اللہ ﷺ نے مصر و اسکندریہ کے بادشاہ جریج بن متی جس کا لقب مقوقس تھا، کے پاس صلح حدیبیہ کے بعد اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ بادشاہ نے قاصد کا اعزاز و اکرام کیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں دو لونڈیاں ماریہ اور سیرین جن کا قبطیوں میں بڑا مرتبہ تھا، کپڑے اور دلدل نامی خچر ہدیہ بھیجے۔ آپ ﷺ نے حضرت ماریہؓ کو اپنے پاس رکھا اور ان ہی کے بطن سے آپ ﷺ کے صاحب زادے ابراہیمؓ پیدا ہوئے۔ جب کہ سیرینؓ کو حضرت حسانؓ بن ثابت کے حوالے کر دیا۔ (زاد المعاد)

جس زمانے میں رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے لیے تیاریاں کر رہے تھے اس وقت آپ ﷺ اس بات کی خاص احتیاط فرما رہے تھے کہ قریش کو ہمارے ارادوں کی خبر نہ ہو۔ حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے چاہا کہ قریش کو اس کی اطلاع کر دیں۔

Marfat.com

چناں چہ ایک خط لکھ کر انھوں نے چپکے سے سارہ نامی ایک عورت کی معرفت مکہ روانہ کیا۔ آپ ﷺ کو اس کی خبر ہوگئی، حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ اسی وقت بھیجے گئے جو قاصد کو مع خط کے گرفتار کر لائے۔ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: اس نے اللہ، اللہ کے رسول اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی ہے۔ اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ ﷺ نے حاطبؓ کو بلا کر دریافت کیا تو انھوں نے صاف صاف اپنے قصور کا اعتراف کیا اور معذرت چاہی۔ آپ ﷺ نے حاطبؓ سے پوچھا، تم نے ایسا کیوں کیا؟ حاطبؓ نے کہا اللہ کی قسم میرے ایمان میں کوئی خلل نہیں آیا ہے۔ خط لکھنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ مکہ میں اپنی آل اور اولاد کو چھوڑ کر جو مہاجرین چلے آئے ہیں ان کا خاندان وہاں موجود ہے اور وہ ان کی حفاظت کرتا ہے لیکن میرے بال بچوں کا وہاں کوئی سہارا نہ تھا، اس لیے میں نے چاہا کہ کفار پر ایک احسان کر دوں جس کے بدلے میں میرے بال بچوں کی حفاظت ہو جائے (فتح الباری)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سچ کہتے ہو۔ لیکن حضرت عمرؓ نے پھر کہا، اس نے اللہ اور رسول ﷺ کے اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی ہے اور یہ منافق ہو گیا ہے لہٰذا اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ اہل بدر سے نہیں ہیں؟ کوئی بات تو ہے جس کی بنا پر اللہ نے اہل بدر کے متعلق یہ فرمایا ہے:

''جو چاہو کرو کیوں کہ جنت تمھاری قسمت میں لکھی جا چکی ہے۔''

یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو سب سے زیادہ علم ہے۔ (بخاری)

Marfat.com

حاطبؓ ابن ابی بلتعہ کے اس عمل سے بظاہر جنگی وسیاسی امور کو نقصان پہنچ سکتا تھا مگر چوں کہ ان کی نیت صاف تھی اور ان کا دل پاک تھا اس لیے آپ ﷺ نے ان کے اس جرم سے صرف اس بنا پر چشم پوشی فرمائی کہ انھوں نے اس سے پہلے اسلام کی ایسی عظیم الشان خدمت انجام دی تھی جس سے ان کے ایمان کی سچائی پوری ظاہر ہو چکی تھی۔ عورت جو اس جرم میں شریک تھی اس سے بھی کسی قسم کا تعرض نہیں فرمایا۔ حال آں کہ یہ خط اگر دشمنوں تک پہنچ جاتا تو مسلمانوں کو سخت خطرات کا سامنا ہو جاتا۔

آپ ﷺ نے حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے معاملے میں جو طرز عمل اختیار فرمایا وہ شرکت بدر کی فضیلت پر مبنی تو تھا ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ ایک ایسے اصول پر بھی مبنی تھا جس کو دنیوی اور اخلاقی سلطنتوں کے درمیان ایک حد فاصل قرار دیا جا سکتا ہے۔ سیاست کا ایک لازمی جز بدگمانی ہے اور اسی بنا پر وہ بادشاہ سب سے زیادہ مدبر اور دور اندیش خیال کیا جاتا ہے جو سلطنت کے راز کو اپنے عزیز واقارب تک سے چھپائے لیکن یہ اصول صرف دنیوی سلطنتوں کا ہے اور اسی وجہ سے ان سلطنتوں میں حاکم ومحکوم میں اتحاد اور خلوص پیدا نہیں ہوتا، لیکن اخلاقی اور مذہبی سلطنتوں کا تمام تر دارومدار اخلاص باللہ، باہمی خلوص اور اعتماد پر ہے اور اسی خلوص واعتماد کی بنا پر رسول کریم ﷺ نے حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے جرم سے چشم پوشی کرتے ہوئے دوسرے صحابہؓ کو بھی ان کی نسبت صرف اچھے کلمات استعمال کرنے کی تلقین کرتے ہوئے اس اصول کو ان مختصر الفاظ میں بیان فرمایا:

"حسن ظن بھی ایک قسم کی عبادت ہے۔" (ابوداؤد)

Marfat.com

باب سوم

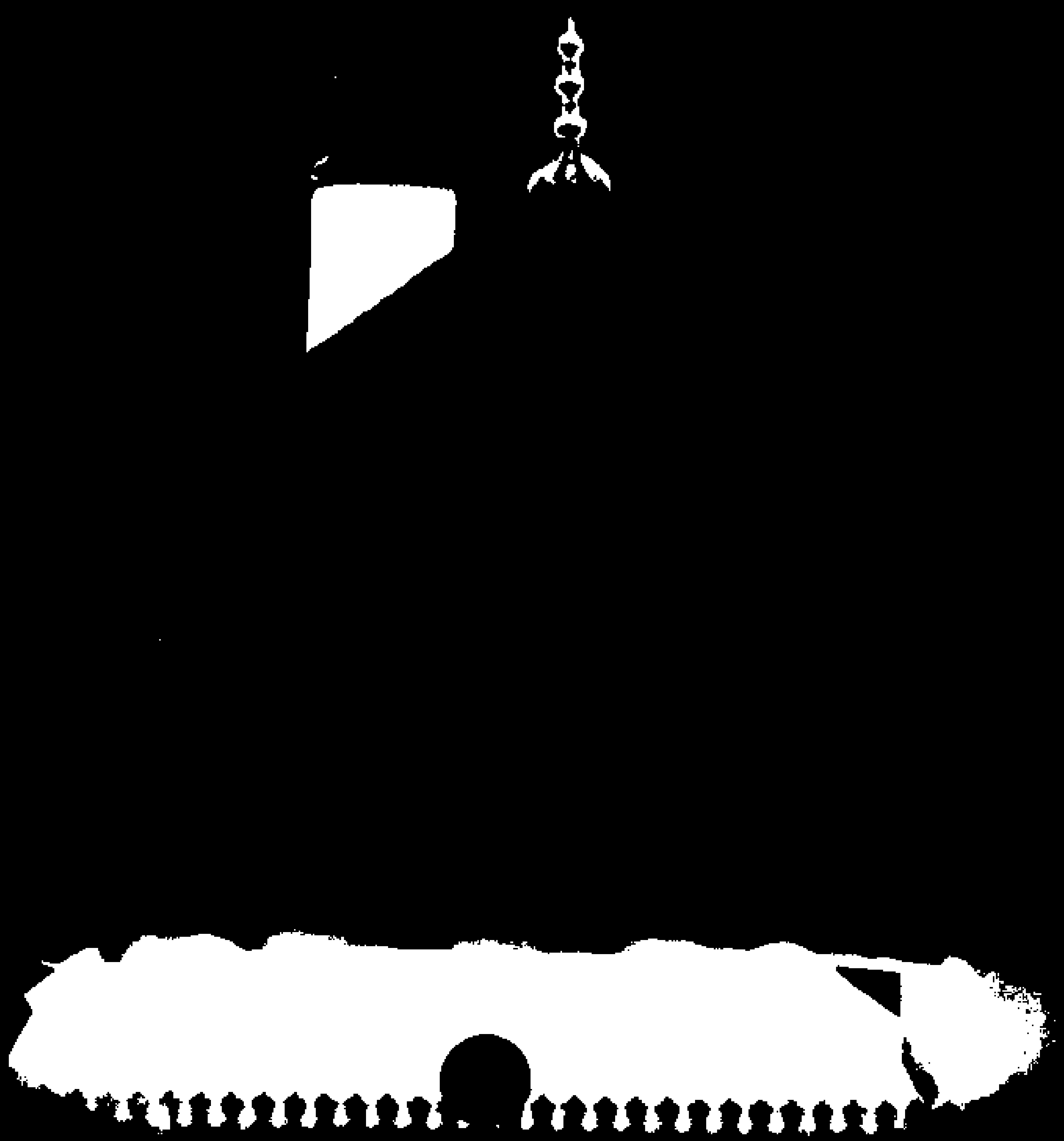

اعدا پر کرم کی بارش

Marfat.com

Marfat.com

رسول کریم ﷺ کا دل بھر آیا

جب معاشرے کے صاحب عقل اور سلیم الطبع افراد یکے بعد دیگرے دائرہ اسلام میں شامل ہوئے تو وہ ایک روحانی انقلاب ہی سے نہیں ذہنی، فکری اور سماجی انقلاب سے بھی آشنا ہوئے جس سے اسلام نے ان کی انا اور نفرت کو اطاعت اور محبت میں بدل دیا۔ بے جان پتھروں کے آگے سجدہ ریز ہونے والے ایک اللہ وحدہ لاشریک کے حضور جھک گئے۔ فتنہ وفساد برپا کرنے والوں کو جب شعور تہذیب عطا ہوا اور انھیں انداز جہاں بانی سکھائے گئے تو وہ امن و امان کے داعی بن گئے۔ دختر حوّا کی عفت و عصمت کے محافظ قرار پائے، روشنی کی علامت اور زندگی کا استعارہ ٹھیرے۔ ان ہی میں ابوسفیان بن حارث بھی تھا جو اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ ابوسفیان بن حارث نے مکہ کی گلی گلی میں آپ ﷺ کے خلاف اشعار کہے۔ اپنی نظموں میں آپ ﷺ کی ہجو کی۔ جب اس نے دیکھا کہ اب مشرکین و کفار میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی سکت باقی نہیں رہی اور مسلمان کسی وقت بھی مکے پر قبضہ کر کے انھیں انتقام کا نشانہ بنا سکتے ہیں تو اس نے بھاگ کر روم کے دربار میں پناہ لینے میں عافیت سمجھی۔ جب قیصر سے ابوسفیان کا تعارف ہوا تو اس نے پوچھا: اگر تو سچ کہہ رہا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تو محمد بن عبداللہ (ﷺ) کا بھائی ہے۔ یہی ایک جملہ اس کے قلب و ذہن میں ہیجان برپا کر گیا۔ اس نے سوچا مجھے تو کوئی جانتا ہی نہیں، میرا تعارف بھی ہوا تو وہ بھی سیدنا محمد (ﷺ) کے حوالے سے جنھیں میں اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتا ہوں۔ صداقت منکشف ہوئی تو اسے اپنی غلطیوں کا احساس ہوا اور پھر ان غلطیوں کے ازالے کا خیال بھی پیدا ہوا۔ اندر کا جمود ٹوٹا، رعونت کی برف

Marfat.com

پگھلی اور اس نے اسلام کی آغوش رحمت میں آنے کا فیصلہ کر لیا۔ واضح رہے کہ یہ ابوسفیان وہ نہیں جو ہند بنت عتبہ کا خاوند تھا اور جس نے غزوہ احد میں لشکر کفار کی قیادت کی تھی اور جس کے بارے میں فتح مکہ کے وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اسے بھی امان دی جائے گی۔ بلکہ ابوسفیان نامی یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے چچا حارث کے بیٹے تھے۔ یہ بھی حلیمہؓ کے زیر پرورش رہے، لہٰذا اس نسبت سے آپ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔

دوسرا شخص آپ ﷺ کی پھوپھی عاتکہؓ کا بیٹا اور ام المومنین ام سلمہؓ کا سوتیلا بھائی عبداللہ بن ابی امیہ تھا۔ دونوں کا باپ ایک تھا لیکن ماں رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی عاتکہؓ تھی۔ ایک محفل میں قریش مکہ نے آپ ﷺ کو بلایا۔ آخر میں جب ان کی باتوں سے رنجیدہ ہو کر آپ ﷺ جانے لگے تو یہ بھی اٹھ کے ساتھ ساتھ چلا اور آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: اے محمد (ﷺ) تیری قوم نے تمھیں کتنی باتیں پیش کیں لیکن تو نے ایک بھی قبول نہ کی۔ تو بڑا آیا ہے اپنے آپ کو سمجھنے والا۔ اب تو اللہ کی قسم میں تمھارے اوپر ایمان نہیں لانے والا، خواہ تم آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھتے ہوئے دکھائی ہی کیوں نہ دو اور پھر آنکھوں کے سامنے اترو اور تمھارے ساتھ چار فرشتے بھی آ کر تمھاری صداقت کی گواہی کیوں نہ دے دیں۔ اتنا بھی تو کر دے، تو میں پھر بھی تجھ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ آپ ﷺ اس کی باتیں سن کر بڑے ہی دکھی دل کے ساتھ گھر واپس آئے۔

عبداللہ بن ابی امیہ ابوسفیان بن حارث کا جتنا گہرا دوست تھا اتنا ہی رسول اللہ ﷺ کا دشمن تھا۔ روم سے واپسی پر ابوسفیان نے تمام صورت حال اور اپنے دل کی بات اپنے دوست کے سامنے رکھی۔ دل سے جو آواز نکلتی ہے یقیناً اثر رکھتی

Marfat.com

ہے، عبداللہ بن ابی امیہ پر بھی ابوسفیان کی باتوں کا اثر ہوا اور دونوں بھیس بدل کر اسلام قبول کرنے مدینے کے سفر پر روانہ ہوگئے۔ وہ سفر جس میں ان کے مقدر کا ستارہ چمکنے والا تھا وہ سفر جس میں یہ دامن دل میں ایمان کی دولت سمیٹنے والے تھے اور وہ سفر جس میں یہ جہالت کے اندھیروں سے نکل کر نور اسلام سے منور ہونے والے تھے۔ چوں کہ فتح مکہ سے چند دن پہلے دونوں نے مدینے کی راہ لی تھی، اس لیے لشکر اسلام انھیں راستے میں مل گیا۔ ابوسفیان کے چھوٹے بیٹے جعفر بھی ان کے ساتھ تھے۔ عبداللہ بن ابی امیہ اور ابوسفیان بن حارث بعثت سے پہلے دونوں رسول اللہ ﷺ کے بہت قریب تھے۔ اس کے بعد دونوں آپ ﷺ کے خلاف ہوگئے۔ اب یہ لوگ معافی کی درخواست لے کر آئے۔ سب سے پہلے ام سلمہؓ سے ملے اور ان سے یہ خواہش ظاہر کی رسول اللہ ﷺ سے ان کی سفارش کر دیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں اور کہا: آپ ﷺ کی بیوی کا بھائی جو آپ ﷺ کی پھوپھی کا بیٹا بھی ہے اور ساتھ آپ ﷺ کے چچا کا بیٹا جو آپ ﷺ کا رضاعی بھائی بھی ہے، حاضر ہیں۔ دونوں کے ظلم کی داستانیں آنکھوں کے سامنے آ گئیں۔ اپنی ذات کی حد تک تو آپ ﷺ معاف کر دیتے لیکن ان دونوں نے راہ حق کے مسافروں پر ظلم و ستم کے وہ پہاڑ توڑے کہ اسلام دشمنی میں تمام حدود کو پھلانگ گئے۔ پورے عرب کو مسلمانوں پر حملہ کر کے انھیں نیست و نابود کر دینے کے لیے آمادہ کرتے رہے۔ منافقین مدینہ اور یہودی قبائل سے رابطہ کر کے ہمیشہ مسلمانوں کے لیے مشکلات پیدا کیں۔ فرمایا: مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ ام سلمہؓ نے ان کی جانب سے وکالت کی کہ آپ ﷺ نے بڑے بڑے مجرموں کو معاف فرما دیا ہے انھیں بھی معاف فرما دیں۔ لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ جب انھوں نے اپنی بے نتیجہ کوشش سے انھیں

Marfat.com

آگاہ کیا تو ابوسفیان نے کہا: اللہ کی قسم یا تو رسول اللہ ﷺ مجھے قبول کر لیں ورنہ میں بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر ریگستان کی راہ لوں گا اور اس وقت تک سرگرداں اور آوارہ دشت وصحرا رہوں گا جب تک ہم دونوں بھوک اور پیاس سے ہلاک نہ ہو جائیں۔ اس نے مزید کہا: اللہ کے رسول ﷺ سے کہیے کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر بھلا کون کریم اور حلیم ہو سکتا ہے؟ میری تو پھر بھی آپ ﷺ کے ساتھ قریبی رشتہ داری ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کی یہ بات سنی تو آپ ﷺ کا دل بھر آیا۔ ام سلمہؓ نے مزید سفارش کی تو دونوں کو حاضری کی اجازت دے دی (حیات سرور کائناتؐ)۔
رسول کریم ﷺ نے اپنے خون کے پیاسوں کو معاف کر دیا اور دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے ابوسفیان بن حارثؓ کو سکھایا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے جاؤ اور وہی بات کہو جو حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان سے کہی تھی: ''اللہ کی قسم جس نے آپ کو ہم پر فضیلت بخشی اور یقیناً ہم ہی خطا کار تھے''۔ کیوں کہ آپ ﷺ یہ پسند نہیں کریں گے کہ کسی کا جواب آپ ﷺ سے عمدہ رہا ہو۔ چناں چہ ابوسفیان بن حارث نے یہی کیا اور جواب میں فوراً رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''آج تم پر کوئی برزنش نہیں۔ اللہ تمھیں بخش دے اور وہ ارحم الراحمین ہے''۔ اس موقعے پر ابوسفیانؓ نے اشعار میں اپنے ماضی کے سیاہ کارناموں پر معذرت کی۔ اشعار سنتے ہوئے رسول کریم ﷺ نے پیار سے ابوسفیان کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا: ابوسفیان تو نے مجھے بری طرح جھٹلایا تھا (زاد المعاد)۔ ابوسفیان نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ وہ میری جہالت تھی آپ ﷺ تو معاف کرنے میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ بعد میں ان کے اسلام کی حالت اچھی رہی۔ آگے چل کر غزوۂ حنین کے موقعے پر جب آپ ﷺ کے قریبی صحابہ بھی ہوازن

Marfat.com

کے تیروں سے چھلنی ہو کر ادھر ادھر بکھر گئے حتّٰی کہ رسول اللہ ﷺ تنہا رہ گئے تو اس وقت یہی سفیانؓ بن حارث تھے جو مسلسل آپ ﷺ کی سواری کی نکیل تھامے رہے اور آپ ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ (بخاری)

فتح مکہ

۱۰ رمضان ۸ ہجری کو جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ چھوڑ کر مکہ کا رخ کیا تو اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام تھے۔ جب اسلامی لشکر ۱۷ رمضان، بروز منگل ذی طوی کے قریب پہنچا اس وقت حضرت سعدؓ بن عبادہ اسلامی فوج کا جھنڈا اٹھائے فوجی ٹکڑی کے آگے آگے چل رہے تھے۔ جب وہ ابوسفیان بن حرب جو حضرت عباسؓ کی امان میں تھے، کے پاس سے گزرے جو راستے کے ایک جانب کھڑا تھا تو انھوں نے پکار کر کہا: ابوسفیان یہ قتل عام کا دن ہے، وہ دن جب حرمتیں پامال ہوں گی، وہ دن جب اللہ قریش کو ذلیل کر دے گا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ فوجی دستے کے بیچوں بیچ اپنی اونٹنی قصوا پر سوار جا رہے تھے اور آپ ﷺ کے دونوں جانب ابوبکرؓ اور اُسیدؓ تھے۔ جن سے آپ ﷺ گفت گو فرما رہے تھے۔ ابوسفیان نے پکار کر کہا جب وہ آپ ﷺ سے اتنا قریب ہوا کہ آپ ﷺ اس کی آواز سن سکیں: اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ نے لوگوں کے قتل کا حکم دیا ہے؟ اور انھوں نے وہ سب دہرا دیا جو سعدؓ ابن عبادہ نے کہا تھا۔ ابوسفیان نے مزید کہا: میں آپ ﷺ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں آپ ﷺ کی قوم کی جانب سے کیوں کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ قرابت کا پاس کرنے والے ہیں، انتہائی مہربان اور فیاض ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ رحم کا دن ہے، یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے قریش کو عزت دی۔'' پھر عبدالرحمٰنؓ بن عوف

Marfat.com

اور عثمانؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! بعید نہیں کہ سعدؓ قریش کے اندر مار دھاڑ مچا دیں۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے سعدؓ کو کہلا بھیجا کہ جھنڈا اپنے بیٹے قیسؓ کو دے دیں جو نسبتاً نرم مزاج انسان تھے۔ جھنڈے کا قیسؓ کے ہاتھوں میں ہونا سعدؓ ہی کے ہاتھوں میں ہونا تھا۔ لیکن سعدؓ نے بغیر رسول اللہ ﷺ کے راست حکم کے، جھنڈا قیس کو دینے سے انکار کر دیا۔ تب آپ ﷺ نے اپنا سرخ عمامہ خود سر سے اتارا، اور نشانی کے طور پر سعدؓ کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد جھنڈا فی الفور قیسؓ کو دے دیا گیا۔ (حیات سرور کائناتؐ)

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہؓ کے جلو میں مسجد حرام کے اندر داخل ہوئے۔ آگے بڑھ کر حجر اسود کو بوسہ دیا اور حالت احرام میں نہ ہونے کی وجہ سے صرف بیت اللہ کا طواف کیا۔ طواف کے دوران آپ ﷺ ایک ایک بت کو جن کی کل تعداد ۳۶۰ تھی اپنی چھڑی سے ضرب لگاتے جاتے اور گرائے جاتے۔ وحی کے یہ الفاظ آپ ﷺ کی زبان پر جاری تھے:

> ''حق آگیا اور باطل مِٹ گیا، باطل تو مٹنے والی ہی چیز ہے۔'' (بنی اسرائیل ۸۱:۱۷)

آپ ﷺ کی چھڑی کی ٹھوکر سے ہر بت منہ کے بل زمین پر آ رہا تھا۔ طواف مکمل کرنے کے بعد آپ ﷺ سواری سے اترے اور مقام ابراہیمؑ پر نماز ادا فرمائی۔ یہ جگہ اس زمانے میں کعبے سے متصل تھی۔ پھر آپ ﷺ چاہ زم زم پر تشریف لے گئے اور وہاں آپ ﷺ کو عباسؓ نے پینے کے لیے زم زم پیش کیا اور آپ ﷺ نے ہمیشہ کے لیے بنی ہاشم کے روایتی حق کی توثیق فرما دی کہ زائرین کو پانی پلائیں۔ (بخاری)

Marfat.com

آج کوئی سرزنش نہیں

تکمیل طواف کے بعد آپ ﷺ نے عثمانؓ بن طلحہ سے بیت اللہ کے دروازے کی کنجی لے کر دروازہ کھولا اور حضرت بلالؓ اور اسامہؓ کے ساتھ اندر تشریف لے گئے اور نماز ادا فرمائی۔ پھر کنجی ہاتھ میں لیے ہوئے بیت اللہ کی دہلیز پر کھڑے ہوئے۔ مکے کے باشندے جنھوں نے مسجد حرام میں پناہ لی تھی، ان کے ساتھ اب وہ بھی آ ملے تھے جو پہلے اپنے گھروں میں پناہ لیے ہوئے تھے۔ یہ سب ٹولیوں میں یہاں وہاں کعبے کے آس پاس بیٹھے تھے۔ اسی سوچ اور انتظار میں تھے کہ پتا نہیں اب ان کے ساتھ آپ ﷺ کیا کرتے ہیں۔ پورا حرم لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اب ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

> ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا سارے قبائل کو شکست دی۔'' (مسند احمد)

خطبے کے بعد آپ ﷺ نے مجمعے کی طرف دیکھا تو جبّارانِ قریش سامنے تھے، ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کو مٹانے میں سب کے پیش رو تھے، وہ بھی تھے، جن کی زبانیں رسول اللہ ﷺ پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں، وہ بھی تھے جن کی تیغ وسناں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں، وہ بھی تھے جنھوں نے آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے، وہ بھی جو وعظ کے وقت آپ ﷺ کی ایڑیوں کو لہولہان کر دیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جن کی تشنہ لبی خون نبوت کے سوا کسی چیز سے بھی بجھ نہیں سکتی تھی، وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینے کی دیواروں سے آ آ کر ٹکراتا تھا، وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو چلچلاتی ہوئی ریت

Marfat.com

پر لٹا کر ان کے سینوں پر آتشیں مہریں لگایا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جو اکیس سال تک رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے نام لیواؤں کو ستاتے رہے اور ظلم وستم کا کوئی حربہ ایسا نہ تھا جو انھوں نے اللہ وحدہ لاشریک کے پرستاروں پر نہ آزمایا ہو حتیٰ کہ وہ گھر اور وطن تک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن آج اسلام کے وہ سب بدترین دشمن مکمل طور پر رسول اللہ ﷺ کے رحم وکرم پر تھے اور آپ ﷺ کا ایک اشارہ ان سب کو خاک وخون میں ملا سکتا تھا۔ لیکن ہوا کیا؟ ان تمام جباران قریش سے جو خوف اور ندامت سے سر جھکائے آپ ﷺ کے سامنے کھڑے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: قریش کے لوگو! تمھارا کیا خیال ہے میں تمھارے ساتھ کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ ان الفاظ کے گونجتے ہی ظلم، مکر، تشدد اور خوں خواری کی وہ ساری گندی تاریخ قریش کی نگاہوں کے سامنے سے ایک فلم کی طرح گزر گئی ہوگی، جسے انھوں نے بیس اکیس برس میں تیار کیا تھا۔ یقیناً ان کے ضمیر پھٹ جانے کو ہوں گے۔ یہ لوگ اگرچہ ظالم تھے، شقی تھے، بے رحم تھے، لیکن مزاج شناس تھے۔ بے بسی اور ندامت کے عالم میں وہ لوگ پکار اٹھے کہ ہم اچھا ہی کہتے ہیں اور اچھی ہی توقع رکھتے ہیں۔ ہم ہی خطا کار ہیں، جب کہ آپ ﷺ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے صاحب زادے ہیں۔ اب آپ ﷺ جو حکم فرمائیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی (مسند الربیع):

> ''آج تم پر کچھ گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔ اللہ تمھیں معاف کرے، وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔'' (یوسف ۱۲: ۹۲)

Marfat.com

کیا قریش کی تاریخ ظلم و جنگ کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی شخص بھی اس جواب کی توقع کر سکتا ہے؟ مگر جو کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کی شان کریمی کو سمجھتا ہو وہ آپ ﷺ سے اسی جواب کی امید باندھے گا۔ کوئی اور ہوتا تو آج اکڑ کر مکے میں داخل ہوتا۔ ایک ایک واقعے کا انتقام لیتا۔ چن چن کے ان افراد کو تلوار کا لقمہ بناتا جنھوں نے ذرا بھی کوئی زیادتی کی تھی۔ مفتوح شہر میں قتل عام کرا دیتا۔ لوگوں کے مال اور عورتوں کی عصمتیں نیلامی پر چڑھ گئی ہوتیں۔ لیکن فاتح چوں کہ رسول کریم ﷺ تھے اس لیے انھوں نے زمین پر قبضہ حاصل کرنے اور محض انسانوں کے جسموں پر قابو پانے کی بجائے ان کے دلوں کو فتح کرنے کی کوشش کی۔ نہ صرف انھیں آزادی اور عزت بخشی بلکہ کفار مکہ نے ہجرت کرنے والے جن مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کر لیا تھا، اب وہ وقت تھا کہ ان تمام مہاجرین کو ان کے حقوق دلائے جاتے لیکن آپ ﷺ نے مہاجرین سے فرمایا کہ وہ اپنے اپنے مکانوں اور املاک تک سے دست بردار ہو جائیں۔ (بخاری)

جشن فتح

تاریخ نے بار ہا ایسا دیکھا کہ شاہان زمانہ محافل طرب سجا کر جشن فتح مناتے ہیں، رقص و سرود کی مجلسیں برپا کر کے اپنی کامرانی پر اظہار مسرت کرتے ہیں۔ مفتوحین کے قتل عام کی اجازت دے کر اپنی فتح کا اعلان کرتے ہیں۔ فضاؤں میں خون انسانی اچھال کر اپنی فتح کا پرچم بلند کرتے ہیں۔ کھیتوں کو برباد کر کے املاک کو نذر آتش کر کے اور مفتوحین کو ذلیل و رسوا کر کے اپنی تفریح طبع کا سامان فراہم کرتے ہیں اور دشمن کی ہر چیز پر قبضہ جما کر اسے زندہ درگور کرتے ہیں اور اس کی عزت نفس کو سولی چڑھا کر اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ بچوں کو

Marfat.com

نیزوں پر اچھال کر اور کھوپڑیوں کے مینار تعمیر کر کے اپنی فتح و نصرت کے ڈنکے بجاتے ہیں۔ لیکن فتح مکہ کا دن شرف انسانی کی بحالی کا عظیم دن تھا، جس میں رسول اللہ ﷺ نے بھی فتح کا جشن منایا لیکن یہ جشن اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر منایا گیا۔ مسلمانوں نے فتح کی رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تکبیر کی صدائیں بلند کرتے گزاری۔ خانہ کعبہ کا طواف کرتے رات بسر کی۔ سات سال بعد اللہ کے گھر کی زیارت ہوئی تھی۔ کلمات تشکر لبوں پر حرف دعا بن کر مہکتے رہے، فتح کے اس جشن میں لہو ولعب کا سایہ تک نہ پڑنے دیا گیا۔ شیطانی وسوسوں کو قریب تک نہ پھٹکنے دیا گیا، کسی کو ذلیل و رسوا کیا گیا نہ دشمن کی بیٹی کی طرف کسی نے آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ مسلمان بزور قوت غالب آئے تھے، چاہتے تو مکہ کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہا دیتے۔ دشمن کی املاک کو نذر آتش کر دیتے، ان کے مال واسباب پر قبضہ جما لیتے، ان کے بچوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیتے اور ان پر اتنا تاوان عاید کر دیتے کہ ان کی نسلیں بھی اس کے بوجھ تلے سسک سسک کر دم توڑ جاتیں۔ لیکن رسول کریم ﷺ نے تو عفو و درگزر کی انتہا کر دی۔

مکہ جہاں جہالت کے اندھیروں کی گود میں فتنہ و شر کی پرورش ہوتی رہی تھی، جہاں حرف حق کی تلاش و جستجو کا تصور تک شرک و کفر کی ریت کے گہرے سمندر میں ڈوب چکا تھا، جہاں داعی حق پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے، کردار کشی سے قتل کے ناپاک منصوبوں کی تکمیل تک ذہنوں کا فتور عمل بد کی شکل میں صورت پذیر ہوتا رہا تھا، جہاں قدم قدم پر رسول برحقؐ کو جھٹلایا گیا اور پیغام توحید کا مذاق اڑایا گیا، آج مکہ کی فضا عفو و کرم کے پھولوں سے مہک رہی تھی۔ پیکر رحمتؐ نے اپنے خون کے پیاسوں کو بھی اپنی چادر رحمتؐ میں چھپا لیا۔ کردار کی خوشبو نے دلوں کے مقفل

Marfat.com

دروازوں پر دستک دی تو بے حسی کے قفل ٹوٹ کر گر پڑے۔ ہوائے تازہ کے جھونکوں سے روح سرشار ہوگئی، دلوں کی ویران کھیتیوں میں باد بہار چلنے لگی، سینے ایمان کی نور سے معمور ہو گئے۔ اللہ کی رحمت کا دروازہ کھل گیا، توحید کی امانت سینوں میں محفوظ ہونے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے اعلان کروایا کہ جس کسی کے گھر میں بت ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ اس کو توڑ کر ریزہ ریزہ کردے۔ پھر آپ ﷺ قریب کی پہاڑی صفا پر تشریف لے گئے، جہاں پہلی بار آپ ﷺ نے اپنے خاندان کو اللہ کا پیغام پہنچایا تھا۔ مقام صفا میں آپ ﷺ ایک بلند مقام پر بیٹھے جہاں عزت و احترام سے آپ ﷺ نے ان لوگوں کا استقبال کیا، جو داخل اسلام ہونے کی خواہش رکھتے تھے۔ ان میں مرد بھی تھے، عورتیں بھی، جو جوق در جوق شمع ایمان کی طرف دیوانہ وار لپکے۔ کوہ صفا پر بڑے نظم و ضبط اور سکون کے ساتھ بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت عمرؓ، رسول اللہ ﷺ اور بیعت کے لیے جمع ہونے والے لوگوں کے درمیان رابطہ قائم کیے ہوئے تھے۔ جو لوگ اسلام قبول کرنے آتے تھے وہ آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ پہلے مردوں نے بیعت کی اس کے بعد خواتین کی باری آئی۔ جب آپ ﷺ مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو عورتوں سے بیعت کی۔ عورتوں سے بیعت لینے کا یہ طریقہ تھا کہ ان سے ارکان اسلام اور محاسن اخلاق کا اقرار لیا جاتا تھا، پھر پانی کے ایک لبریز پیالے میں آپ ﷺ دست مبارک ڈبو کر نکال لیتے تھے۔ آپ ﷺ کے بعد عورتیں اسی پیالے میں ہاتھ ڈالتی تھیں اور بیعت کا معاہدہ پختہ ہو جاتا تھا۔ (ابن ہشام)

ہند کو خوش آمدید

ہند بنت عتبہ، ابوسفیان کی بیوی جو اسلام دشمنی میں ابوسفیان سے بھی دو

Marfat.com

قدم آگے تھی۔ ابو سفیانؓ اسلام قبول کر چکے تھے، لیکن ہندا بھی تک کفر پر قائم تھی۔ جب ابو سفیانؓ اسلام قبول کرنے کے بعد واپس مکہ پہنچے اور انھوں نے اہل مکہ کو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت قبول کرنے کی تجویز دی تو ہند آگ بگولہ ہوگئی اور مشتعل ہو کر اپنے خاوند کے بارے میں ناشایستہ زبان استعمال کرنے لگی۔ آج اس ہند کا ذہن بھی ایمان کی کرنوں کے پھول چن رہا تھا۔ ایمان کی حرارت اس کی سوچوں کے بند کواڑوں کو بھی کھول رہی تھی۔ جب قریش کی چند خواتین آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو ان میں ہند بنت عتبہ بھی تھی جو اس وقت ان کی نمایندگی کر رہی تھی۔ یہ وہی ہند ہے جو عتبہ کی بیٹی تھی، جس نے جنگ احد کے موقعے پر رسول اللہ ﷺ کی والدہ کی قبر اکھیڑنا چاہی، جس نے حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت کے بعد ان کا کلیجہ چبا کر درندگی، وحشت اور بربریت کی انتہا کر دی۔ حضرت حمزہؓ کے ساتھ اس نے جو کچھ کیا تھا اس کی وجہ سے اپنے کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کو اندیشہ تھا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ مکے میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس کے قتل کا حکم نہ فرمادیں۔ لہٰذا فتح مکہ کے دن وہ نقاب پہن کر آئی تا کہ رسول اللہ ﷺ پہچان نہ سکیں اور بے خبری میں بیعت اسلام کر کے سند امان حاصل کر لے۔ آپ ﷺ نے ہند کو پہچان لیا لیکن اس واقعے کا ذکر تک نہ فرمایا۔ (سیرت النبی ﷺ)

رسول اللہ ﷺ نے جب اس سے بیعت کا آغاز کیا اور فرمایا:

''اس بات پر مجھ سے بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیراؤ گی۔''

ہند نے کہا:

''اللہ کی قسم آپ ﷺ ہم سے وہ اقرار لے رہے ہیں جو آپ ﷺ نے مردوں سے نہیں لیا ہے، بہرحال ہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔''

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اور چوری نہیں کرو گی۔''

ہند نے بے اختیاری میں کہا:

''میں نے ابوسفیانؓ کے مال سے اکثر تھوڑا تھوڑا لیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ایسا کرنا میرے لیے حلال تھا یا حرام؟''

ابوسفیانؓ نے جو وہاں موجود تھے اور اس کی بات سن رہے تھے، کہا:

''جو کچھ پہلے تم نے لیا ہے وہ حلال ہے۔''

اب آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تم عتبہ کی بیٹی ہند ہو؟''

اس نے کہا:

''اللہ کے رسول ﷺ! حمد وثنا ہے اس ہستی کی، جس نے اس دین کو جسے میں پسند کرتی ہوں غلبہ عطا کیا۔ پھر انھوں نے چہرے سے نقاب الٹ دی اور کہا ہاں میں ہند بنت عتبہ ہوں۔''

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''خوش آمدید''

ہند کو ان الفاظ کی قطعاً توقع نہیں تھی، اس کرشمہ اعجاز سے متاثر ہو کر بے اختیار بول اٹھی: ''یا رسول اللہ ﷺ! اس سے پہلے آپ ﷺ کے خیمہ سے مبغوض تر خیمہ کوئی میری نگاہ میں نہ تھا لیکن آج آپ ﷺ کے خیمہ سے کوئی زیادہ محبوب خیمہ میری نگاہ میں دوسرا نہیں۔ جو کچھ پہلے مجھ سے سرزد ہوا ہے، اسے معاف کر دیں، اللہ بھی آپ ﷺ کی خطاؤں سے درگزر کرے گا۔''

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

Marfat.com

''اور زنا نہ کروگی۔''

اس نے کہا:

''کیا کوئی آزاد (اور شریف) عورت زنا بھی کرسکتی ہے؟''

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اور اپنی اولاد کو قتل نہ کروگی۔''

یہ سن کر اس نے کہا:

''جب تک وہ بچے تھے ہم نے انھیں پالا۔ جب بڑے ہوئے تو بدر کی لڑائی میں آپ ﷺ نے انھیں قتل کردیا۔ اب آپ ﷺ جانیں اور وہ جانیں۔''

اس کی یہ بات سن کر حضرت عمرؓ کو بے ساختہ ہنسی آگئی اور وہ خوب ہنسے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا:

''اور کوئی کھلا ہوا بہتان نہ باندھوگی۔''

اس پر ہند نے کہا:

''اللہ کی قسم! بہتان تراشی بڑی معیوب بات ہے اور بعض مواقع پر چشم پوشی زیادہ بہتر ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اور معروف باتوں میں میری نافرمانی نہ کروگی۔''

ہند: ''ہم یہاں اس لیے نہیں بیٹھیں کہ معروف باتوں میں آپ ﷺ کی نافرمانی کریں۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دعا کی، آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا کہ ان کی بیعت لو، ہند کے قبول اسلام کے متعلق ہونے والی گفت گو کی

Marfat.com

روایات میں اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف کوئی اتنا زیادہ نہیں، کم وبیش سب نے ایک سی باتیں درج کی ہیں۔ (مدارک)

ابوسفیانؓ کے لیے اعزاز

ابوسفیان اسلام سے پہلے جیسے کچھ تھے، غزوات نبوی کا ایک ایک حرف اس کا شاہد ہے۔ بدر سے لے کر فتح مکہ تک جتنی لڑائیاں اسلام کو لڑنا پڑیں، ان میں سے اکثر میں ان کا ہاتھ تھا لیکن فتح مکہ کے موقعے پر جب حضرت عباسؓ ان کو اپنی امان میں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ ان کے ساتھ محبت سے پیش آئے۔ حضرت عمرؓ نے گذشتہ جرائم کی پاداش میں ان کے قتل کا ارادہ کیا لیکن آپ ﷺ نے منع فرمایا اور نہ صرف یہ بلکہ ان کے گھر کو امن وامان کا حرم بنا دیا۔ فرمایا: جو ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کا قصور معاف ہوگا۔ کیا دنیا کے کسی فاتح نے اپنے دشمن کے ساتھ یہ برتاؤ کیا ہے؟ (سیرت النبی ﷺ)

حضرت ابوسفیانؓ، جو اسلام کے سایۂ رحمت میں آچکے تھے، نے صحابہؓ کے جلو میں رسول اللہ ﷺ کے طواف کرنے کا منظر دیکھا تو ان کے دل میں پھر وسوسہ پیدا ہوا۔ حسد کے جذبات عود کر آئے اور یہ خیال گزرا کہ میرے پاس لشکر ہوتا تو دوبارہ اس شخص کے ساتھ جنگ کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست شفقت ان کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا اور فرمایا: ''اللہ پھر تجھے ذلیل کرتا۔''

حضرت ابوسفیانؓ نے سر اٹھایا تو انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ قیام فرما ہیں۔ ابوسفیانؓ نے کہا: ''مجھے یقین نہیں تھا کہ آپ ﷺ قیامت تک کے لیے نبی ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا! ''ابوسفیان دنیا اور آخرت کی عزت میں لایا ہوں، جو میرا طریقہ چھوڑے گا، اللہ اسے ذلیل کر دے گا۔''

Marfat.com

اسی رات ابوسفیان نے اپنی بیوی سے کہا کہ آج جو کچھ ہوا، کیا تو اسے اللہ کی طرف سے سمجھتی ہے؟ اس نے کہا ہاں یہ واقعہ من جانب اللہ ہے۔ صبح رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کو ان کی اس گفت گو کے بارے میں بتایا کہ تو نے ہند سے یہ کہا تھا کہ کیا یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ سن کر انھوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں کیوں کہ اس گفت گو کو میرے اور میری بیوی ہند بنت عتبہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کے بعد ان کی ایمان کی کیفیت اچھی رہی اور باقی عمر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے وقف کر دی یہاں تک کہ اللہ کے راستے میں ان کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔

کعبے کی چھت پر اذان بلالی

فتح مکہ کے وقت چشم فلک نے عفو و درگزر کے ساتھ اسلامی اخوت کے بے مثال مناظر بھی اپنے دامن میں محفوظ کر لیے حضرت بلال حبشیؓ جو ایک غلام تھے، جنھیں اسلام قبول کرنے کی پاداش میں تپتی ریت پر گھسیٹا گیا جن پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے لیکن وہ مشرکین کی بربریت کے سامنے استقامت کا کوہ گراں بن کر کھڑے رہے اور ان کے پائے استقلال میں ذرا لغزش نہ آئی، آج کا عظیم دن اہل حق کی کامرانی اور کامیابی کا دن تھا۔ اب نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ آج اس بلالؓ کو رسول اللہ ﷺ حکم دے رہے تھے کہ بلالؓ! جس کعبے میں تمھیں گھسنے نہ دیتے تھے آج میں نے تمھاری شان اتنی بلند کر دی ہے کہ کعبے کی چھت پر چڑھ کر اذان دو، نغمہ توحید بلند کرو، اللہ کی وحدت کا اعلان کرو۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے حضرت بلالؓ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی۔ یہ اذان گویا اسلامی انقلاب کی کامیابی کا اعلان تھی۔ وہی کعبہ جہاں اللہ کے بندوں کے لیے اللہ کا نام پکارنا جرم بن گیا تھا اور اس سے روکنے کے لیے کتنی ہی سختیاں رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحابؓ سمیت

Marfat.com

جھیلیں۔ آج اس کی بلندیوں پر سے یہ آواز بلند اللہ کی بڑائی پکاری جا رہی تھی اور کوئی قوت نہ تھی جو مزاحم ہو سکے۔

کفار و مشرکین سے یہ منظر دیکھا نہ گیا وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔ ان کے لیے یہ صورت حال چنداں قابل قبول نہیں تھی۔ خاموش رہنا ان کی مجبوری تھی ورنہ وہ مسلمانوں کی راہ میں دیواریں چننے سے کبھی دریغ نہ کرتے۔ نفرت کی چنگاریاں ابھی تک ان کے سینوں میں سلگ رہی تھیں۔ ایک غلام کعبے کی چھت پر، وہ اس کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، ان کی نفرت عود کر آئی اور وہ جلی کٹی باتیں کرنے لگے۔ اس وقت ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اُسید اور حارث بن ہشام کعبہ کے صحن میں بیٹھے تھے۔ جوں ہی حضرت بلالؓ نے بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دی، عتاب بن اُسید نے کہا: ''اللہ نے میرے باپ کی عزت رکھ لی کہ اس آواز کے سننے سے پہلے اس کو دنیا سے اٹھا لیا، ورنہ اسے ایک ناگوار چیز سننا پڑتی۔''

حارث نے کہا: ''اب جینا بے کار ہے۔''

اس پر ابوسفیان نے کہا: ''دیکھو! واللہ میں کچھ نہیں کہوں گا۔ کیوں کہ اگر میں بولوں گا تو یہ کنکریاں بھی میرے متعلق خبر دے دیں گی۔''

اِدھر یہ باتیں کر رہے تھے کہ اُدھر اللہ نے جبرائیلؑ کے ذریعے ساری گفت گو سے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کر دیا اور بلالؓ کی شان میں ساتھ ہی وحی نازل ہوگئی:

''اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی (اللہ سے ڈرنے والا) ہے۔'' (الحجرات ۴۹: ۱۳)

مساوات انسانی کا درس دینے والے رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور جو باتیں انھوں نے ایک دوسرے سے سرگوشی کے انداز میں کہی تھیں، وہ

Marfat.com

باتیں حرف بہ حرف ان کے سامنے دہرا دیں۔ وہ حیران و ششدر رہ گئے۔ اس پر حارث اور عتاب بھی اب بول اٹھے، ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! کوئی شخص ہمارے ساتھ تھا ہی نہیں کہ ہماری اس گفت گو سے آگاہ ہوتا اور ہم کہتے کہ اس نے آپ ﷺ کو خبر دی ہوگی۔ یقیناً آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں ورنہ ہماری باتیں کسی کو معلوم نہ تھیں۔ (محسن انسانیتؐ)

فتح مکہ کے بعد چند مشرکین اذان کی نقل اتارنے لگے۔ رسول کریم ﷺ نے مضحکہ اڑانے والوں کو بلایا اور پوچھا: ابھی کس نے بلند آواز سے اذان دی تھی؟ انھوں نے ایک نوجوان ابومحذورہ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے ابومحذورہ کو ڈانٹ ڈپٹ کی بجائے کمال محبت سے اذان دینے کی فرمایش کی، ابومحذورہ کو انکار کی جرأت تھی نہ اذان سے پوری واقفیت۔ جب ابومحذورہ نے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اذان کے الفاظ سن کر دہرائے تو زبان کے ساتھ ان کا دل بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکار اٹھا۔ چند ساعت پہلے اذان کا تمسخر اڑانے والا آپ ﷺ کی شفقت و نرمی سے حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔ حضرت ابومحذورہؓ کی آواز نہایت دل کش تھی لہٰذا آپ ﷺ نے انھیں مکہ کا مستقل مؤذن بنا دیا۔ (تہذیب التہذیب)

دوران طواف رسول کریم ﷺ پر حملے کی ناکام کوشش

اگرچہ اہل مکہ کی اکثریت نے تاریخی حقائق کو دل کی گہرائیوں سے قبول کرتے ہوئے ہتھیار ڈال دیے تھے اور لشکر اسلام کی راہ میں مزاحم نہیں ہوئے تھے تاہم چند شرپسند سرکشی پر تلے ہوئے تھے۔ چند شرپسندوں کی مزاحمت کو حضرت خالدؓ نے کچل دیا تھا لیکن ایسے افراد کا مکمل صفایا ابھی نہیں ہوا تھا، جو اس بدلی ہوئی صورت حال میں بھی رسول اللہ ﷺ کو گزند پہنچانے کی منصوبہ بندی میں مصروف تھے اور اس تاک میں تھے کہ انھیں موقع ملے اور وہ رسول اللہ ﷺ پر حملہ کر کے

Marfat.com

انھیں شہید کر دیں۔ روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی قصوا پر سوار ہو کر طواف کیا، آب زم زم سے وضو فرمایا اور دو رکعتیں ادا کیں۔ جب آپ ﷺ آب زم زم سے وضو فرما رہے تھے، تو آپ ﷺ کے اصحابؓ وضو کا پانی لینے کے لیے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ عشق رسول ﷺ کا یہ دل آویز اور روشن منظر دیکھ کر کفار ومشرکین متعجب ہو کر کہتے کہ ہم نے وارفتگی، محبت اور عقیدت کا یہ عالم کسی بھی بادشاہ کے دربار میں نہیں دیکھا۔ فتح مکہ کے وقت جو لوگ حسد، بغض اور نفرت کی آگ میں جل رہے تھے ان میں فضالہ بن عمیر لیثی ایک جری شخص بھی تھا۔ ابن ہشام نے روایت کیا ہے کہ فضالہ بن عمیر لیثی نے منصوبہ بنایا کہ جب سیدنا محمد ﷺ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہوں، تب وہ آپ ﷺ کو قتل کر دے گا۔ لہٰذا یہ شخص دوران طواف بدنیتی سے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ہو لیا کہ موقع ملتے ہی وہ آپ ﷺ پر حملہ کر دے گا۔ لیکن دلوں کا پوشیدہ حال جان لینے والے اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو اس کے ارادۂ بد سے آگاہ کر دیا۔ جب وہ اس ارادے سے آپ ﷺ کے قریب ہوا تو آپ ﷺ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: کیا تم فضالہ ہو؟ اس نے جواب دیا: جی میں فضالہ ہی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے دوسرا سوال کیا: تم دل میں کیا سوچ رہے ہو؟ اس نے قدرے گھبرا کر کہا: کچھ بھی نہیں، بس اللہ اللہ کر رہا ہوں۔ رسول کریم ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے، پھر فرمایا: اللہ سے معافی چاہو۔ پھر اپنا دست مبارک اس کے سینے پر رکھا۔ اس کا دل اسی وقت پُر سکون ہو گیا۔ نفرت محبت میں تبدیل ہو گئی، باطن نور سے بھر گیا، ایمان کی دولت سینے میں مچلنے لگی۔ دست اقدس جس کی مقدس انگلیوں سے بکری کے خشک تھنوں سے دودھ کے چشمے رواں ہو جاتے، جو چاند کی طرف اٹھ جائیں تو وہ دو ٹکڑے ہو جاتا۔ وہ

Marfat.com

دست مبارک قتل کا ارادہ رکھنے والے فضالہ کے قلب ونظر کو انقلاب آشنا کر گیا۔ سزا وار ٹھہرنے والے خود بیان کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! جوں ہی آپ ﷺ نے میرے سینے سے ہاتھ ہٹایا، آپ ﷺ کی ذات گرامی مجھے اتنی محبوب ہوگئی کہ اللہ کی تمام مخلوق میں میرے لیے اس سے زیادہ محبوب اور کوئی نہ تھا۔ مزید فرماتے ہیں کہ میں واپس اپنے گھر کی طرف لوٹا، میری دنیا بدل چکی تھی، راستے میں میری آشنا عورت نے مجھے بلایا جس کی طرف میں پہلے میلان رکھتا تھا اور اس کے ساتھ دل لگی کی باتیں کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا: آؤ باتیں کریں۔ میں نے جواب دیا: نہیں، اس سے اللہ اور اسلام دونوں منع کرتے ہیں۔ اگر تو فتح مکہ کے موقعے پر محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ لیتی جب کہ بتوں کو پاش پاش کیا جا رہا تھا، تو تجھے معلوم ہو جاتا کہ اللہ کا دین بالکل نکھر کر سامنے آ گیا ہے اور شرک کے چہرے پر تاریکی چھا گئی ہے۔

آج وفا کا دن ہے

فتح مکہ کے دن ہر طرف توحید کے پرچم لہرا رہے تھے۔ بیت اللہ میں اذان حق بلند ہو رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہو رہے تھے۔ پتھروں کے بے جان بتوں کی جھوٹی خدائی پر خط تنسیخ پھیرا جا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے کلید بردار حضرت عثمانؓ بن طلحہ کو بلا کر بیت اللہ کی چابی لانے کا حکم صادر فرمایا۔ وہ اپنے گھر گئے اور اپنی والدہ سے بیت اللہ کی چابی مانگی لیکن ان کی والدہ نے بیت اللہ کی چابی دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عثمانؓ بن طلحہ نے اپنی والدہ سے کہا: واللہ! کنجی دے دیں ورنہ تلوار میری پیٹھ سے پار ہو جائے گی۔ ان کی یہ دھمکی کام کر گئی، وہ چابی لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیت اللہ کا دروازہ کھولا۔

Marfat.com

طواف کے بعد رسول اللہ ﷺ مسجد حرام میں بیٹھ گئے۔حضرت علیؓ نے، جن کے ہاتھ میں کعبے کی کنجی تھی، حاضر خدمت ہو کر عرض کیا: ''رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے حجاج کو پانی پلانے کے اعزاز کے ساتھ خانہ کعبہ کی کلید برداری کا اعزاز بھی جمع فرما دیجیے۔اللہ آپ ﷺ پر رحمت نازل کرے۔''

ایک اور روایت کے مطابق حضرت عباسؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، بنو ہاشم کو کعبہ کا کلید بردار بھی بنا دیجیے۔''

آپ ﷺ نے حضرت عباسؓ کے اس مطالبے کو نامنظور کرتے ہوئے فرمایا: ''میں تمھیں صرف وہ چیز دیتا ہوں جو تم سے چھن گئی تھی۔وہ چیز نہیں دیتا جو دوسروں سے چھن جائے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عثمانؓ بن طلحہ کہاں ہیں؟ انھیں بلایا گیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: عثمانؓ! یہ لو اپنی کنجی۔ آج کا دن نیکی اور وفاداری کا دن ہے (ابن ہشام)۔طبقات ابن سعد کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے کنجی دیتے ہوئے فرمایا: اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لو، تم لوگوں سے اسے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔ اے عثمانؓ! اللہ نے تم لوگوں کو اپنے گھر کا امین بنایا ہے، لہٰذا اس بیت اللہ سے تمھیں جو کچھ ملے اس سے معروف کے ساتھ کھانا۔

زمانہ جاہلیت میں بھی کعبے کی تولیت بنوشیبہ کے پاس تھی اور اب بھی ان ہی کے پاس رہنے دی گئی۔ حال آں کہ ایام جاہلیت میں وہ جب بھی کعبے کا دروازہ کھولتے تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو بیت اللہ کے اندر جانے کی اجازت نہ دیتے۔

شان لطف واحسان کا اس سے بڑا مظاہرہ کیا ہوگا کہ کعبے کی کنجی قیامت تک کے لیے ان ہی عثمانؓ بن طلحہ کو تفویض فرمائی، جن سے ایک بار در کعبہ کھلوانے کی خواہش رسول اللہ ﷺ نے دعوت کے ابتدائی دور میں کی تو انھوں نے سختی سے انکار کر دیا تھا۔

Marfat.com

اس موقعے پر آپ ﷺ نے مستقبل پر نگاہ جماتے ہوئے عثمان سے فرمایا: ''ایک دن آئے گا کہ یہ کنجی میرے اختیار میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا تفویض کروں گا۔''

عثمان کی نگاہ اتنی دوررس کیسے ہوتی۔ اس نے کہا: شاید اس روز تمام افراد قریش ہلاک ہو چکے ہوں گے۔ فرمایا: نہیں! وہ تو قریش کی سچی عزت کا دن ہوگا۔

اس مکالمے کو ذہن میں تازہ کر لیجیے۔ تو ذہن یہی کہتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے علاوہ دوسرا کوئی بھی ہوتا تو اپنا اختیار دکھانے کے لیے لازماً کنجی عثمان سے لے کر کسی اور کو دے دیتا۔ لیکن رسول کریم ﷺ کلید کعبہ حاصل کرنے کے لیے بنی ہاشم کی درخواست سے صرف نظر کر لیتے ہیں اور کلید کعبہ ہمیشہ کے لیے سابق ہاتھوں میں رہنے دیتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے کنجی دیتے ہوئے جب عثمانؓ بن طلحہ کو برسوں پہلے کی وہ بات بطور لطیفہ یاد دلائی تو وہ پکار اٹھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (محسن انسانیتؐ)

پیکرِ وفاؐ

رسول کریم ﷺ ایسے پیکر وفا تھے جنھوں نے اپنے کسی ساتھی یا پیروکار کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ فتح مکہ کے بعد جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کہاں قیام کریں گے تو آپ ﷺ نے خواہش ظاہر کی کہ خدیجہؓ کی قبر کے ساتھ میرا خیمہ نصب کیا جائے۔ بعض لوگوں کے استفسار پر کہ آخر ایک قبر کے کنارے، ایک قبرستان میں ہی کیوں؟ فرمانے لگے: جب سارا جہاں میرے خلاف تھا تو اس اکیلی ہی کی وفا میرے ساتھ تھی۔ (خاک حجاز)

شام جب آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس ان کے خیمے میں تشریف لے گئے تو انھوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ افسردہ خاطر ہیں۔ انھوں نے وجہ پوچھی تو آپ ﷺ

Marfat.com

نے فرمایا: میں نے آج ایک ایسا کام کیا کہ کاش میں نہ کرتا۔ میں کعبے کے اندر داخل ہوا۔ ہوسکتا ہے میری امت کا کوئی شخص (آپ ﷺ کی مراد تھی آنے والے برسوں میں) اس میں داخل نہ ہو پائے اور اس لیے وہ اپنے دل میں بے اطمینانی محسوس کریں ہمیں اس کے طواف کا حکم دیا گیا ہے، اس میں داخل ہونے کا نہیں۔ (حیات سرور کائناتؐ)

جس دشمن نے پناہ چاہی اسے امان مل گئی

اُمّ ہانیؓ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کی بیٹی تھیں۔ ان کی شادی ابوجہل کے خاندان بنو مخزوم کے ایک فرد ہبیرہ سے ہوئی۔ ہبیرہ نے مکہ کے مفتوح ہوجانے کا پہلے ہی اندازہ کرلیا تھا اور نجران جا کر رہنے لگا۔ ازدواجی رشتے سے اُم ہانیؓ کے دو رشتہ داروں نے جن میں سے ایک ابوجہل کا بھائی جس نے فتح مکہ پر خالدؓ کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا تھا، بھاگ کر اُمّ ہانی کے گھر میں پناہ لے لی۔ جب علیؓ اپنی بہن کو ملنے ان کے گھر گئے تو انھوں نے دونوں مخزومیوں کو وہاں دیکھا اور تلوار نکال لی اور دونوں کو قتل کر دیا ہوتا، باوجود اس کے کہ اُم ہانیؓ ان کو امان دے چکی تھیں۔ لیکن اُم ہانیؓ نے ان پر عبا ڈال دی اور ان کے اور علیؓ کے بیچ آ کر کہا۔ ''اللہ کی قسم پہلے تم مجھے قتل کرو۔'' یہ سن کر علیؓ ان کے گھر سے چلے گئے اور اب ام ہانیؓ نے اپنے گھر میں قفل لگایا اور انھیں وہاں چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ سے ان کی سفارش کرنے آئیں۔ وہاں پہنچیں تو انھوں نے دیکھا کہ فاطمہؓ، علیؓ سے کم ان سے ناراض نہ تھیں۔ دیکھ کر کہنے لگیں: کافروں کو پناہ دیتی ہو؟۔ اس وقت آپ ﷺ غسل فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کی صاحب زادی فاطمہؓ ایک کپڑے سے اوٹ کیے ہوئے تھیں۔ ام ہانیؓ کا بیان ہے، جب میں نے سلام کیا، آپ ﷺ نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے جواب دیا: ام ہانی بنت ابی طالب۔ انھوں نے بڑی محبت سے

Marfat.com

اپنی چچیری بہن کو سلام کا جواب دیا اور فرمایا: خوش آمدید! جب آپ ﷺ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک کپڑا لپیٹ کر آٹھ رکعتیں نماز ادا کی۔ پھر میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے بھائی علیؓ کہتے ہیں کہ وہ اس شخص کو قتل کر کے رہیں گے، جسے میں نے پناہ دے دی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اے ام ہانیؓ! وہ تو محفوظ ہے، جسے تم تحفظ عطا کر دو۔ (حیات سرور کائناتؐ)

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے بارے میں حضرت عثمانؓ بن عفان نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جا کر جان بخشی کی سفارش کر دی اور آپ ﷺ نے اس کی جان بخشی فرماتے ہوئے اس کا اسلام قبول کر لیا۔ حال آں کہ یہ شخص پہلے اسلام لا کر مرتد ہو چکا تھا۔

ابن خطل کی ایک لونڈی کے لیے امان طلب کی گئی، جو دے دی گئی حال آں کہ یہ آپ ﷺ کی شان میں ہجویہ اشعار گاتی تھی۔ اسی طرح ایک دوسری عورت سارہ، جو ابو عمر بن صیفی بن ہاشم کی لونڈی تھی (اسی کے پاس سے حاطبؓ کا خط برآمد ہوا تھا) کے لیے بھی امان طلب کی گئی جو بعد میں مسلمان ہو گئی۔

عبداللہ بن زبعریٰ عرب کا مشہور شاعر جو آپ ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا اور قرآن مجید پر نکتہ چینیاں کرتا تھا، نجران بھاگ گیا تھا، لیکن پھر امن کا طلب گار ہوا اور بعد میں اسلام لے آیا۔

یہ بات بھی اس موقعے پر خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے کہ جن لوگوں کو امن دیا جاتا تھا، وہ اسلام پر مجبور نہیں کیے جاتے تھے۔ تمام مورخین اور ارباب سیر نے تصریح کی ہے کہ حنین کی لڑائی میں جو فتح مکہ کے بعد پیش آئی، لشکر اسلام میں مکے کے بہت

Marfat.com

سے کفار بھی شامل تھے جو اس وقت تک کافر تھے اور ابتدائی مرحلے میں شکست بھی زیادہ تر اسی وجہ سے ہوئی کہ پہلے حملے میں ان ہی کافروں کے قدم اکھڑے اور اس ابتری کی وجہ سے مسلمانوں کے قدم بھی نہ ٹھیر سکے۔

اب تک چند ایک کے سوا اہل مکہ کی اکثریت اسلام قبول کر چکی تھی۔ کچھ لوگ اپنے اوپر خود ساختہ خوف طاری کر کے بھاگ نکلے حال آں کہ عام معافی کا اعلان کر دیا گیا تھا، قریش کا سردار صفوان بن امیہ پہلے بھاگ کھڑا ہوا۔ رسول کریم ﷺ نے امان دے دی تو واپس لوٹ آیا لیکن اپنے شرک پر قائم رہا اور غزوۂ حنین کے بعد اسلام قبول کیا۔ اسی طرح مکے کے مفرور جن میں عکرمہ اور ہبار سمیت کئی افراد کو امان دی گئی جن کا ذکر اگلے صفحات میں آئے گا۔ آپ ﷺ کے صحابہؓ میں سے اگر کسی نے واجب القتل مجرمین میں سے کسی کو بھی پناہ دے دی تو رسول کریم ﷺ نے ایک بار بھی کسی سے یہ نہیں کہا کہ یہ تو نے کیا کر دیا؟ بلکہ ان کی عزت افزائی فرماتے ہوئے بڑی خوش دلی سے ہر ایک سے فرمایا: جسے تم نے پناہ دے دی، اسے ہم نے پناہ دے دی۔

اسامہؓ کون ہیں؟

حضرت ام ایمنؓ جو رسول اللہ ﷺ کو والدہ کی وفات کے بعد مدینے سے مکہ لے کر آئیں اور آپ ﷺ کو گود کھلایا۔ جب بیوہ ہوگئیں تو عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے کوئی ان سے نکاح کرنے کو تیار نہ تھا۔ آپ ﷺ نے ایک دن اپنے صحابہؓ سے فرمایا: کون ہے جو ام ایمنؓ سے نکاح کر کے جنت میں میرا ساتھی بنے؟ حضرت زیدؓ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں ان سے نکاح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ یہ وہی زیدؓ بن حارثہ ہیں جنھوں نے سفر طائف میں ڈھال بن کر آپ ﷺ کو پتھروں سے بچانے کے لیے خود پتھروں کی بارش اپنے اوپر لی، یہاں تک کہ ان کا سر

Marfat.com

پھٹ گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پہلے ان کی شادی اپنی پھوپھی کی بیٹی زینبؓ سے کی۔ دونوں میں نہ بن سکی اور آخر طلاق ہوگئی۔ یہ وہی زیدؓ ہیں جن کا قرآن میں ذکر آیا ہے۔ حضرت زیدؓ اور ام ایمنؓ دونوں حبشی النسل تھے۔ آپ ﷺ نے دونوں کا نکاح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹے سے نوازا جسے تاریخ اسامہؓ کے نام سے جانتی ہے۔ اسامہؓ وہ خوش نصیب بیٹے تھے جنھوں نے رسول کریم ﷺ کی گود میں پرورش پائی۔ لوگوں نے بارہا یہ منظر دیکھا کہ رسول کریم ﷺ کی گود میں اگر ایک ٹانگ پر حسینؓ تشریف فرما ہیں تو دوسری پر اسامہؓ بیٹھے ہوئے ہیں۔ حج الوداع کے موقعے پر آپ ﷺ نے اسامہؓ کو اپنے پیچھے اپنی سواری پر بٹھایا اور اپنے وصال سے پہلے جو آخری لشکر اسلام محاذ جنگ پر روانہ کیا، اس کا امیر اسی اسامہؓ کو مقرر فرمایا حال آں کہ اس میں ابو بکرؓ اور عمرؓ جیسے کبار صحابہ کرامؓ شامل تھے۔ آپ ﷺ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ ام ایمنؓ جنھیں آپ ﷺ ماں کہہ کے پکارتے تھے کی نسبت سے اسامہؓ آپ ﷺ کو بھائیوں کی طرح عزیز تھے اور زیدؓ بن حارثہ کی نسبت سے جو آپ ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے آپ ﷺ اسامہؓ کو اپنی اولاد کی طرح پیار کرتے تھے۔ قصہ مختصر ان دو نسبتوں سے اسامہؓ محبّ رسول ﷺ ٹھیرے۔

اس پر مستزاد یہ کہ حضرت زیدؓ بن حارثہ اور ان کے بیٹے حضرت اسامہؓ رسول کریم ﷺ کے اس قدر مقرب تھے کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کو اپنے والد حضرت عمرؓ سے ان کے دور خلافت میں شکوہ کرتے ہوئے کہنا پڑا: اے امیر المومنینؓ! آپؓ مجھ پر ایک ایسے شخص کو فوقیت دیتے ہیں جو مجھ سے نہ عمر میں بڑا ہے اور نہ ہی ہجرت میں افضل ہے اور نہ ہی وہ کسی ایسی لڑائی میں شریک ہوا ہے جس میں میں نے شرکت نہ کی ہو۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا: وہ کون شخص ہے؟ ابن عمرؓ نے کہا:

Marfat.com

''اسامہؓ بن زیدؓ ''۔اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: واللہ! تم نے درست کہا۔ میں نے یوں اس لیے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو زیدؓ بن حارثہ، عمرؓ سے اور اسامہؓ بن زیدؓ، عبداللہؓ بن عمرؓ سے زیادہ محبوب تھے۔

حدود اللہ کے نفاذ میں ہر محبت قربان

فتح مکہ کے موقعے پر فاطمہ نامی ایک مخزومی عورت چوری کے جرم میں گرفتار ہوئی، چوں کہ وہ بااثر قبیلے سے تعلق رکھتی تھی اس لیے قریش کے لوگ اس کی گرفتاری پر بڑے بے چین ہوئے اور قریش کی عزت کے لحاظ سے لوگ چاہتے تھے کہ سزا سے بچ جائے اور معاملہ دب جائے۔ ان لوگوں نے مشورہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے کہہ کہا کر اسے چھڑا لیا جائے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوا کہ آگے ہو کر بات کون کرے؟ سب کی نظر رسول اللہ ﷺ کے محبوب خاص اسامہؓ بن زیدؓ پر پڑی کہ رسول اللہ ﷺ ان کی بات رد نہیں کریں گے، لہٰذا انھوں نے اسامہ بن زید کو سفارشی بنایا۔ اسامہؓ نے جا کر معافی کی درخواست کی۔ بات سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا: کیا تم اللہ کی ایک حد کے بارے میں اسے رکوانے کی سفارش کرتے ہو؟ بس اتنے ہی پر اسامہؓ کو احساس ہو گیا اور انھوں نے معافی طلب کی۔ دن ختم ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے مجمعے میں خطاب فرمایا:

''تم سے پہلے کے لوگ اسی کی بدولت تباہ ہوئے کہ وہ غربا پر حد جاری کرتے اور امرا سے چشم پوشی کر لیتے تھے۔ میں اپنے بارے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر فاطمہؓ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں گا۔'' (متفق علیہ)

اسی طرح کا واقعہ ام حارثہ کے معاملے میں بھی پیش آیا۔ اس عورت نے کسی کا دانت توڑ ڈالا۔ مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے لایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے

Marfat.com

قصاص کا حکم سنایا۔ ام ربیع غالباً مجرمہ کی بہن تھیں، نے یہ فیصلہ سنا تو رسول اللہ ﷺ سے بہ تعجب پوچھا کہ کیا فلانی سے بھی قصاص لیا جائے گا۔ اللہ کی قسم اس سے قصاص نہیں لیا جا سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ام ربیع! قصاص تو خدائی نوشتہ ہے۔'' مگر وہ کہنے لگی کہ ''نہیں! اللہ کی قسم اس سے ہرگز قصاص نہیں لیا جا سکتا۔'' ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس درجے کی مجرمہ کا دانت کیسے توڑا جا سکتا ہے۔ (ابوداؤد)

غزوۂ حنین

حنین ایک تاریخی مقام ہے یہاں بنو ہوازن آباد تھے۔ یہ اہل طائف کے قبیلہ ثقیف ہی کی ایک شاخ ہے۔ حضرت حلیمہؓ کا قبیلہ ''بنی سعد'' بھی اسی کا حصہ تھا۔ جب اسلام کی روشنی پورے عرب میں پھیل گئی اور مکہ بھی فتح ہو گیا تو بنو ہوازن کو پھر بھی ہوش نہ آیا بلکہ ان پر الٹا اثر ہوا۔ اپنی طاقت کے نشے میں چور اور عددی برتری پر نازاں ہو کر سوچنے لگے کہ انھیں آگے بڑھ کر اسلام کی قوت پر حملہ کر دینا چاہیے تاکہ لوگوں کے دلوں پر ان کی دھاک بیٹھ جائے اور اہل مکہ جان لیں کہ ہم ان سے زیادہ بہادر اور جنگ جو ہیں۔ (فتح الباری)

اس کے جوانوں کی رگوں میں تازہ خون رواں دواں تھا۔ وہ ماہر تیغ زن اور مانے ہوئے تیرانداز تھے، لہٰذا انھوں نے تیزی کے ساتھ یک طرفہ تیاریاں شروع کر دیں۔ جب اسلام کے غازیوں کو ان تیاریوں کا علم ہوا تو انھوں نے خود پیش قدمی کر کے حنین کی جانب کوچ کر دیا۔

بنو ہوازن نے بھی ہراساں اور خوف زدہ ہونے کی بجائے میدان کا رخ کیا اور نقد جنس فرزند و زن اور مال و مویشی سمیت میدان جنگ میں آ گئے تاکہ کوئی واپسی کا تصور ہی نہ کرے اور سمجھ لے کہ ان کا سب کچھ یہیں ہے۔ (مسند احمد)

Marfat.com

وہ اسلامی فوج کی پیش قدمی کے ساتھ ہی حرکت میں آ گئے اور آگے بڑھنے والی صف پر تیروں کی باڑھ ماری۔ بڑے ماہر تیرانداز تھے، ایک تیر بھی خطا نہ کیا (بخاری)۔ کئی مسلمان سپاہی شہید ہو گئے۔ پھر ان کے تابڑتوڑ حملوں نے صفوں میں ہلچل مچادی، یہ ابتدائی کارروائی اتنی اچانک اور غیر متوقع تھی کہ کچھ دیر کے لیے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ میدان میں منتشر ہو گئے مگر بہت جلد سنبھل گئے اور منظم ہو کر اتنا زوردار حملہ کیا کہ بنو ہوازن تاب نہ لا سکے، فرزند و زن اور مال و متاع چھوڑ کر بھاگ گئے۔ (فتح الباری)

اس جنگ میں مسلمانوں کو بے حد و حساب مال غنیمت ہاتھ آیا، چھے ہزار کے قریب جنگی قیدی ان کے قبضے میں آئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کئی روز تک وہاں مقیم رہے تاکہ ہوازن کے ذمہ دار لوگ آئیں اور اپنے قیدی چھڑا کر لے جائیں مگر انتظار کے باوجود وہ نہ آئے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر اور قیدیوں سمیت واپس تشریف لے آئے اور سب کچھ لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

تقسیم کے بعد بنو ہوازن آ پہنچے۔ ان میں رسول اللہ ﷺ کا رضاعی چچا ''ابوثروان'' بھی تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ جو خواتین قید ہوئی ہیں ان میں آپ ﷺ کی رضاعی پھوپھیاں اور خالائیں بھی ہیں جنھوں نے آپ ﷺ کو کھلایا ہے، دودھ پلایا ہے اور بچپن میں خدمت اور دیکھ بھال کی ہے۔ ایک عام آدمی بھی ان رشتوں کا پاس کرتا ہے۔ آپ ﷺ تو خیر و برکت اور کرم و شرافت کا مجسمہ ہیں، ہم آپ ﷺ سے نیکی کی زیادہ توقع رکھتے ہیں۔ کرم فرمائیں اور انھیں آزادی عطا کر کے ہم پر احسان کریں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تمھارے اس نازک رشتے اور تعلق کا ہمیں احساس تھا، اس لیے تمھاری منشا کے مطابق فیصلہ کرنا

Marfat.com

چاہتے تھے مگر تم لوگوں نے بہت تاخیر کر دی سب کچھ تقسیم ہو چکا ہے۔ اب مال ومتاع اور فرزند و زن میں سے ایک چیز کو منتخب کر لو البتہ بنو عبدالمطلب کے پاس جو کچھ ہے وہ سب ہم واپس کرتے ہیں۔ (فتح الباری)

ان لوگوں نے فرزند و زن اور اپنے اہل وعیال کو ترجیح دی، جب مسلمانوں کو علم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حصے کے قیدی آزاد کر دیے ہیں تو انھوں نے بھی سب آزاد کر دیے، دیکھتے ہی دیکھتے آزاد شدہ قیدیوں سے گلی کوچے بھر گئے۔ غزوۂ حنین میں چھے ہزار اسیر تھے سب چھوڑ دیے گئے اور آپ ﷺ نے ان کے پہننے کے لیے چھے ہزار مصر کے کپڑوں کے جوڑے عنایت فرمائے۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے وفدِ ہوازن سے دریافت فرمایا کہ تمھارا سردار عوف بن مالک کہاں ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ ثقیف کے ساتھ طائف میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو خبر دو کہ اگر وہ آ کر اسلام قبول کر لے تو اس کے اہل وعیال اور اس کا مال اسے واپس کر دیا جائے گا اور ساتھ ہی اسے سو اونٹ بھی دیے جائیں گے۔'' مالک کو یہ خبر ملی تو وہ رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ جعرانہ اور مکہ کے درمیان اس کی آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس کے اہل وعیال اور اس کا مال لوٹا دیا اور اسے سو اونٹ عطا فرمائے۔ اس نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے اسلام میں پختگی آ گئی۔

رضاعی بہن کی تکریم

ہوازن کے دستوں میں بنی سعد ابن بکر کی بھی ایک ٹکڑی تھی۔ یہ وہ قبیلہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے بچپن کا زمانہ اور طفولیت کے ایام گزارے تھے۔

Marfat.com

ان ہی قیدیوں میں ایک نسبتاً سن رسیدہ قیدی عورت نے اپنے قید کرنے والوں کو ڈانٹ پلائی۔ اور یہ کہہ کر ملامت کی ''اللہ کی قسم میں تمھارے سردار کی بہن ہوں۔'' لوگوں نے ان کی بات پر یقین نہیں کیا، پھر بھی ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے تو اس نے کہا: ''محمد (ﷺ) میں تمھاری بہن ہوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے عالم حیرت میں غور سے ان کو دیکھا، وہ ستر یا اس سے زیادہ عمر کی ایک بوڑھی خاتون تھیں۔ آپ ﷺ نے سوال فرمایا: ''تمھارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟'' سوال کے جواب میں اس نے پیٹھ کھول کر دکھائی کہ ایک مرتبہ بچپن میں آپ (ﷺ) نے دانت سے کاٹا تھا، یہ اس کا نشان ہے۔ مزید کہنے لگی: ''یہ اس وقت کی بات ہے جب میں آپ (ﷺ) کو سرار کی وادی میں لیے جا رہی تھی۔ ہم وہاں چرواہوں کے ساتھ تھے۔ تمھارا باپ میرا باپ تھا، تمھاری ماں میری ماں تھیں۔'' فی الحقیقت وہ آپ ﷺ کی رضاعی بہن شیما تھیں۔ رسول کریم ﷺ نے دیکھا کہ وہ سچ بول رہی تھیں۔ آپ ﷺ کو اپنا بچپن یاد آ گیا۔ حلیمہؓ سعدیہ کے گھر کے مناظر آنکھوں میں گھوم گئے۔ آپ ﷺ کو ساٹھ سال پرانی یاد آ گئی جب رسول اللہ ﷺ شیما کی انگلی تھامے دور وادیوں میں نکل جاتے۔ فرط محبت سے رسول کریم ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اپنی رضاعی بہن کی تکریم میں رسول کریم ﷺ فوراً اٹھے، ان کے بیٹھنے کے لیے آپ ﷺ نے اپنی چادر زمین پر بچھا دی اور ان سے کہا بہن یہاں بیٹھو! محبت کی باتیں کیں۔ آپ ﷺ نے اپنی رضاعی ماں حلیمہؓ اور اپنے رضاعی باپ کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے بتایا کہ ان دونوں نے پوری عمر پا کر انتقال کیا۔ رسول کریم ﷺ کی آنکھیں پھر پُرنم ہوگئیں۔ باتیں ختم ہو چکیں تو آپ ﷺ نے مزید عزت افزائی فرماتے ہوئے فرمایا: یہاں رہنا چاہو تو میرا گھر حاضر ہے اور اگر واپس

Marfat.com

جانا چاہو تو انتظام کیے دیتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ وہ اسلام میں داخل ہونا چاہتی ہیں لیکن مجھے واپس بھیج دیں کیوں کہ سب رشتے دار واپس جا رہے ہیں۔ اس کی خواہش کے مطابق رسول کریم ﷺ نے نہایت اعزاز و اکرام اور تحائف کے ساتھ اپنی رضاعی بہن کو رخصت کیا (حیات سرور کائناتؐ)۔ بعد میں حضرت حلیمہؓ کا پورا قبیلہ مسلمان ہوگیا تھا۔ یہ دولت ایمان بھی ان ہی احسانات کا حصہ ہے، جن سے اللہ نے رسول کریم ﷺ کی برکت سے اس قبیلے کو خصوصی طور پر نوازا۔

پتھر برسانے والوں کے حق میں دعا

رسول کریم ﷺ کے جسم پر پتھروں کی بارش کرنے والے، تقدس مآب پاؤں کو زخموں سے چُور چُور کرنے والے کون تھے؟ وہی جنؑ کے دامن میں رسول اللہ ﷺ دنیا و آخرت کی نعمتیں ڈالنے گئے تھے۔ قدرت کا یہ بھی عجب نظام ہے جو مسیحا بن کر قوم کے درد بانٹنے نکلا، نادان قوم نے اس پیکر رحمت و شفقت کا استقبال سنگ زنی سے کیا۔ غزوۂ حنین میں شکست سے دوچار ہونے کے بعد جب بنو ہوازن نے طائف میں پناہ لی تو اسلامی لشکر نے ان کا محاصرہ کرلیا اور ایک بار پھر انھیں اسلام کی دعوت دی لیکن اہل طائف نے اس دعوت کا جواب تیر و تفنگ (منجنیق) سے دیا۔ پتھروں کی بارش سے جان نثاروں کی لاشوں پر لاشیں گر رہی ہیں۔ صحابہؓ عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ ﷺ ان کے حق میں بددعا کیجیے۔ آپ ﷺ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کے حق میں بددعا فرمائیں گے لیکن زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے ہیں کہ یا اللہ! ثقیف کو ہدایت عطا فرما! پھر فرمایا: میں ان لوگوں کے لیے کیوں بددعا کروں۔ اگر یہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا۔ امید ہے ان کی آیندہ نسلیں ضرور اللہ واحد پر ایمان لانے والی ہوں گی۔ (مسلم)

Marfat.com

قلعے کا محاصرہ جاری رہا لیکن چند روز کے بعد رسول کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ دشمن محاصرے کی شدت سے سخت تکلیف میں ہے، بھوک نے ان کی ہلاکت کو بہت قریب کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دے دیا۔ (فتح الباری)

چند صحابہؓ نے جنگی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے عرض بھی کیا کہ اب تو قلعہ فتح ہی ہونے والا ہے، مگر آپ ﷺ نے از راہ رحم و کرم جو حکم دیا تھا اس کی تعمیل کرائی اور پھر دعا کی: یا اللہ! ثقیف (اہل طائف) کو اسلام نصیب کر اور ان کو مدینے لا، یا اللہ انھیں سمجھ عطا کر اور ان کو آستانہ اسلام پر جھکا!

چناں چہ ۹ ہجری میں اہل طائف کے وفد نے مدینے کا رخ کیا اور جب وہ اسلام قبول کرنے کے لیے آئے تو رسول کریم ﷺ نے ان کا استقبال کیا۔ صحن مسجد میں ان کو مہمان اتارا۔ خیمے لگوائے، کھانے کھلائے اور اپنے ہاتھوں سے ان کی مہمان نوازی کرتے ہوئے ان سے عزت و حرمت کے ساتھ پیش آئے۔ (سیرت النبی ﷺ)

اہل طائف کے حق میں دعا کی قبولیت دعا

رسول کریم ﷺ کی دعا ثقیف (اہل طائف) کے حق میں کہ ''شاید ان کی نسل سے کوئی اللہ کا پرستار پیدا ہو'' بارگاہِ ربّ العزّت میں کچھ اس طرح قبول ہوئی کہ نہ صرف ان ہی میں سے صحابہؓ اور سادات مسلمین ہوئے۔ بلکہ طائف ہی کا رہنے والا محمد بن قاسم سندھ کے راستے ہندستان پر اسلام کا جھنڈا لہراتا ہے۔ یہ طائف کے داعی ہی کی پکار کا نتیجہ ہے کہ آج نصف سے زیادہ مسلم آبادی، پاکستان، ہندستان، افغانستان اور بنگلہ دیش سمیت اس خطے پر مشتمل ہے جس کی طرف رخ کر کے کبھی رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس طرف سے مجھے خُوش بُو آتی ہے۔

Marfat.com

تالیف قلب

دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں اسلام نے ایک اور طریقہ بھی پیش کیا ہے جس کو تالیف قلب کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے (توبہ ۹:۶۰)۔اس کے لفظی معنی ہیں ''دلوں کو ملانا'' اور اس سے مقصود اس شخص کے ساتھ جس کو اسلام کی طرف مائل کرنا ہو لطف و محبت اور امداد و اعانت اور غم خواری و ہم دردی کرنا ہے کیوں کہ انسان طبعاً شریفانہ جذبات کا ممنون ہوتا ہے یہ ممنونیت عناد اور ضد کے خیالات کو دور کر کے قبول حق کی صلاحیت پیدا کر دیتی ہے۔رسول کریم ﷺ نے بہت سے لوگوں کو اپنے اس اعجاز سے حلقہ بگوش اسلام کیا، چناں چہ مکہ کے بعض رئیس اسی جذبے سے متاثر ہو کر اسلام لائے تھے۔آپ ﷺ نے حنین کی غنیمت کا سارا مال ان ہی کو تقسیم کر دیا تھا۔نتیجہ یہ نکلا کہ پھر حق کے خلاف ان کی گردنیں نہ اٹھ سکیں۔

ہوا یہ کہ رسول اللہ ﷺ طائف کا محاصرہ ختم کر کے واپس آئے تو جعرانہ میں کئی روز تک مال غنیمت تقسیم کیے بغیر ٹھیرے رہے۔اس تاخیر کا مقصد یہ تھا کہ ہوازن کا وفد تائب ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں آجائے اور اس نے جو کچھ کھویا ہے سب لے جائے لیکن تاخیر کے باوجود جب آپ ﷺ کے پاس کوئی نہ آیا تو آپ ﷺ نے مال کی تقسیم شروع کر دی۔تاکہ قبائل کے سردار اور مکہ کے اشراف جو بڑی دیر سے جھانک رہے تھے، ان کی زبان خاموش ہو جائے۔مؤلفۃ القلوب کی قسمت نے سب سے پہلے ان ہی کی یاوری کی اور انھیں بڑے بڑے حصے دیے گئے۔

ابوسفیانؓ بن حرب کو چالیس اوقیہ (۱۸ کلو) چاندی اور ایک سو اونٹ عطا کیے گئے۔اس نے کہا میرا بیٹا یزید؟ آپ ﷺ نے اتنا ہی یزید کو بھی دیا۔اس نے کہا اور میرا بیٹا معاویہؓ؟ آپ ﷺ نے اتنا ہی معاویہؓ کو بھی دیا۔یعنی تنہا ابوسفیانؓ کو

Marfat.com

اس کے بیٹوں سمیت تقریباً ۵۴ کلو چاندی اور تین سو اونٹ حاصل ہو گئے۔

حکیمؓ بن حزام کو ایک سو اونٹ دیے گئے۔ اس نے مزید سو اونٹوں کا سوال کیا تو اسے پھر ایک سو اونٹ دیے گئے۔ اسی طرح صفوانؓ جو اسلام کے سخت مخالف اور رسول اللہ ﷺ سے نہایت بغض رکھتے تھے، کو سو اونٹ، پھر سو اونٹ اور پھر سو اونٹ (یعنی تین سو اونٹ) دیے گئے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ ''مجھے رسول اللہ ﷺ سے سخت بغض تھا، لیکن آپ ﷺ نے مجھے اتنا دیا، اتنا دیا کہ ان احسانات نے مجھے اس قدر متاثر کیا کہ اب میری نگاہ میں ان سے زیادہ کوئی پیارا نہیں۔''

حارثؓ بن کلدہ کو بھی سو اونٹ دیے گئے اور کچھ مزید قریشی و غیر قریشی رؤسا کو سو سو اونٹ دیے گئے۔ کچھ دوسروں کو پچاس پچاس اور چالیس چالیس اونٹ دیے گئے، یہاں تک کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا سیّدنا محمد (ﷺ) اس طرح بے دریغ عطیہ دیتے ہیں کہ انھیں فقر کا اندیشہ ہی نہیں۔ چناں چہ مال کی طلب میں بدو آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے اور آپ ﷺ کو ایک درخت کی جانب سمٹنے پر مجبور کر دیا۔ اتفاق سے آپ ﷺ کی چادر مبارک درخت میں پھنس کر رہ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! میری چادر دے دو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں کی تعداد میں بھی چوپائے ہوں تو انھیں بھی تم پر تقسیم کر دوں گا۔ پھر بھی تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ بزدل، نہ جھوٹا۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے اونٹ کے بازو میں کھڑے ہو کر اس کی کوہان سے کچھ بال لیے اور چٹکی میں رکھ کر بلند کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! واللہ میرے لیے تمھارے مال میں سے کچھ نہیں حتیٰ کہ اتنے بال بھی نہیں، صرف خمس ہے اور خمس بھی تم پر ہی پلٹا دیا جاتا ہے۔ (الشفاء)

مؤلفۃ القلوب کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو حکم دیا

Marfat.com

کہ مال غنیمت اور فوج کو یک جا کر کے لوگوں پر غنیمت کی تقسیم کا حساب لگائیں۔ انھوں نے ایسا کیا تو ایک ایک فوجی کے حصے میں چار چار اونٹ اور چالیس چالیس بکریاں آئیں۔ جو شاہ سوار تھا اسے بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں ملیں۔ یہ تقسیم ایک حکیمانہ سیاست پر مبنی تھی کیوں کہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنی عقل کے راستے سے نہیں بلکہ پیٹ کے راستے سے حق پر لائے جاتے ہیں۔ یعنی جس طرح جانوروں کو ایک مٹھی بھر ہری گھاس دکھلا دیجیے اور وہ اس کی طرف بڑھتے لپکتے اپنے محفوظ ٹھکانے تک جا پہنچتے ہیں، اسی طرح مذکورہ قسم کے انسانوں کے لیے بھی مختلف ڈھنگ کے اسباب کشش کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ ایمان سے مانوس ہو کر اس کے لیے پُر جوش مبلغ بن جائیں۔ (فقہ السیرۃ از غزالی)

انصار کا حزن و اضطراب

رسول اللہ ﷺ اچھی طرح جانتے تھے کہ دین بجائے خود روح پر اثر انداز ہونے کی طاقت رکھتا ہے لیکن اس طاقت کا انحصار اس بات پر ہے کہ کسی درجے میں اپنے آپ کو پابند کر کے دین کو قبول کیا گیا ہو نہ کہ محض نام کے طور پر۔ لہٰذا اس وابستگی میں کھڑی رکاوٹوں، تلخی اور احساس محرومی وغیرہ کو ہٹانا مقصود تھا جس کی خاطر ''مؤلفۃ القلوب'' کو دینے کے سلسلے میں وحی نازل ہوئی لیکن شروع میں یہ اصول سمجھ میں نہ آیا۔ دوسروں کو تو چھوڑیے ابتدا میں نسبتاً زیادہ مدت سے صحابیت کا شرف رکھنے والوں تک کو اس میں بے محل رعایت کا پہلو نظر آیا، جن عطیات کا تذکرہ کیا جا چکا ہے ان کے علاوہ قیمتی تحائف کچھ نمایاں قسم کے بدویوں کو بھی دیے گئے، جن کے اسلام میں بہت کچھ چون و چرا کی گنجایش تھی، جب کہ زیادہ استحقاق رکھنے والے ریگستانی باشندوں کو نظر انداز کیا گیا تھا۔ قبیلہ زہرہ کے سعد نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ غطفان کے قبیلے عیینہ اور قبیلہ تمیم کے اقرع کو سو اونٹ دیے گئے۔ اور ضمرہ کے

Marfat.com

ایک سچے مسلمان جعیلؓ کو کچھ نہ دیا گیا۔ مزید برآں یہ کہ آخر الذکر، دونوں کے برخلاف انتہائی تنگ حال بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جعیلؓ تنہا اقرع اور عیینہ کی پوری بستی سے بڑھ کر قدر و قیمت رکھتے ہیں لیکن میں نے اقرع اور عیینہ کے نفس کو مائل بہ مفاہمت کیا ہے تا کہ وہ بہتر طریقے پر اللہ کی اطاعت میں داخل ہو جائیں جب کہ جعیلؓ کو اس اسلام کے حوالے کر دیا ہے جس کو وہ پہلے ہی قبول کر چکے ہیں۔''

مہاجرین کی جانب سے مزید اعتراضات نہ ہوئے لیکن جعرانہ میں رسول اللہ ﷺ کے آخری عمل کے نتیجے میں ایک بڑھتی ہوئی بے اطمینانی چار ہزار انصار کے دل میں موجود تھی۔ ان میں بیشتر تنگ حال تھے اور مال غنیمت کی غیر معمولی افراط سے انھیں کچھ فراوانی بہم نہیں پہنچی تھی۔ ان میں سے ہر ایک کو چار اونٹ یا ان کے مساوی بھیڑ بکریاں ملی تھیں۔ انھیں امید تھی کہ قیدیوں سے انھیں اچھا خاصا زر فدیہ ہاتھ آئے گا لیکن وہ رسول اللہ ﷺ کی خوش نودی کے لیے بلا تامل اپنے حصے سے دست بردار ہو گئے تھے۔ اس دوران ان کی نگاہوں کے سامنے قریش کے سولہ بااثر آدمیوں اور دوسرے قبائل کے چار سرداروں کو کثیر تحائف دیے گئے۔ یہ بات مہاجرین کی حد تک تو درست تھی کیوں کہ بیشتر تحائف قریش کے آدمیوں کو ملے تھے۔ لیکن یہ چیز مدینے کے شہریوں کے لیے وجہ تسلی نہ بن سکتی تھی کیوں کہ کسی ایک انصاری کو بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں سے کوئی بڑا تحفہ نہ ملا تھا۔ یہ دیکھ کر بعض انصار کو رنج ہوا۔ انھوں نے کہا: اللہ رسول اللہ ﷺ کی مغفرت کرے۔ وہ قریش کو نواز رہے ہیں اور ہمیں محروم رکھ رہے ہیں حال آں کہ ہماری تلواروں سے اب تک ان کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ بعض انصار آپس میں کہہ رہے تھے۔ جنگ ہو تو ہم

Marfat.com

ان کے ساتھی ہیں لیکن جب مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آئے تو ان کے ساتھی ان کی قوم اور ان کا خاندان ہے، ہمیں معلوم نہیں کہ اس طرز عمل کی بنیاد کیا ہے۔ اگر یہ اللہ کی جانب سے ہے تو ہم صبر و تحمل کے ساتھ اس کو قبول کرتے ہیں اور اگر یہ محض ایک خیال ہے، جو اللہ کے رسول ﷺ کے ذہن میں آیا ہے تو ہم ان سے کہیں گے کہ عنایت ہم پر بھی ہو۔ (فقہ السیرۃ از غزالی)

ابن اسحاق نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قریش اور قبائل عرب کو وہ عطیے دیے اور انصار کو کچھ نہ دیا تو انصار نے جی ہی جی میں پیچ و تاب کھایا اور ان میں بہت چہ میگوئیاں ہوئیں، یہاں تک کہ ایک کہنے والے نے یہاں تک کہا: اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ اپنی قوم سے جا ملے ہیں۔ جب ان میں جوش و خروش بڑھا تو حضرت سعدؓ بن عبادہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ دلوں میں کیا ہے اور زبان پر کیا چرچا ہے۔ انصار اپنے جی ہی جی میں آپ ﷺ پر پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے جس طرح مال غنیمت اپنی قوم میں تقسیم فرمایا اور قبائل عرب کو بڑے بڑے عطیے دیے لیکن انصار کو کچھ نہ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے سعدؓ اس بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟'' انھوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں بھی تو اسی قوم ہی کا ایک آدمی ہوں، ہم جاننا چاہیں گے کہ اس طرز عمل کا ماخذ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ اس باڑے میں تمام انصار کو اکٹھا کیا جائے، جس میں پہلے قیدی رکھے گئے تھے۔ سعدؓ نے نکل کر انصار کو اس چھولداری میں جمع کیا جہاں کچھ مہاجرین بھی آ گئے۔ سعدؓ کی اجازت سے انھیں داخل ہونے دیا پھر کچھ دوسرے لوگ بھی آ گئے تو انھیں واپس کر دیا (حیات سرور کائناتؐ)۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت سعدؓ نے

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قبیلہ انصار آپ ﷺ کے لیے جمع ہو گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا: ''انصار کے لوگو! تمھاری یہ کیا چہ می گوئی ہے جو مجھ تک پہنچی ہے! اور یہ کیا ناراضی ہے جو جی ہی جی میں تم نے مجھ پر محسوس کی! کیا ایسا نہیں کہ میں تمھارے پاس اس حالت میں آیا کہ تم گم راہ تھے اللہ نے تمھیں میرے ذریعے ہدایت دی؟ اور محتاج تھے اللہ نے تمھیں غنی بنا دیا؟ اور باہم دشمن تھے اللہ نے تمھارے دل جوڑ دیے؟''

ہر سوال پر ان کا جواب تھا:

''کیوں نہیں! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا بڑا فضل و کرم ہے۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

''انصار کے لوگو! مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟''

انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بھلا ہم آپ ﷺ کو کیا جواب دیں؟ اللہ اور اس کے رسول کا فضل و کرم ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو! اللہ کی قسم، اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو اور جو کچھ کہو گے سچ ہوگا اور میں اس کی تائید کروں گا کہ تم ہمارے پاس اس حالت میں آئے کہ تمھیں جھٹلایا گیا تھا، ہم نے تمھاری تصدیق کی۔ تمھیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا تھا، ہم نے تمھاری مدد کی۔ تمھیں دھتکار دیا گیا تھا ہم نے تمھیں ٹھکانا دیا۔ تم محتاج تھے ہم نے تمھاری غم خواری و غم گساری کی! یہ سن کر انصار چیخ اٹھے: نہیں نہیں!! بلکہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احسان مند ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے اپنی بات جاری رکھی۔ اے انصار کے لوگو! ''تم اپنے جی ہی میں دنیا کی اس عارضی دولت کے لیے ناراض ہو گئے جس کے ذریعے میں نے لوگوں کا دل جوڑا تھا تا کہ وہ مسلمان ہو جائیں اور تمھارے اسلام کی پختگی پر

Marfat.com

بھروسا کرتے ہوئے تم کو تمھارے اسلام کے حوالے کر دیا تھا؟ اے انصار! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو اپنے ساتھ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنے ڈیروں میں پلٹو؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔ اگر سارے لوگ ایک راہ چلیں اور انصار دوسری راہ چلیں تو میں بھی انصار ہی کی راہ پر چلوں گا۔ تم لوگ میرے بعد خود غرضی دیکھو گے۔ اس وقت صبر کرنا یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے جا ملو۔ اے اللہ رحم فرما انصار پر اور ان کے بیٹوں پر اور ان کے پوتوں پر۔''

یہ سن کر تمام انصار رو پڑے اور اتنا روئے کہ ان کی ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ وہ کہنے لگے ''ہم اللہ اور اس کے رسول کی تقسیم پر راضی ہیں۔'' (بخاری)

آپ ﷺ نے ان وسوسوں کے جواب میں ان کے سامنے جو خطبہ دیا وہ رقت آمیز، اعلیٰ ذوق اور انصار سے شدید محبت کے احساسات سے بھرپور ہے۔ ساتھ ہی اس میں اس بات کے اشارے بھی پائے جاتے ہیں کہ آپ ﷺ کو یہ جان کر سخت تکلیف پہنچی ہے کہ جو لوگ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں ان کے دل میں آپ ﷺ کے بارے میں یہ شکایت پیدا ہو گئی ہے کہ انھیں آپ ﷺ نے فراموش کر دیا ہے اور ان سے منہ پھیر لیا ہے۔ آپ ﷺ کے اس خطاب کا از سر نو مطالعہ کیجیے اور اس میں غور کیجیے۔ آپ دیکھیں گے کہ اس میں رسول کریم ﷺ کے دل کی دھڑکنیں اور لطیف احساسات موجود ہیں۔ اس رقت اور ان دھڑکنوں نے انصار کے احساسات کو چھو لیا اور انھیں بری طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ان کے دلوں میں جو وسوسے اور اندیشہ ہائے دور دراز پیدا ہوئے تھے وہ سب کافور ہو گئے۔ ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل آئے اور اموال غنیمت کی تقسیم میں ان کے حصے میں جو کچھ آیا تھا، اس پر پھولے

Marfat.com

نہیں سمائے۔ مال، بھیڑ، بکریوں اور اموال غنیمت کی ان کے نزدیک کیا حیثیت ہے جب کہ ان کے حصے میں ان کے محبوب رسول اللہ ﷺ آئے ہیں۔ وہ آپ ﷺ کے ساتھ اور آپ ﷺ ان کے ساتھ واپس لوٹیں گے تا کہ ان کا جینا اور مرنا ساتھ ساتھ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر انصار کچھ ایسے خوش اور مطمئن ہوئے کہ پھر کبھی انھوں نے دنیا کو نہ چاہا۔ لہٰذا آپ پوری تاریخ اٹھا کے دیکھ لیں آپ کو نہ تو خلافت میں اور نہ ہی کسی امارت میں کوئی انصاری صحابی نظر آئے گا کیوں کہ وہ اس اسلام پر راضی ہو گئے جس کے حوالے انھیں رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔

مزید برآں رسول کریم ﷺ کی جانب سے وفا اور بے لوث حیات وموت کی اس سے بڑھ کر اور کون سی دلیل ہوسکتی ہے کہ آپ ﷺ اپنے وطن اور اپنی جائے ولادت کو خیر باد کہہ دیں اور زندگی کے بقیہ دن ان کے ساتھ گزاریں؟

ہجرت کرنے والے سوار تمھارا آنا مبارک ہو

فتح مکہ کے دن دوسری خاتون جو صفا پر حاضر ہو کر اسلام لائیں وہ حارث بن ہشام کی صاحب زادی اور عکرمہؓ بن ابوجہل کی زوجہ ام حکیمؓ تھیں۔ جب وہ داخل اسلام ہو چکیں تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کے شوہر کو عام معافی دے دیں۔ رسول کریم ﷺ نے ان کی خواہش پوری کر دی۔ عکرمہ دشمن اسلام ابوجہل کا فرزند تھا اور باپ کی طرح رسول اللہ ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا اور اب بھی آپ ﷺ سے برسر جنگ تھا۔ فتح مکہ کے وقت مکے سے بھاگ کر یمن کی راہ لی۔ اس کی بیوی مسلمان ہو چکی تھیں۔ جب انھوں نے عکرمہ کے لیے امان طلب کی تو ام حکیمؓ نے عرب دستور کے مطابق کوئی نشانی چاہی۔ آپ ﷺ نے نشانی کے طور پر اپنے جوتے عطا فرمائے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کوئی اور

Marfat.com

چیز بھی عطا کر سکتے تھے آخر آپ ﷺ نے اپنے جوتے ہی کیوں دیے؟ دراصل عکرمہ سمیت ساری دنیا کے انسانوں کے لیے اس میں رسول اللہ ﷺ کا ایک پیغام پنہاں ہے کہ اصل کامیابی صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے سے ہی ملے گی۔

فتح مکہ کے وقت عکرمہ بن ابوجہل نے فیصلہ کیا کہ تہامہ کی بندرگاہ سے کوئی کشتی لے کر حبشہ چلا جائے گا۔ ابھی وہ کشتی میں قدم رکھنے ہی والا تھا کہ ملاح نے کہا کہ پہلے اللہ سے اپنا تعلق درست کرلو۔ عکرمہ نے پوچھا۔ ''میں کیا کہوں؟'' جواب ملا کہو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس شخص نے وضاحت کی کہ جہاز کی تباہی کے اندیشے سے وہ کسی ایسے مسافر کو قبول نہ کرے گا جو اس طرح اللہ کی واحدنیت کی تصدیق نہ کرے۔ یہ چار الفاظ لاالٰہ الا اللہ عکرمہ کی روح میں اتر گئے اور اس لمحہ ان کو پتا چلا کہ یہ الفاظ وہ اخلاص کے ساتھ بھی تو ادا کر سکتے تھے تاہم وہ کشتی میں سوار نہ ہوئے۔ اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ ایسا کرنے کے پس پشت یہ خواہش تھی کہ وہ ان الفاظ کو ادا کرنے سے بچ نکلے یعنی سیّدنا محمد (ﷺ) کا پیغام قبول کرنے سے جس کا خلاصہ ہی لاالٰہ الااللہ تھا۔ اگر یہ پیغام وہ کشتی پر قبول کرتے ہیں تو اس کو وہ ساحل پر بھی تو قبول کر سکتے ہیں۔ سمندر پر ہمارا جو رب ہے، انھوں نے اپنے جی میں کہا: وہی خشکی پر بھی ہمارا رب ہے۔ اس اثنا میں ان کی بیوی ام حکیمؓ نے اس جگہ کا پتا لگا لیا تھا لہٰذا وہ ان کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ساحل پر ان سے آملیں اور انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مکے میں ان کی حفاظت کی ضمانت دی ہے۔ اور آپ ﷺ کی دی ہوئی نشانی بھی پیش کی۔ دونوں فی الفور واپس ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوگیا۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو ہدایت کی ابوجہل کا بیٹا عکرمہ راہ میں ہے، وحی کے ذریعہ معلوم ہوگیا ہے کہ مومن کی حیثیت سے آرہا ہے۔ اس

Marfat.com

کے باپ کو برا بھلا مت کہنا کہیں اسے دکھ نہ ہو، کیوں کہ مرنے والوں کو برا بھلا کہنے سے زندوں کو کبیدگی ہوتی ہے اور ملامت مُردوں پر کچھ بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔

عکرمہ رسول اللہ ﷺ کا سامنا کرنے سے شرمار ہے تھے کیوں کہ انھوں نے آپ ﷺ کے ساتھ عداوت کے اظہار اور آپ ﷺ کو ایذا پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا تھا۔ آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھانے اور آپ ﷺ کو تکالیف دینے والوں میں وہ پیش پیش رہتے تھے چناں چہ جب عکرمہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے۔ رسول کریم ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو فرطِ مسرت سے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور اس تیزی سے ان کی طرف بڑھے کہ جسم مبارک پر چادر تک نہ تھی۔ ترمذی کی روایت کے مطابق آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تین مرتبہ آئے:

اے ہجرت کرنے والے سوار تمھارا آنا مبارک ہو!

جب رسول کریم ﷺ نے ان کو یہ کہتے ہوئے سلام کیا کہ آج تم مجھ سے کوئی چیز بھی طلب کرو گے، میں تم کو دے دوں گا تو یہ استقبال حضرت عکرمہؓ کے دل سے دشمنی کی برف کو پگھلا دینے کے لیے کافی تھا۔ چناں چہ کلمہ پڑھ لینے کے بعد انھوں نے شرم سے سر جھکائے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ ﷺ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ اس ساری عداوت کو جو مجھے اب تک آپ ﷺ سے رہی ہے معاف فرما دے۔ چناں چہ رسول کریم ﷺ نے دعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ''اے اللہ! عکرمہ کی میرے خلاف ہر عداوت اور اللہ کی راہ سے روکنے کے لیے کسی بھی گروہ میں اس کی شرکت کو بخش دے۔'' یہ دعا سنتے ہی حضرت عکرمہؓ پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی کیوں کہ انھیں اس طرح کے استقبال کی قطعاً امید نہ تھی چناں چہ انھوں نے انتہائی متاثر ہو کر اس دولت کا

Marfat.com

تذکرہ کیا جو انھوں نے شرک کی راہ میں خرچ کی تھی اور ان لڑائیوں کا جن میں انھوں نے لوگوں کو حق کی راہ سے روکنے کے لیے حصہ لیا تھا اور ساتھ عہد کیا اب وہ اس سے دوگنا دولت اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے اور اس سے دوگنا کوشش اللہ کی راہ میں کریں گے۔ (حیات سرور کائناتؐ)

ایک بار حضرت عمرؓ کی مجلس میں حضرت عکرمہؓ اور ابوسفیانؓ بیٹھے تھے، اتنے میں حضرت بلالؓ اور حضرت صہیبؓ آئے، جب حضرت عمرؓ کو پتا چلا تو آقا آقا پکارتے باہر تشریف لائے اور ان کو اندر لے گئے۔ حضرت عکرمہؓ اور ابوسفیانؓ کے اندر سرداروں کی برتری والی رگ پھڑکی کہ سرداروں کو تو انتظار پر بٹھا دیا اور غلاموں کو آگے کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا: وہ وقت یاد کرو جب تمھاری تلواریں رسول اللہ ﷺ کے خلاف اٹھتی تھیں جب کہ بلالؓ اور صہیبؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اپنی جانوں پر زخم کھاتے تھے۔ یہ سن کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ کہیں عمرؓ کی طرح قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ اسی طرح ان کے ہاتھ پکڑ کے جنت میں لے جائیں اور ہم وہیں کھڑے ہی نہ رہ جائیں۔ پھر آپس میں کہنے لگے دنیا میں پیچھے رہنے کا کوئی حرج نہیں اگر آخرت میں پیچھے رہ گئے تو پھر کیا ہوگا؟ یہی سوچ کر حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے اور ان کو کہا جو آپ نے کیا ٹھیک کیا لیکن آخرت میں ساتھ چلنے کا کوئی راستہ بتاؤ تو حضرت عمرؓ نے کہا ایک ہی طریقہ ہے۔ وہ یہ اللہ کی راہ میں جان دے دو تو ساتھ ہو جاؤ گے۔ یہ سن کر یہ دونوں حضرات بچوں سمیت نکلے۔ اللہ کے رستے میں ہجرتیں کی اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے شام پہنچے اور پھر یرموک کی لڑائی میں جا شامل ہوئے۔

یرموک کی لڑائی جب اپنے شباب پر آ گئی تو حضرت عکرمہؓ نے لوہے کی

Marfat.com

ٹوپی پھینک کر سفید پگڑی پہن لی۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے روکنا چاہا تو سختی سے کہا: پیچھے ہٹ جاؤ۔ ساری زندگی میں اور میرا باپ رسول اللہ ﷺ کے خلاف لڑتے رہے آج ہی تو وہ داغ دھونے کا دن آیا ہے میں آج بھاگ جاؤں، یہ نہیں ہوسکتا۔ سب سے پہلے بیٹے عمروؓ بن عکرمہؓ نے ہاتھ میں ہاتھ دیا پھر چار سو قریشی سرداروں نے ہاتھ میں ہاتھ دیا، لوہے کی ٹوپیاں پھینک دیں۔ سفید پگڑیاں باندھ لیں اور عہد کیا یا دین زندہ ہوگا یا ہم اللہ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ آخری لحات میں حضرت خالدؓ بن ولید نے دیکھا عکرمہؓ کے آخری سانس ہیں جب کہ ان کے بیٹے شہید ہو چکے ہیں۔ حضرت خالدؓ نے ان کا سر گود میں لے لیا۔ تھوڑا پانی ٹپکایا تو انھوں نے آنکھیں کھول دیں۔ پوچھا کون؟ کہا میں خالد، پوچھا کیا ہوا؟ کہا اللہ نے دشمن کو پیچھے دھکیل دیا۔ یہ سن کر عکرمہؓ نے خالدؓ بن ولید سے کہا: اچھا عمرؓ کو کہہ دینا جو تم نے کہا وہ ہم نے کر دیا، آگے اللہ کی مرضی تو حضرت خالدؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ایک اور روایت کے مطابق جب وہ زخمی تھے اس وقت ان کے خیمے میں ان کے چچا حارث بن ہشام داخل ہوئے اور خوش خبری دیتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح نصیب فرمائی ہے۔ حضرت عکرمہؓ نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور یہ کہتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اے اللہ! مجھے (دنیا سے) اپنی اطاعت (کی حالت) میں اٹھانا اور (آخرت میں) اپنے نیک بندوں میں داخل کرنا۔

"سیرت ابن ہشام" کون نہیں جانتا؟ یہی ابن ہشام، ابوجہل کے بھائی اور ان ہی عکرمہؓ کے سسر تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال سے کچھ ہی عرصہ پہلے اسلام لائے تھے اور آخر کار وہ بھی اسی جنگ یرموک میں ایسی حالت میں شہید ہو کر اپنے پروردگار سے جا ملے کہ ان کا تقریباً ہر جوڑ کاٹ دیا گیا تھا۔ ان کے آخری لحات

Marfat.com

میں جب حضرت حذیفہؓ عدوی نے پانی ان کے منہ کے قریب کیا تو انھیں اپنے قریب سے ایک اور شخص کی ہلکی سی آواز سنائی دی جو پانی مانگ رہا تھا۔ ابن ہشام نے برتن اپنے منہ سے ہٹا دیا اور اس دوسرے شخص کو پانی دینے کے لیے کہا۔ یہ واقعہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ جب پانی اس دوسرے شخص کے منہ کے قریب کیا گیا تو اس نے پانی مانگنے کی ایک آواز سنی اور پانی اسے دینے کا اشارہ کیا لیکن وہ تیسرا آدمی پانی پہنچنے سے پہلے ہی جاں بحق ہو گیا اور جب پانی پلانے والا لوٹا تو پہلے دو حضرات کی روحیں بھی پانی پیے بغیر ہی قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھیں۔

ابولہب کی اولاد پر ابر رحمت

فتح مکہ کے دن رسول کریم ﷺ نے اپنے سامنے اکٹھی بھیڑ پر چاروں طرف نگاہ ڈالی اور اپنے چچا کی طرف مڑ کر فرمایا: اے عباسؓ! تمھارے بھائی ابولہب کے دونوں بیٹے کہاں ہیں؟ عتبہ اور معتب؟ یہ وہی عتبہ تھا جس نے اپنے باپ ابولہب کے دباؤ میں آ کر حضرت رقیہؓ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ دونوں سامنے آنے سے خائف ہیں، لہٰذا جائیں اور انھیں ڈھونڈ کر میرے پاس لائیں۔ حضرت عباسؓ گئے اور دونوں بھتیجوں کو لے آئے۔ دونوں اسلام میں داخل ہو گئے اور بیعت کر لی۔ پھر رسول کریم ﷺ نے ہر ایک کا ہاتھ پکڑا اور دونوں کے بیچ میں چلتے ہوئے ان کو اس باعظمت مقام کی طرف چلنے کی ہدایت کی جسے ملتزم کہتے ہیں۔ یہ کعبے کی دیوار کا وہ حصہ ہے جو حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان واقع ہے۔ ملتزم پر آپ ﷺ دیر تک دعا فرماتے رہے۔ آپ ﷺ کے چہرے پر مسرت کے آثار دیکھ کر حضرت عباسؓ نے اس کے بارے میں سوال کیا۔

Marfat.com

انھیں جواب ملا: میں نے اپنے ربّ سے عرض کیا کہ وہ میرے چچا کے ان دونوں بیٹوں کو مجھے دے دے اور اس نے مجھے دے دیے۔ (حیات سرور کائنات ؐ)

جب عمیرؓ کے مقدر کا ستارہ چمکا

یہ اس وقت کی بات ہے جب جنگ بدر میں شکست کھا کر قریش مکہ غصے سے بے قابو تھے اور پورا مکہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہانڈی کی طرح کھول رہا تھا۔ مشرکین ایک طرف تو اسلام کے خلاف جنگ کے شعلوں کو ہوا دے رہے تھے، قبائل کو بھڑکا رہے تھے، مقتولین بدر کے خون کا بدلہ لینے کے لیے قبائلی عصبیتوں کو جگا رہے تھے تو دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کے ناپاک منصوبے پر بھی عمل پیرا رہے تھے کیوں کہ وہ خیال کرتے تھے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو رستے سے ہٹا دیا گیا تو اسلامی تحریک بھی ساتھ ہی دم توڑ جائے گی۔ بالآخر مکے کے دو بہادر جوانوں نے طے کیا کہ وہ اپنی دانست میں اس اختلاف وافتراق کی بنیاد اور اس ذلت ورُسوائی کی جڑ (نعوذ باللہ) یعنی رسول اللہ ﷺ کا خاتمہ کردیں گے۔ چناں چہ جنگ بدر کے کچھ ہی دنوں بعد کا واقعہ ہے کہ عمیر بن وہب جمحی جو قریش کے شیطانوں میں سے تھا اور مکے میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو اذیتیں پہنچایا کرتا تھا اور اب اس کا بیٹا وہب جنگ بدر میں گرفتار ہو کر مسلمانوں کی قید میں تھا۔ عمیر نے ایک دن اپنے چچا زاد صفوان بن امیہ کے ساتھ حطیم میں بیٹھ کر گفت گو کرتے ہوئے بدر کے کنویں میں پھینکے جانے والے مقتولوں کا ذکر کیا۔ اس پر صفوان نے کہا: اللہ کی قسم ان کے بعد جینے میں کوئی لطف نہیں۔ جواب میں عمیر نے کہا: اللہ کی قسم تم سچ کہتے ہو۔ دیکھو! اللہ کی قسم اگر میرے اوپر قرض نہ ہوتا جس کی ادائیگی کے لیے میرے پاس کچھ نہیں اور اہل وعیال نہ ہوتے جن کے بارے میں اندیشہ ہے کہ میرے بعد ضائع ہو جائیں گے تو میں سوار

Marfat.com

ہو کر محمد (ﷺ) کے پاس جاتا اور اسے قتل کر ڈالتا کیوں کہ میرے لیے وہاں جانے کی ایک وجہ موجود ہے کہ میرا بیٹا ان کے ہاں قید ہے۔

صفوان نے اس موقعے کو غنیمت جانتے ہوئے کہا: اچھا چلو! تمھارا قرض میرے ذمے ہے، میں اسے تمھاری جانب سے ادا کر دوں گا اور تمھارے اہل و عیال میرے اہل و عیال ہیں۔ جب تک وہ موجود رہیں گے میں ان کی دیکھ بھال کرتا رہوں گا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ میرے پاس کوئی چیز موجود ہو اور ان کو نہ ملے۔

عمیر نے کہا: اچھا تو اب میرے اور اپنے اس معاملے کو صیغۂ راز میں رکھنا۔ صفوان نے کہا ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا۔ اس کے بعد عمیر نے اپنی تلوار پر سان رکھائی اور زہر آلود کرائی، پھر روانہ ہوا اور مدینے پہنچا۔ لیکن ابھی وہ مسجد کے دروازے پر اپنی اونٹنی بٹھا ہی رہا تھا کہ حضرت عمرؓ کی نگاہ اس پر پڑ گئی، وہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے درمیان جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اعزاز و اکرام کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ انھوں نے دیکھتے ہی کہا: یہ اللہ کا دشمن عمیر، کسی برے ارادے سے ہی آیا ہے۔ پھر انھوں نے عمیر کی تلوار کا پرتلا کمال مہارت اور بے حد مضبوطی سے اس کے گلے کے پاس سے پکڑ لیا اور انصار کے چند افراد سے کہا کہ تم لوگ رسول اللہ ﷺ کی پاس جاؤ اور وہیں بیٹھ جاؤ اور آپ ﷺ کے خلاف اس خبیث کے خطرے سے چوکنے رہو کیوں کہ یہ قابل اطمینان نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ عمیر کو اندر لے گئے۔ رسول کریم ﷺ نے جب یہ کیفیت دیکھی کہ حضرت عمرؓ اس کی گردن میں اس کی تلوار کا پرتلا لپیٹ کر پکڑے ہوئے ہیں تو فرمایا: عمرؓ! اسے چھوڑ دو۔ اور عمیر! تم قریب آ جاؤ۔ اس نے قریب آ کر کہا: آپ لوگوں کی صبح بخیر ہو۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسے تحیہ (سلام) سے مشرف کیا ہے جو تمھارے اس تحیہ

Marfat.com

سے بہتر ہے یعنی سلام سے جو اہل جنت کا تحیہ ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمیر! تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا یہ قیدی جو آپ لوگوں کے قبضے میں ہے، اس کے لیے آیا ہوں۔ آپ لوگ اس کے بارے میں احسان فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر یہ تمھاری گردن میں تلوار کیوں ہے؟ اس نے کہا: اللہ ان تلواروں کو برا کرے کہ یہ ہمارے کچھ کام نہ آسکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سچ سچ بتاؤ کیوں آئے ہو؟ اس نے بیٹے کو چھڑانے کا عذر پیش کیا اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں اپنی آمد کے مقصد کو گول کرنا چاہا لیکن رسول اللہ ﷺ نے صفوان بن امیہ کے ساتھ اس کی ہونے والی گفت گو کو لفظ بلفظ دہرایا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم اور صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھے اور قریش کے جو مقتولین کنویں میں پھینکے گئے ہیں ان کا تذکرہ کیا، پھر تم نے کہا: اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور میرے اہل و عیال نہ ہوتے تو میں یہاں سے جاتا اور محمد (ﷺ) کو قتل کر دیتا۔ اس پر صفوان نے تمھارے قرض اور اہل و عیال کی ذمے داری لی بہ شرط یہ کہ تم مجھے قتل کر دو لیکن یاد رکھو کہ اللہ میرے اور تمھارے درمیان حائل ہے۔ یہ سن کر عمیر حیران و ششدر رہ گیا۔ آنکھوں کے سامنے سے جہالت کے تمام پردے ہٹ گئے، مقدر کا ستارہ چمک اٹھا۔ عمیر بن وہب کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی، وفور جذبات سے بے قابو ہو کر پکار اٹھے:

اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ (ﷺ) ہمارے پاس آسمان کی جو خبریں لاتے تھے اور آپ ﷺ پر جو وحی نازل ہوتی تھی اسے ہم جھٹلا دیا کرتے تھے لیکن یہ تو ایسا معاملہ ہے جس میں میرے اور صفوان کے سوا کوئی موجود ہی نہ تھا، اس لیے واللہ! مجھے یقین ہے کہ یہ بات اللہ کے سوا کسی اور نے آپ ﷺ تک نہیں

Marfat.com

پہنچائی۔ پس اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی اور اس مقام تک ہانک کر پہنچایا۔

پھر عمیر نے کلمہ حق کی شہادت دی اور رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: اپنے بھائی کو دین سمجھاؤ، قرآن پڑھاؤ اور اس کے قیدی کو آزاد کر دو۔

ادھر صفوان لوگوں سے کہتا پھر رہا تھا کہ یہ خوش خبری سن لو کہ چند ہی دنوں میں ایک ایسا واقعہ پیش آئے گا جو بدر کے مصائب بھلا دے گا۔ ساتھ ہی وہ آنے جانے والوں سے عمیرؓ کی بابت پوچھتا بھی رہتا تھا۔ بالآخر اسے ایک سوار نے بتایا کہ عمیرؓ مسلمان ہو چکا ہے۔ یہ سن کر صفوان نے قسم کھائی کہ اس سے کبھی بات نہ کرے گا اور نہ کبھی اسے نفع پہنچائے گا۔ عمیرؓ بن وہب کی کایا پلٹ گئی۔ کہاں یہ کہ مکے سے رسول اللہ ﷺ کی جان لینے چلے تھے اور کہاں یہ کہ واپس آئے تو گلے میں ان ہی کی غلامی کا طوق تھا۔ دل و نگاہ مسلمان ہو چکے تھے۔ اسلام سیکھ کر مکے کی راہ لی اور وہیں مقیم رہ کر اعلانیہ اسلام کی دعوت دینی شروع کی اور کسی کو انھیں روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ان کی مسلسل تبلیغی کاوشوں سے بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

مکہ کا مفرور

فتح مکہ کے وقت جب اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوا تو بعض لوگ عام معافی کے باوجود فرار ہو گئے، ان ہی میں سے ایک صفوان بن امیہ بن خلف بھی تھا جو قریش کا ایک رئیس اور اسلام کا شدید ترین دشمن تھا۔ اسی نے ہی نے عمیرؓ بن وہب کو انعام کے وعدہ پر رسول اللہ ﷺ کے قتل پر مامور کیا تھا۔ جب مکہ فتح ہوا تو قریش کا ایک لیڈر رہونے کی حیثیت سے اسے اپنی جان کا خطرہ تھا اسی لیے اسلام کے ڈر سے جدہ بھاگ گیا اور قصد کیا کہ سمندر کے راستہ سے یمن چلا جائے۔ عمیرؓ بن وہب نے آپ ﷺ کی

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! صفوان بن امیہ اپنے قبیلہ کا رئیس ہے، وہ ڈر سے بھاگ گیا ہے تاکہ خود کو سمندر میں ڈال دے۔ ارشاد ہوا کہ اس کو امان ہے۔ عمیرؓ بن وہب رسول اللہ ﷺ سے اس کے لیے دو ماہ کی مہلت حاصل کرنے کے بعد اس کی تلاش میں نکل پڑے اور وہ انھیں شعیبہ پر جو اس زمانے میں مکہ کی بندرگاہ تھی، کشتی کا انتظار کرتے پایا۔ صفوان کو اعتبار نہ تھا اس لیے اس نے بلا تاخیر اپنے منصوبے کو تبدیل کرنے سے انکار کر دیا۔ عمیرؓ پھر آپ ﷺ کی خدمت میں واپس گئے۔ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ امان کی کوئی نشانی مرحمت فرمائیے جس کو دیکھ کر اُسے میرا اعتبار آئے۔ رسول کریم ﷺ نے عمیرؓ کو اپنی وہ پگڑی اتار کر دے دی جو مکے میں داخلے کے وقت آپ ﷺ نے سر پر باندھ رکھی تھی، جس کو لے کر وہ صفوان کے پاس پہنچے۔ صفوان نے کہا مجھے وہاں جانے میں اپنی جان کا ڈر ہے۔ عمیرؓ نے جواب دیا ''صفوان! ابھی تمھیں سیّدنا محمد ﷺ کے حلم وعفو کا حال معلوم نہیں۔'' یہ سن کر وہ عمیرؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب سے پہلا سوال یہ کیا کہ عمیر کہتا ہے کہ تم نے مجھے امان دی ہے؟ فرمایا: ''سچ ہے''۔ صفوان نے کہا: مجھے دو مہینے کی مہلت دو۔ ارشاد ہوا کہ ''دو نہیں تم کو چار مہینے کی مہلت دی جاتی ہے''۔ اس کے بعد صفوان مکے میں قیام پر راضی ہو گیا۔ (حیات سرور کائناتؐ)

غزوہ حنین میں آپ ﷺ کو کچھ اسلحہ کی ضرورت تھی۔ صفوان اس وقت تک کافر تھا۔ اس کے پاس بہت سی زرہیں تھیں۔ آپ ﷺ نے اس سے کچھ زرہیں طلب کیں تو اس نے کہا محمد (ﷺ) کیا کچھ غصب کرنے کا ارادہ ہے؟ فرمایا: نہیں میں عاریتاً مانگتا ہوں، اگر ان میں سے کوئی تلف ہوئی تو میں تاوان دوں گا۔ چناں چہ اس نے تیس چالیس زرہیں مسلمانوں کو عاریتاً دیں۔ حنین سے واپسی کے بعد جب

Marfat.com

اسلحہ و دیگر سامان کا جائزہ لیا گیا تو کچھ زرہیں کم نکلیں۔ آپ ﷺ نے صفوان سے کہا تمھاری چند زرہیں کم ہیں ان کا معاوضہ لے لو۔ صفوان نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے دل کی حالت اب پہلی جیسی نہیں یعنی مسلمان ہو گیا ہوں لہٰذا اب معاوضے کی حاجت نہیں (سیرت النبی ﷺ)۔ اس کے بعد صفوانؓ نے اسلام قبول کرلیا۔ ان کی بیوی پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھیں۔ آپ ﷺ نے دونوں کا پہلا نکاح ہی برقرار رکھا۔

قریش کا سرتاج رسول کریم ﷺ کے قدموں میں

رؤسائے عرب میں دس شخص تھے جو قریش کے سرتاج تھے، ان میں سہیل بن عمرو بھی شامل تھا۔ فتح مکہ پر مکے کے بیشتر باشندوں نے بیعت کر لی تھی۔ سہیل کا معاملہ استثنائی تھا۔ اس نے اپنے گھر میں پناہ گیر ہو کر اپنے بیٹے عبداللہؓ کو بلا بھیجا تاکہ وہ سیدنا محمد ﷺ کی خدمت میں اس کے سفارشی بن جائیں۔ عام معافی کے اعلان کے باوجود اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ معافی کا اعلان اس سے متعلق بھی ہوسکتا ہے کیوں کہ یہی سہیل بن عمرو قریش کا وہ شعلہ بیان خطیب تھا جو اپنا زورِ خطابت اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف استعمال کیا کرتا تھا۔ یہی سہیل تھا جس نے صلح حدیبیہ کے موقعے پر اپنے بیٹے ابوجندلؓ کے معاملے میں آپ ﷺ کی بات کی ذرا بھر لاج نہ رکھی۔ آج اس کا معاملہ رسول کریم ﷺ کے ہاتھ آیا اور جب سہیل کے بیٹے عبداللہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے گفت گو کی تو آپ ﷺ نے فوراً جواب دیا: وہ محفوظ ہے اور اللہ کی امان میں ہے۔ تم اس سے کہو کہ باہر آئے۔ پھر رسول کریم ﷺ نے ان لوگوں سے جو گرد و پیش حاضر تھے فرمایا: سہیل کا سامنا ہو تو اس کو نگاہ گرم سے نہ دیکھنا۔ اس کو بلا روک ٹوک آنے دینا۔ واللہ! وہ ایک ذہین اور باعزت شخص ہے۔

Marfat.com

وہ ایسا آدمی نہیں ہے جو اسلام کی سچائی کے لیے اندھا بن جائے۔ چناں چہ سہیل ادھر اُدھر جہاں چاہتا اپنی مرضی سے آتا جاتا اور بعد میں مسلمان ہو گیا۔

یہی سہیلؓ غزہ بدر کے قیدیوں میں بھی شامل تھے۔ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دیا کہ اس کے اگلے دو دانت اکھڑوا دیے جائیں تاکہ یہ تقریریں کر کر کے لوگوں کو اسلام کے خلاف بھڑکانے کے قابل نہ رہے لیکن رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں مثلہ نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا: اے عمرؓ! اسے چھوڑ دو شاید ایک دن یہ بھی حمد کے مقام پر کھڑا ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان حرف بہ حرف سچ ثابت ہوا۔ جب آپ ﷺ کی وفات کے بعد بعض اہل مکہ نے اسلام سے انحراف کا ارادہ کیا تو سہیلؓ بن عمرو کھڑے ہو گئے انھوں نے ایک زوردار تقریر کی اور کہا: ''اے اہل مکہ! اسلام قبول کرنے میں آخری اور ارتداد میں پہل کرنے والے نہ بنو، اللہ کی قسم! اس معاملے میں جس نے ہمیں پریشان کیا ہم اسے قتل کر دیں گے۔'' روایات میں ہے کہ فتنہ ارتداد کو روکنے میں سہیلؓ کی اس تقریر نے بڑا اثر کیا۔

کعبؓ بن زہیر کا واقعہ

عرب کے نامور شاعر کعب بن زہیر نے دین اسلام کا نہ صرف بڑے شد و مد سے انکار کیا بلکہ آپ ﷺ کے خلاف ہجو یہ نظمیں لکھتا۔ بجیرؓ بن زہیر بن سلمیٰ جو حدیبیہ کے بعد اسلام میں داخل ہو گئے تھے اپنے بھائی کعب بن زہیر کو غزوۂ طائف کے بعد اور غزوۂ تبوک کے درمیان خط لکھا۔ انھوں نے بھائی پر بھرپور زور دیا کہ جو بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نادم ہو کر حاضر ہو اور آپ ﷺ سے عفو و درگزر کی درخواست کرے، آپ ﷺ اسے معاف کر دیتے ہیں۔ نیز اسلام کی دعوت دیتے ہوئے یہ اشعار بھیجے: ''مکے میں ایسے آدمیوں کو قتل کر دیا گیا ہے

Marfat.com

جو آپ ﷺ کی ہجو کرتے اور ایذا دیتے تھے اور شعرائے قریش میں سے جو باقی ہیں۔ یعنی ابن زبعری اور ہبیرہ بن ابی وہب تھے، وہ اس طرح فرار ہوئے کہ ان کا کچھ پتا ہی نہیں چلا۔ چناں چہ اگر تمھیں اپنی جان عزیز ہے تو فوراً رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ جاؤ کیوں کہ جو بھی ان کے پاس توبہ کر کے آتا ہے اسے وہ قتل نہیں کراتے اور اگر تم اس کے لیے تیار نہیں تو اپنی جان بچانے کے لیے کوئی دوسرا مقام تلاش کر لو۔''

کعب نے حاضر ہونے سے انکار کر دیا اور اس کے جواب میں یہ اشعار کہے: ''میری طرف سے بجیر کو میرا پیغام کون پہنچائے گا؟ جو اس سے جا کر پوچھے کہ تو نے منیٰ میں جو کچھ کہا ہے، کیا وہ تیرا مشورہ ہے؟ تو نے محمد (ﷺ) امین کے (اس کی وجہ یہ تھی کہ اہل مکہ رسول اللہ ﷺ کو اسی خطاب سے پکارا کرتے تھے) ساتھ ان کے دین کا پیالہ خوب پیٹ بھر کر پیا ہے۔ پھر انھوں نے اس جام سے بار بار تجھے پلایا ہے۔ تو نے ہدایت کے تمام ذرائع کو ترک کر کے ان کی پیروی کر لی ہے۔ کس چیز کی وجہ سے تو دوسروں کے مشورے سے ہلاک ہو گیا ہے؟ ایسے راستے پر تو نے نہ اپنے باپ کو پایا ہے اور نہ جس پر تو اپنے بھائی کو پائے گا۔ اگر تو اپنے پچھلے دین پر قائم نہیں رہنا چاہتا تو مجھے پہلے اس کا کوئی دکھ تھا اور نہ میں اب کچھ کہوں گا۔ اگر تو ٹھوکر کھائے تو اللہ تیری خطا معاف فرمائے۔''

بجیرؓ بن زہیر نے اپنے پہلے پیغامات کے ساتھ ایک اور نظم اس کے جواب میں روانہ کر دی جس میں یہ اشعار تھے: ''کیا کعب کے پاس جا کر کوئی یہ پوچھنے والا ہے کہ جس دین کی وجہ سے تو مجھے لعن طعن کر رہا ہے اس میں کیا کوئی بری چیز ہے؟ وہ جو دراصل صرف اللہ کی طرف نہ کہ عزیٰ اور لات کی طرف جانے کا سب سے زیادہ بہترین راستہ ہے؟ اس لیے اگر تجھے نجات حاصل کرنی ہے تو اسی راستے پر چل کر

Marfat.com

نجات اور تحفظ حاصل کر سکے گا۔ اس دن جب لوگوں میں رہائی حاصل کرنے اور بچ کر نکل جانے والا صرف پاکیزہ دل مسلم ہی ہوگا۔ اس لیے میرے اور تیرے باپ زہیر کا دین بھی کوئی دین ہے؟ اور ہم دونوں کے دادا ابوسلمٰی کا دین بھی مجھ پر حرام ہے۔'' (ابن ہشام)

اب جب اس نے دیکھا کہ چاروں طرف سے کثیر تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے تو کعب نے محسوس کیا کہ جیسے زمین دن بہ دن اس پر تنگ ہو رہی ہے۔ جو لوگ اس کے ساتھ موجود تھے اسے دیکھ کر خوف زدہ ہوئے اور کہنے لگے یہ تو گویا مر گیا۔ ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ کعب کو جب اپنے بھائی کا آخری خط ملا تو اس پر اسے اپنے متعلق خوف محسوس ہونے لگا اور جان کے ڈر سے وہ قبیلہ جہینہ کے ایک شخص کے گھر جو مدینے میں تھا پہنچا۔ یہ شخص اس کا دوست تھا، اس سے اس نے اسلام کا اقرار و اعلان کیا۔ اگلے دن مسجد میں وہ فجر کی نماز میں شامل ہوا اور نماز ختم ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ اگر زہیر کا بیٹا کعب ندامت کے ساتھ امن کا طلب گار بن کر میں آپ ﷺ کے پاس لے آؤں تو کیا آپ ﷺ اس کا اسلام قبول کر لیں گے؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔ تب کعب نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں زہیر کا بیٹا کعب ہوں۔ ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ مجھے عاصمؓ بن عمر بن قتادہ نے بتایا کہ انصار میں سے ایک صاحب اچھل کر کھڑے ہو گئے اور اجازت چاہی کہ اس کا سر قلم کر دیں لیکن رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جانے دو اس کو کیوں کہ وہ نادم ہو کر آیا ہے اور اب وہ نہیں رہا جو تھا (زادالمعاد)۔ پھر کعبؓ نے ایک نظم پڑھی جو اس نے اسی موقعے کے لیے کہی تھی۔ نظم روایتی بدوی اسلوب میں تھی۔ بڑی مترنم اور شان دار انداز بیان میں اس نظم میں کئی فطری مناظر کی ہو بہو عکاسی تھی لیکن

Marfat.com

اس کا مرکزی مضمون معذرت خواہی ہی تھا۔ یہ نظم مہاجرین اور رسول اللہ ﷺ کی مدح کے اشعار پر ختم ہوتی ہے۔

بیٹی کے قاتل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا

فتنہ گران قریش نے جس طرح عتبہ بن ابی لہب پر دباؤ ڈالا تھا ٹھیک اسی طرح انھوں نے حضرت زینبؓ کے شوہر حضرت ابوالعاص جو حضرت خدیجہؓ کے بھانجے تھے، پر بھی زور دیا اور ان کو بھی وہی پیش کش کی کہ تم اگر بنتِ محمد (ﷺ) کو طلاق دے دو۔ تم جس بہترین عورت پر نظر ڈالو گے تمھارے نکاح میں دے دی جائے گی۔ ابوالعاص میں شرافت کا جوہر تاباں موجود تھا۔ انھوں نے کہا کہ اللہ اللہ کرو، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ میں اپنی اہلیہ کو اپنے سے جدا کردوں۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ زینبؓ کے بدلے میں قریش کی کوئی اور عورت میرے گھر میں ہو۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ ابوالعاص کی اس مضبوطیِ کردار کی تعریف فرماتے تھے۔ اور اس کے اس شریفانہ رویّے کا جواب انھوں نے دو موقعوں پر بہت بڑے احسانات کی صورت میں دیا۔ ایک اس وقت جب کہ ان کا تجارتی مال، مالِ غنیمت کے طور پر مسلمانوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے اشارنے سے وہ جوں کا توں ان کو لوٹا دیا گیا۔ دوسری بار جب وہ اسیرانِ بدر میں آئے تھے اور فدیہ میں حضرت زینبؓ کا بھیجا ہوا ہار واپس کرتے ہوئے انھیں آزاد کردیا۔

جب ابوالعاص کو رسول کریم ﷺ نے بطور احسان خاص کے رہائی دلوائی تو باتوں باتوں میں ان سے وعدہ لیا کہ وہ حضرت زینبؓ کو مدینہ آنے کا موقع دیں گے۔ یہ بات عام لوگوں سے مخفی رہی۔ چناں چہ حضرت زینبؓ کی روانگی کے مقررہ وقت پر دو صحابیوں حضرت زیدؓ بن حارثہ اور ایک انصاری کو

Marfat.com

بھیجا کہ تم مکے سے ۸ میل دور بطن یاجج کے مقام پر ٹھیرنا اور جب زینبؓ آ جائیں تو ان کو ساتھ لے آنا۔ ادھر ابو العاص نے حضرت زینبؓ کو تیار کیا اور انھوں نے سامان وغیرہ درست کرلیا۔ ان کا دیور کنانہ بن ربیع علی الصباح ان کو ہودج میں بٹھلا کر نکلا۔ قریش کو خبر ہوئی تو ان ظالموں نے سوچا کہ محمد (ﷺ) کی بیٹی یوں صحیح سلامت ہمارے درمیان سے چلی جائے یہ تو حیف ہے۔ کچھ لوگ تعاقب کو نکلے اور ذی طویٰ میں ان کو جالیا۔ ہبار بن اسود نے بھر کر ہودج پر تیر چلایا۔ حضرت زینبؓ اس وقت امید سے تھیں، کچو کا کچھ اس انداز سے لگایا کہ وہ اونٹ سے ایک چٹان پر جا گریں اور ایک سنگین حادثے سے دوچار ہوگئیں جس کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہوگیا۔ آٹھ برس تک وہ زخم ٹھیک نہیں ہوا۔ اسی زخم سے ان کی شہادت ہوئی۔

ہبار بن اسود اس کے علاوہ بھی بعض اور جرائم کا مرتکب ہوا تھا اور اسی بنا پر فتح مکہ کے وقت ہبار مشتہرین قتل میں داخل تھا۔ اس نے چاہا کہ بھاگ کر ایران چلا جائے کہ داعی ہدایت کے عفو نے خود آستانہ نبوت کی طرف جھکا دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں بھاگ کر ایران چلا جانا چاہتا تھا لیکن پھر مجھے آپ ﷺ کے احسانات اور حلم و عفو یاد آئے۔ میری نسبت آپ ﷺ کو جو خبریں پہنچی تھیں وہ صحیح تھیں، مجھے اپنی جہالت اور قصور کا اعتراف ہے، اب اسلام سے مشرف ہونے آیا ہوں۔ دفعتاً رسول کریم ﷺ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اس کا اسلام قبول فرماتے ہوئے اسے اسلام لانے کی مبارک باد دی۔ (سیرت النبی ﷺ)

کھانے میں زہر دینے کا قصہ

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے چند روز خیبر میں قیام کیا۔ اگرچہ یہود کو

Marfat.com

کامل امن وامان دیا گیا اور ان کو ہر طرح کی مراعات دی گئیں تاہم ان کا طرز عمل مفسدانہ اور باغیانہ ہی رہا۔ پہلا دیباچہ یہ تھا کہ ایک دن ایک یہودی عورت زینب بنت الحرث (زوجہ سلام بن مشکم اور مرحب کی بھاوج) نے بکری کا گوشت بھون کر تیار کیا اور اس میں زہر ملا دیا۔ یہ معلوم کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو کون سا حصہ زیادہ مرغوب ہے۔ پھر جب معلوم ہو گیا کہ دست کا گوشت خاص طور پر پسند ہے تو اس نے اس میں باقی گوشت سے زیادہ مقدار میں بہت ہی تیز قسم کا مہلک زہر ملا دیا۔ پھر آپ ﷺ کی چند صحابہؓ کے ساتھ دعوت کی۔ آپ ﷺ نے فرطِ کرم سے دعوت قبول فرما لی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے لقمہ منہ میں رکھا (شاید کچھ حصہ نگلا بھی گیا ہو) لیکن فوراً ہی تھوک دیا۔ فرمایا: اس گوشت نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ پھر خود بھی نہیں کھایا اور ساتھیوں کو بھی روک دیا۔ ان میں حضرت بشرؓ بن برا بن معرور بھی شامل تھے۔ انھوں نے لقمہ لیا اور زہر کی تلخی محسوس کرنے کے باوجود بہ تقاضائے ادب رسول اللہ ﷺ کے سامنے اگلنا پسند نہ کیا اور کسی نہ کسی طرح اسے حلق سے اتار لیا۔ بعد میں آپ ﷺ نے زینب کو بلا کر پوچھا، اس نے جرم کا اقرار کر لیا۔ حقیقت یہ تھی کہ اس کے پیچھے بہت سے یہود کی سازش کام کر رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مجلس عام میں اس کو بلوا کر بات کی تو اس نے یہ بات گھڑی کہ ہم نے آپ (ﷺ) کی جانچ کرنا چاہی تھی کہ آپ (ﷺ) اگر سچے نبی ہوں گے تو آپ (ﷺ) پر حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ اور پیغمبر نہیں ہیں تو ہم کو آپ (ﷺ) کے ہاتھ سے نجات مل جائے گی۔ رسول کریم ﷺ کبھی اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے۔ اس بنا

Marfat.com

پر آپ ﷺ نے زینب سے تعرض نہیں فرمایا اور اسے معاف کر دیا۔ لیکن جب دو تین دن کے بعد بشرؓ زہر کے اثر سے انتقال کر گئے تو پھر وہ قصاص میں قتل کر دی گئی۔ (بخاری)

خون کا پیاسا محبت میں گرفتار

حضرت خالد بن ولید جس کے باپ ولید بن مغیرہ نے آپ ﷺ کو جادوگر کہا۔ جس پر سورہ المدثر کی سولہ آیات (۱۱ تا ۲۶) نازل ہوئیں جس میں اس کا رسول اللہ ﷺ کے خلاف سوچنے کا نقشہ کھینچا گیا۔ وہ خالد بن ولید جس کی وجہ سے جنگ اُحد میں ۷۰ کبار صحابہؓ شہید ہو گئے، آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ کا وجہہ کریم خون آلود ہو گیا اور حد یہ کہ قرابت کی تمام حدود کو پھلانگتے ہوئے احساس غضب سے آپ ﷺ کے چچا کا جگر نکال کر چبایا گیا۔ لیکن جب ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ جو خالد بن ولید کے خاندان سے تھیں، کا نکاح آپ ﷺ سے ہوا تو خالد کی اسلام دشمنی میں کمی آگئی۔ عرب میں داماد سے لڑنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اب جوش کی بجائے ہوش اور عقل نے لے لی اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے خالد بن ولید کا دل اسلام کے لیے کھول دیا۔ صلح حدیبیہ کے بعد سات ہجری کے شروع میں حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت عثمانؓ بن طلحہ (کلید بردار) مسلمان ہو گئے۔ جب یہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے انھیں دیکھ کر فرمایا: آج مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہمارے حوالے کر دیا ہے (اسماء الرجال)۔ رسول کریم ﷺ نے ان کا اسلام قبول فرمایا۔ رسول کریم ﷺ کا حسن سلوک دیکھ کر خالدؓ جس قدر اسلام دشمنی میں سخت تھے اس سے کہیں بڑھ کر دلوں کے مسیحا رسول کریم ﷺ کی محبت میں گرفتار ہو گئے۔ خالدؓ بن ولید کی محبت کا اندازہ اس

Marfat.com

بات سے لگائیں کہ حجۃ الوداع کے موقعے پر رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز مزدلفہ میں ادا کرنے کے بعد حجاج کو لے کر آگے عقبہ تشریف لے گئے تھے جہاں بارہ سال پہلے اسی مقام پر خزرج کے لوگوں سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی تھی جنھوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، جس سے بیعت عقبہ دوم کی راہ ہموار ہوئی تھی۔کنکر مارنے کے بعد جانور قربان کیے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو طلب کیا کہ آپ ﷺ کا سر مونڈ دے۔حجاج آپ ﷺ کے گرد اکٹھا ہو گئے، اس امید پر کہ آپ ﷺ کے بالوں کی کوئی لٹ حاصل کر لیں گے۔ ابو بکرؓ نے بعد کے زمانے میں اس فرق کا تذکرہ کیا جو احد کے خالد، خندق کے خالد اور اب حجۃ الوادع کے خالدؓ میں پایا گیا۔خالدؓ نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، اپنے گیسوؤں کی لٹ میرے سوا کسی کو نہ دیجیے۔اور جب وہ لٹ رسول کریم ﷺ نے ان کو دے دی تو انھوں نے اس کو ادب واحترام کے ساتھ اپنے ہونٹوں سے لگا لیا (حیات سرور کائناتؐ)۔غزوہ موتہ میں آپ ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو کفار کے خلاف بے مثال جرأت اور بہادری سے جہاد کرنے پر سیف اللہ کے لقب سے نوازا (بخاری)۔حضرت خالدؓ نے اپنی زندگی میں جہاد کے دوران اس قدر زخم کھائے کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جس پر زخم کا نشان نہ ہو۔آپؓ کی سب سے بڑی تمنا اللہ کے رستے میں شہید ہونا تھی۔لیکن ان کی وفات بستر پر ہوئی۔ علما کے نزدیک رسول اللہ ﷺ نے چوں کہ انھیں اللہ کی تلوار کا لقب عطا فرمایا تھا اس لیے اب یہ ممکن نہ تھا کی اللہ کی تلوار دشمن کے ہاتھوں ٹوٹ جاتی۔اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے جس نے صدق دل سے شہادت کی آرزو کی تو وہ روز محشر شہید کے مرتبے سے ہی اٹھایا جائے گا، چاہے اس کی موت بستر مرگ پر ہی کیوں نہ ہوئی ہو۔(المستدرک)

Marfat.com

ایسی عالی ظرفی کی کوئی مثال تاریخ سے ذرا ڈھونڈ کے تو لاؤ؟

اسلامی لشکر تبوک سے کامیاب وکامران واپس آیا۔کوئی ٹکر نہ ہوئی۔اللہ جنگ کے معاملے میں مومنین کے لیے کافی ہوا۔البتہ راستے میں ایک جگہ ایک گھاٹی کے پاس بارہ منافقین نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش کی۔کیوں کہ منافقین کے دل اس مہم کی کامیابی سے بھنے جا رہے تھے۔ان چھپے دشمنوں کے ارمان کچھ اور تھے لہٰذا اب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کی ناپاک سازش باندھی۔اس سازش میں بارہ آدمی شریک ہوئے۔یہ عبداللہ بن ابی، سعد بن ابی سرح، ابو فاطر اعرابی، عامر، ابو عامر راہب۔ جلاس بن سوید مجمع بن جاریہ ملیح تیمی، حصن بن نمیر، طعیمہ بن ابیرق، عبداللہ بن عیینہ اور مرہ بن ربیع تھے۔

سازش کی مجلس میں جلاس نے کہا:

> ''آج رات ہم محمد (ﷺ) کو عقبہ سے گرائے بغیر نہ رہیں گے، چاہے محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھ والے ہم سے بہتر ہوں، مگر ہم لوگ بکریاں ہیں اور یہ ہمارے چرواہے بن گئے ہیں (گویا ہم بے عقل ہیں اور یہ لوگ بڑے خردمند ہیں)۔''

اسی شخص سے یہ قول بھی منسوب ہے:

> ''اگر یہ شخص (محمد ﷺ) سچا ہے تو پھر ہم لوگ تو گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔''

عبداللہ نے کہا:

> ''آج کی رات جاگو تو پھر ہمیشہ سلامتی سے رہو گے۔تمھارا کوئی کام اس کے سوا نہیں ہے کہ اس شخص کو آج قتل کر دو۔''

مرہ نے کہا:

Marfat.com

''بس اگر ہم اس ایک شخص کو قتل کر دیں تو سب کو اطمینان ہو جائے گا۔''

ان میں سے حصن بن نمیر کا ایک کارنامہ یہ بھی تھا کہ اس نے صدقے کے مال پر ڈاکہ ڈالا تھا۔ اور دوسرا ابو عامر بظاہر راہب تھا، صوفی درویش بنا پھرتا تھا مگر مسجد ضرار کے فتنہ کا بانی تھا اور غسان اور روم کے حکمرانوں سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف ساز باز رکھتا تھا۔ اس کے لباس تقویٰ میں طرح طرح کے شرر رقص کرتے تھے۔ طے پایا کہ رسول اللہ ﷺ جب عقبہ سے گزریں تو ان کو نیچے گرا دیا جائے۔ اسی منصوبے کے مطابق یہ بارہ مفسدین رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ لگے رہے۔ رسول اللہ ﷺ جب عقبہ کے قریب پہنچے تو ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بطن وادی کے کشادہ راستہ سے ہو کر جانا چاہیں وہ ادھر سے جا سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے عقبہ کا راستہ لیا۔ صحابہؓ کی کثیر تعداد بطن وادی کی طرف چلی گئی مگر سازشی گروہ بطور خاص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا۔ رسول اللہ ﷺ کی نگاہ یوں بھی دلوں کی گہرائی میں اتر کر مخفی جذبات کو پڑھ لینے والی تھی۔ اور پھر اپنے سامنے پر پرزے نکالنے والے منافقین کا نبض شناس آپ ﷺ سے بڑھ کر کون ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے غیبی اشارہ دے کر آپ ﷺ کو اس چال سے مطلع بھی کر دیا۔ آپ ﷺ نے دو رفیقوں کو ساتھ لیا۔ ایک حضرت حذیفہؓ بن یمان تھے اور دوسرے عمارؓ بن یاسر۔ عمارؓ اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے جب کہ حذیفہؓ اونٹنی کو ہانک رہے تھے۔ جب آپ ﷺ اس گھاٹی سے گزر رہے تھے تو منافقین نے اس موقعے کو اپنے ناپاک مقصد کے لیے غنیمت سمجھا اور آپ ﷺ کی طرف قدم بڑھایا۔ ادھر آپ ﷺ اپنے دونوں ساتھیوں سمیت حسب معمول راستہ طے کر رہے تھے کہ پیچھے سے ان منافقین کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یہ سب چہروں پر نقاب باندھے ہوئے تھے اور اب آپ ﷺ پر تقریباً چڑھ ہی آئے تھے کہ آپ ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کو ان کی جانب بھیجا۔ انھوں نے ان کی سواریوں کے چہروں پر اپنی

Marfat.com

ایک ڈھال سے ضرب لگانی شروع کی۔ وہ لوگ حضرت حذیفہؓ کو جب پہچان گئے تو سمجھے کہ راز فاش ہو گیا۔ اس سے اللہ نے انھیں مرعوب کر دیا اور وہ تیزی سے پیچھے بھاگ کر لوگوں میں گھل مل گئے۔ حضرت حذیفہؓ واپس ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس مقام سے اونٹنی کو تیز ہنکا کر نکال لے چلو۔ پھر حضرت حذیفہؓ سے پوچھا، کیا تم نے ان لوگوں کو پہچانا اور ان کا عندیہ سمجھا؟ انھوں نے نفی میں جواب دیا۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کے نام بتائے اور ان کے ارادے سے باخبر کیا۔ اسی لیے حضرت حذیفہؓ کو رسول اللہ ﷺ کا ''رازدان'' کہا جاتا ہے۔

صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اشارہ غیبی کے مطابق نام بہ نام ان بارہ سازشیوں کو طلب کیا۔ اور ہر ایک کے دلی جذبات اور مجلس سازش میں کہی ہوئی اس کی باتوں کو اس کے سامنے رکھ دیا۔ اور باری باری ہر ایک سے صفائی طلب کی۔ ان کے جواب بڑے دل چسپ رہے۔ مثلاً حصن بن نمیر کہنے لگا کہ مجھے یقین نہ تھا کہ آپ ﷺ کو اس کی خبر ہوگی۔ مگر آج معلوم ہوا کہ واقعی آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس سے قبل میں سچا مسلمان نہ تھا۔ اب صدق دل سے اسلام لاتا ہوں۔ سب نے اس طرح کی مختلف باتیں بنائیں، عذر کیے اور بعض نے معافی چاہی۔ رسول کریم ﷺ نے سب سے درگزر فرمایا۔

کافی ثقہ روایات اس مدعا کی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان اشخاص کے نام صرف حضرت حذیفہؓ کو رازداری سے بتا دیے تھے۔ اور عام مسلمانوں پر فاش نہیں کیے۔ علاوہ ازیں ان ناموں میں سے بعض کے بارے میں جزوی اختلافات ہیں۔ نیز ان میں دو تین افراد کے بارے میں یہ بحثیں بھی کی گئی ہیں کہ کم سے کم بعد میں ان کے اندر کوئی علامت نفاق نہیں پائی گئی۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد خصوصاً

Marfat.com

حضرت عمرؓ جن کی رائے کی تائید میں ہی رسول اللہ ﷺ پر منافقین کے بارے میں وحی اتری تھی، بہت پریشان ہوئے۔ انھوں نے منافقین کا نام جاننے کی بڑی کوشش کی مگر حضرت حذیفہؓ سے راز نہ پا سکے۔ چناں چہ جب کوئی فوت ہو جاتا تو حضرت عمرؓ کسی آدمی کو بھیجتے کہ جا کر دیکھے کہ حذیفہؓ وہاں موجود ہیں یا نہیں؟ حضرت عمرؓ صرف اس کا جنازہ پڑھتے جس کے جنازے میں حضرت حذیفہؓ شریک ہوتے۔ اس طرح کچھ منافقین کے نام کا پتا چل گیا۔

مگر اصل واقعہ اپنی جگہ تاریخی طور پر ثابت ہے اور اسی کا ذکر قرآن میں ہوا کہ انھوں نے اس چیز کا ارادہ باندھا کہ جس تک پہنچ نہ سکے۔ ایسی عالی ظرفی کی کوئی مثال تاریخ سے ڈھونڈ کے لاؤ جو نوع انسانی کی خدمت کے لیے خون پسینا ایک کر کے انقلاب برپا کرتا ہے اور چند شیطان صفت انسان اس کے کارنامے کی جڑ کاٹنے کے لیے اس کے قتل کا منصوبہ بنا کر عملی اقدام بھی کرتے ہیں۔ ان کا راز فاش بھی ہو جاتا ہے، اور وہ اقبال جرم بھی کر لیتے ہیں لیکن وہ معراج انسانیت اُتنے بڑے جرم پر بھی عفو سے کام لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی بھی گئی کہ آپ ﷺ ان میں سے ہر ایک کے اہل قبیلہ کو حکم دیں کہ وہ اپنے اپنے آدمی کا سر آپ ﷺ کے سامنے لا کے پیش کر دیں۔ جواب میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عربوں میں یہ چرچا ہو کہ محمد (ﷺ) نے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر دشمنوں کا مقابلہ کیا اور پھر جب غلبہ پالیا تو خود اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنے لگا۔ رسول کریم ﷺ کا منشا یہ تھا کہ تحریک اسلامی کی اصل طاقت اس کی امتیازی شان برقرار نہ رہ سکے گی۔ سو اپنی جان کے لیے خطرات بھی انگیز کر لیے اور اپنے خلاف فتنوں اور شرارتوں کا مقابلہ کرنا بھی گوارا کر لیا۔ مگر یہ پسند نہ کیا کہ

Marfat.com

حالات کو قابو میں رکھنے کے لیے جبر وقوت کا لٹھ چلائیں۔ اور جہاں کوئی خرابی دیکھیں اسے اقتدار اور قانون کے زور سے بے تحاشا کچل دیں۔ انسانی معاشرے کا نظام چلاتے ہوئے بے شمار حکمتیں اور مصالح پیش نظر ہوتے ہیں۔ اور اصلاح کی بہت سی تدبیریں مختلف پہلوؤں سے استعمال کرنی ہوتی ہیں۔ اسلامی انقلاب عام دنیوی انقلابوں سے زیادہ کٹھن اسی لیے ہے کہ اس کی نازک اخلاقی روح کا تحفظ قدم قدم پر کرنا پڑتا ہے کہ اس آئینے میں کہیں کسی عمومی غلط فہمی اور کسی مخالفانہ پروپیگنڈے کا غبار نہ آ جائے۔ (محسن انسانیتؐ)

ہجو اور جاسوسی کرنے والے کا قبول اسلام

فرات بن حیان وہ شخص تھا جو ابوسفیان کی طرف سے مسلمانوں کی جاسوسی پر مامور تھا اور رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار بھی کہا کرتا تھا۔ جنگ احد سے پہلے، جمادی آخر، ۳ ہجری، سریہ زیدؓ بن حارثہ میں پکڑا گیا تو آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ لوگ اس کو پکڑ کر لے گئے۔ جب انصار کے ایک محلّے میں پہنچا تو بولا کہ میں مسلمان ہوں۔ ایک انصاری نے آ کر اطلاع دی: وہ کہتا ہے، میں مسلمان ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے اسی وقت اس کے دل کا معاملہ اللہ پر چھوڑتے ہوئے معاف فرما دیا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ وہ بعد میں صدق دل سے مسلمان ہو گئے (ابن ہشام)۔ آپ ﷺ نے ان کو یمامہ میں ایک زمین عنایت فرمائی جس کی آمدنی ۴۲۰۰ درہم تھی۔

عدی! وہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے فرار ہوا

ربیع الاول ۹ ہجری کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو قبیلہ طے کے ایک بت جس کا نام قلس (کلیسا) تھا۔ ڈھانے کے لیے بھیجا۔ ان کی سرکردگی میں ایک سو اونٹ

Marfat.com

اور پچاس گھوڑوں سمیت ڈیڑھ سو آدمی تھے ، جھنڈیاں کالی اور پھریرا سفید تھا۔ چناں چہ حضرت علیؓ نے فجر کے وقت حاتم طائی کے محلّے پر چھاپہ مار کر فلس کو ڈھایا اور قیدیوں، چوپایوں اور بھیڑ بکریوں پر قبضہ کرلیا۔ عدی بن حاتم اپنی بہن کو چھوڑ کر اپنے بیوی بچوں سمیت شام کی طرف بھاگ گیا۔ عدی کی بہن قبیلے کے دوسروں لوگوں کے ساتھ قیدی بن گئی۔ ان کے گھر سے تین تلواریں، تین زرہیں ملیں۔ ابوقتادہؓ کو قیدیوں کا محافظ مقرر کر دیا گیا۔ اور چوپایوں اور غلاموں پر عبداللہ بن عتیک کو نگہبان بنا دیا گیا۔ راستے میں ہی غنائم تقسیم کر دیے گئے اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ (صفی) الگ کر لیا گیا اور آل حاتم پر جب تک کہ وہ مدینے حاضر نہیں ہوئے، کچھ تقسیم نہ کیا گیا۔

مدینے پہنچے تو رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں ایک قیدی عورت کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ اس کا سر ننگا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے گوارا نہ کیا کہ کسی عورت کا سر ننگا ہو، چاہے وہ دشمن ہی کی بیٹی کیوں نہ ہو۔ فوراً اپنی چادر اتار کر اس کے سر پر ڈال دی۔ رسول کریم ﷺ کی شفقت نے اس کی ڈھارس بندھائی اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ سہارا گم ہو گیا، والد گزر چکے ہیں اور میں بڑھیا ہوں، خدمت کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ آپ ﷺ مجھ پر احسان کیجیے، اللہ آپ ﷺ پر احسان کرے گا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تمھارے لیے کون آ سکتا تھا؟ بولیں عدی بن حاتم، فرمایا وہی جو اللہ اور رسول سے بھاگا ہے (زادالمعاد)۔ پھر آپ ﷺ آگے بڑھ گئے۔ دوسرے دن اس نے پھر یہی بات دہرائی۔ اور آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا۔ تیسرے دن پھر اس نے وہی بات کہی اور آپ ﷺ سے درخواست کی کہ اسے آزاد کر دیں جس کا باپ ہمیشہ قیدی کو آزاد کر دیا کرتا تھا، مہمان کی اچھی میزبانی کرتا تھا، بھوکے کو کھانا کھلاتا تھا اور پریشان حال کو

Marfat.com

راحت دیتا تھا۔ اس نے کبھی بخشش طلب کرنے والے کو نامراد نہیں لوٹایا، میں اس حاتم کی بیٹی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے سن کر فرمایا: تیرے باپ میں مومنوں جیسی صفات تھیں (سیرت النبی ﷺ)۔ اور احسان فرماتے ہوئے اسے آزاد کر دیا اور جو لوگ آپ ﷺ کے گرد و پیش بیٹھے ہوئے تھے، ان کی جانب رخ کر کے آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو جانے دو اس کا باپ نیک کاموں سے شغف رکھتا تھا۔ اللہ بھی نیک کاموں کو پسند کرتا ہے۔

اس وقت آپ ﷺ کے بازو میں ایک صحابی تھے۔ غالباً حضرت علیؓ انھوں نے بڑھیا سے کہا: رسول اللہ ﷺ سے سواری کا بھی سوال کرو۔ اس نے سواری کا سوال بھی کیا (زادالمعاد)۔ رسول کریم ﷺ نے عزت و حرمت سے مسجد کے ایک گوشے میں اس کو مقیم کیا اور فرمایا کہ جب بھی کوئی تمھارے شہر کا آ جائے تو میں اس کے ساتھ تم کو رخصت کر دوں گا۔ چناں چہ چند روز کے بعد اس کے قبیلے کا ایک شخص اس کی رہائی کی درخواست لے کر آ گیا۔ رسول کریم ﷺ نے عمدہ لباس اور سفر کے سامان کے ساتھ یمن بھجوا دیا (سیرت النبی ﷺ)۔

حاتم کی صاحب زادی اپنے بھائی عدی کی تلاش میں نکلی اور لوٹ کر اپنے بھائی عدی کے پاس ملک شام پہنچ گئیں۔ عدی کہتے ہیں کہ میری بہن میرے پاس آئی اور کہنے لگی: رسول اللہ ﷺ نے ایسا کارنامہ انجام دیا ہے کہ تمھارے باپ بھی ویسا نہیں کر سکتے تھے، ان کے پاس کسی خوف کے بغیر جاؤ کیوں کہ آپ ﷺ کے پاس فلاں حاضر ہوا، تو اسے انعام ملا، فلاں حاضر ہوا تو اسے بھی انعام ملا (زادالمعاد)۔ چناں چہ عدی کسی امان یا تحریر کے بغیر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اب آگے تفصیل ان ہی کی زبانی سنیے:

Marfat.com

ابن اسحٰق بتاتے ہیں: عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ عربوں میں اس قدر کوئی بھی رسول اللہ ﷺ سے متنفر نہ تھا جتنی مجھے رسول اللہ ﷺ کے نام سے نفرت تھی۔ کیوں کہ میں عیسائی المذہب اور اپنی قوم کا سردار تھا، میری قوم غنیمت کا ایک چہارم حصہ مجھے ادا کیا کرتی تھی۔ میں اپنے دل میں کہا کرتا تھا کہ میں سچے دین پر بھی ہوں اور اپنے علاقے کا بادشاہ بھی ہوں، اس لیے مسلمان ہونے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں اور میں نے اپنے ایک عربی غلام سے کہا، جو میرے اونٹوں کا چرواہا تھا کہ میرے اونٹوں کو موٹا تازہ بنادے اور انھیں میرے قریب ہی رکھے اور جب سنے کہ محمد (ﷺ) کے عساکر طے کے علاقے کو روندرہے ہیں تو مجھے اطلاع دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ ایک صبح میرے پاس آیا اور کہنے لگا: میں نے جھنڈے دیکھے ہیں۔ میں نے ان کے متعلق پوچھا تو جواب ملا: یہ محمد (ﷺ) کا لشکر ہے۔ عدی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا: میرے اونٹ جلدی لاؤ۔ وہ اونٹوں کو لے آیا۔ میں نے اپنے اہل وعیال کو ان پر سوار کیا اور اپنے نصرانی بھائیوں کے پاس جانے کے لیے شام چل دیا۔ جلدی میں حاتم کی ایک لڑکی کو شہر میں ہی چھوڑ گیا۔ شام پہنچ کر مجھے اس سے زیادہ وحشت اور ناگواری ہونے لگی جتنی اپنے قبیلے میں رسول اللہ ﷺ کے تذکرے سے ہوتی تھی۔ جب میری بہن رسول اللہ ﷺ سے رہائی حاصل کرنے کے بعد میرے پاس شام پہنچی، اس نے اپنی رہائی کی تمام کیفیت سنائی، میری بہن نہایت دانا اور عقل مند خاتون تھی، میں نے پوچھا کہ اس شخص (رسول اللہ ﷺ) کی نسبت تمھاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ تو جلد اس کے پاس چلا جا کیوں کہ اگر وہ نبی ہے تو پھر سابقین کی فضیلت کو کیوں ضائع کیا جائے اور اگر وہ بادشاہ ہے، تب بھی تو اس کے پاس جانے سے ذلیل نہ ہو گا۔ چناں چہ بہن کی ترغیب پر میں نے سوچا کہ مجھے

Marfat.com

آپ ﷺ سے ملاقات کرنی چاہیے۔ اگر آپ ﷺ دنیا کے دوسرے بادشاہوں کی طرح ایک بادشاہ یا نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے ہوں گے تو یہ چیز مجھ سے مخفی نہ رہ سکے گی اور اگر آپ ﷺ نبی برحق ہوں گے تو میں آپ ﷺ پر ایمان لے آؤں گا اور اتباع کرلوں گا۔ میں اس ارادے سے نکلا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ پہنچ گیا۔ اس وقت آپ ﷺ مسجد میں تھے۔ میں نے سلام کیا۔ فرمایا: کون؟ میں نے عرض کیا: عدی بن حاتم! یہ سن کر رسول ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے اپنے گھر لے گئے۔ راستے میں ایک ضعیف اور بزرگ عورت ملی۔ اس نے آپ ﷺ کو روک لیا۔ وہ اپنی لمبی داستان سناتی رہی اور آپ ﷺ کھڑے ہو کر اُس کی باتیں سنتے رہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا: اللہ کی قسم! یہ بادشاہ نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ مجھے لے کر اپنے گھر پہنچے۔ اندر جا کر چمڑے کا ایک تکیہ (چھوٹا گدا) لائے جس میں پتیاں بھری ہوئی تھیں۔ اسے میری طرف بڑھا کر فرمایا: اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے عرض کیا: نہیں آپ (ﷺ) تشریف رکھیں۔ آپ ﷺ نے اصرار کیا تو میں اس پر بیٹھ گیا اور رسول اللہ ﷺ خود زمین پر بیٹھ گئے تو اب پھر میرے دل نے گواہی دی کہ یہ کوئی بادشاہ ہرگز نہیں کرسکتا۔ جب آپ ﷺ سامنے بیٹھے تو پہلے اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: تم کس چیز سے بھاگ رہے ہو؟ کیا لاالٰہ الااللہ کہنے سے بھاگ رہے ہو؟ اگر ایسا ہے تو بتاؤ کیا تمھیں اللہ کے سوا کسی اور معبود کا علم ہے؟ میں نے کہا نہیں، پھر آپ ﷺ نے کچھ دیر گفت گو کی، اس کے بعد فرمایا: اچھا تم اس سے بھاگتے ہو کہ اللہ اکبر کہا جائے تو کیا تم اللہ سے بڑی کوئی چیز جانتے ہو؟ میں نے کہا، نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! یہود پر اللہ کے غضب کی مار ہے اور نصاریٰ گم راہ ہیں۔ میں نے کہا کہ میں یک رخا مسلمان ہوں تو یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ فرط مسرت سے دمک اٹھا۔ اس کے

Marfat.com

بعد آپ ﷺ کے حکم سے مجھے ایک انصاری کے ہاں ٹھیرایا گیا اور میں صبح و شام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔

اس اثنا میں آپ ﷺ کے پاس ایک جماعت حاضر ہوئی، جس نے افلاس کی وجہ سے روئی کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور کھڑے ہوئے اور ان پر صدقہ کرنے کی ترغیب دی، پھر فرمایا: اے لوگو! اپنی دولت میں سے کچھ خرچ کرو۔ اگر چہ ایک صاع ہو، نصف صاع ہو، ایک مٹھی ہو یا مٹھی کا کچھ حصہ ہو، جس کے ذریعے تم جہنم کی گرمی یا آگ سے اپنے چہرے کو بچاؤ گے۔ اگر چہ ایک کھجور ہو یا اس کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اگر یہ بھی نہ ملے تو میٹھے بول ہی سے سہی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے عدی! شاید تم اس دین کو قبول کرنے سے اس لیے ہچکچا رہے ہو کیوں کہ تم اس کے ماننے والوں کو غریب دیکھ رہے ہو؟ اللہ کی قسم، ان کے پاس مال کی اتنی بہتات ہو جائے گی کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہ بچے گا۔ شاید تم اس دین کو قبول کرنے سے اس لیے ہچکچا رہے ہو کہ تم ان کی تعداد کم اور ان کے دشمنوں کی تعداد زیادہ دیکھ رہے ہو۔ اللہ کی قسم، ایک وقت ایسا آئے گا جب ایک عورت قادسیہ سے تن تنہا سفر کرتے ہوئے آ کر بیت اللہ کی زیارت کرے گی اور اسے راستے میں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ شاید تم اس دین کو قبول کرنے سے اس لیے ہچکچا رہے ہو کہ تم حکومت اور اقتدار پر دوسرے لوگوں کو قابض دیکھ رہے ہو، اللہ کی قسم، وہ وقت جلد آئے گا جب سرزمین بابل کے سفید محلات ان کے ہاتھوں فتح ہوں گے۔ (زاد المعاد)

اسی روایت کے اخیر میں حضرت عدیؓ فرماتے ہیں: دو نشانیاں میں نے دیکھ لی ہیں۔ عورت اب بے خوف و خطر سفر کرنے لگی ہے۔ میں نے خود دیکھا کہ

Marfat.com

ہودج نشین عورت حیرہ سے چل کر خانہ کعبہ کا طواف کرتی ہے اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں اور میں خود ان لوگوں میں تھا جنھوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کیے۔ اور اگر تم لوگوں کی زندگی دراز ہوئی تو تم لوگ وہ چیز بھی دیکھ لو گے جو نبی ابوالقاسم ﷺ نے فرمائی تھی کہ آدمی چلو بھر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا اور کوئی لینے والا نہ ہوگا۔ (بخاری)

ابن اسحاق نے حضرت عدی سے یہ بھی روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنے سامنے اپنے گھر میں بٹھایا تو فرمایا: اے عدی! اسلام لاؤ، سلامت رہو گے۔ میں نے کہا: میں تو خود ایک دین کا ماننے والا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمھارا دین تم سے بہتر طور پر جانتا ہوں۔ میں نے کہا، آپ ﷺ میرا دین مجھ سے بہتر طور پر کیسے جانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عدی بن حاتم! کیا تم مذہباً رکوسی نہ تھے؟ عدی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اپنی قوم میں مال غنیمت کا چوتھائی لینے پر عمل پیرا نہیں تھے؟ میں نے کہا، کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: حال آں کہ یہ تمھارے دین میں حلال نہیں۔ میں نے کہا، ہاں اللہ کی قسم اور اسی سے میں نے جان لیا کہ واقعی آپ ﷺ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں کیوں کہ آپ ﷺ وہ بات جانتے ہیں جو جانی نہیں جاتی (ابن ہشام)۔ آپ ﷺ کی اس بات پر مجھے سرنگوں ہو جانا پڑا۔ میں اسلام میں داخل ہوگیا اور رسول اللہ ﷺ سے بیعت کر لی (مسند احمد)۔ حضرت عدیؓ کے اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے طے کی سرداری کی توثیق کر دی اور وہ اس کے بعد ایک مخلص اور بااثر اتحادی ثابت ہوئے۔

عدیؓ کا قبول اسلام

حضرت عدیؓ بن حاتم کے قبول اسلام کے واقعے میں اسلامی عقیدے کی بنیادوں سے متعلق اہم نکات کی وضاحت ہوتی ہے اور رسول کریم ﷺ کی شخصیت کا

Marfat.com

تجزیہ اور واضح تصویر کشی ہوتی ہے۔ وہ شخصیت جس کا حضرت عدیؓ بن حاتم پر بہت نمایاں اظہار ہوا کہ وہ لیڈری، حکومت اور امارات کی خواہش یا گھمنڈ اور جاہ کی تمام کم زوریوں سے پاک ہے، اس میں اس چیز کے اظہار کے علاوہ اور کوئی خواہش دکھائی نہیں دیتی کہ وہ تمام انسانوں کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔ یہی چیز ان کے ایمان اور ہدایت کا سبب بنی۔

ہمیں بھی ان باتوں میں غور کرنا چاہیے جن میں حضرت عدیؓ نے غور کیا اور ان چیزوں سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے جن سے انھوں نے نصیحت حاصل کی۔ تاکہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ہمارے ایمان و یقین میں اضافہ ہو اور ہم اس سازش کو اچھی طرح سمجھ لیں جو عالم اسلامی میں فکری محاذ پر یلغار کرنے والوں کے مطالعات میں پوشیدہ ہے۔

ہمیں تھوڑی دیر ٹھیر کر ان امتیازی خصوصیات پر غور کرنا چاہیے جن سے حضرت عدیؓ بن حاتمؓ نے رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کو متصف قرار دیا تھا اور ان سے متاثر ہو کر ایمان لے آئے تھے۔ مروت کی انتہا یہ تھی کہ مدینے کی ایک عورت جس کی عقل میں کچھ فتور تھا، آتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھے آپ (ﷺ) سے کچھ کہنا ہے۔ رسول کریم ﷺ اسے فرماتے ہیں کہ تم چلو، کسی کوچے میں انتظار کرو، میں ابھی آتا ہوں۔ چناں چہ اس کی بات جا کر سنی۔ اور اس کا کام کر کے دیا۔ ایسا ہی ایک واقعہ عدیؓ بن حاتم نے دیکھا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی مروّت کو نبوت کی علامت کے طور پر لیا۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ راستے میں ایک ضعیف اور بزرگ عورت ملی۔ اس نے آپ ﷺ کو روک لیا اور آپ ﷺ کھڑے ہو کر اس کی باتیں سننے لگے۔ میں نے اپنے دل میں کہا: اللہ کی قسم! یہ بادشاہ نہیں ہے اور یہ کسی اللہ کے نبی کی ہی شان ہو سکتی ہے۔ (مسلم)

Marfat.com

جی ہاں، حکومت کا خواہش مند یا لیڈری اور دنیوی عظمت چاہنے والا ایسے موقعے پر اس رویّے کا مظاہرہ نہیں کرسکتا اور اگر بہ تکلف ایسا کرے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے نفس کو اس پر مجبور کرے تو بناوٹ کے آثار، بے قراری اور بے چینی کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتا لیکن رسول کریم ﷺ کی تو یہ فطرت اور عادت ثانیہ تھی اور کسی بھی حال میں اس میں فرق نہ آتا تھا۔ رسول کریم ﷺ کسی مجلس میں ظاہری طور پر صحابہ کرامؓ سے نمایاں نہ ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کی معیشت اور طرز زندگی غریبوں اور مسکینوں سے بڑھ کر نہ تھا۔

آپ ﷺ کو کبھی اس حال میں نہیں دیکھا گیا کہ صحابہؓ تو محنت و مشقت کے کسی کام میں لگے ہوں اور آپ ﷺ ان سے الگ تھلگ ہوں۔ زندگی کے آخری لمحے تک آپ ﷺ کا یہی حال تھا۔ آخر نبوت کے علاوہ اور کون سی چیز تھی جو رسول اللہ ﷺ کو اس حال پر قائم رکھے ہوئے تھی حال آں کہ آپ ﷺ ایسی خصلتوں سے بہرہ ور تھے کہ اگر ان کو اختیار کرتے تو آپ ﷺ کا طرز زندگی اتنا اونچا ہوتا کہ کوئی دوسرا ان تک پہنچ نہ سکتا تھا۔

حضرت عدیؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مجھے لے کر اپنے گھر پہنچے۔ اندر جا کر چمڑے کا ایک تکیہ (چھوٹا گدا) لائے جس میں پتیاں بھری ہوئی تھیں۔ اسے میری طرف بڑھا کر فرمایا: اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے عرض کیا: نہیں آپ ﷺ تشریف رکھیں۔ آپ ﷺ نے اصرار کیا تو میں اس پر بیٹھ گیا اور آپ ﷺ خود زمین پر تشریف فرما ہوئے۔ میں نے اپنے جی میں کہا: اللہ کی قسم! یہ بات کوئی بادشاہ نہیں کہہ سکتا۔

شاید حضرت عدیؓ جنھیں اپنے قبیلے میں عظمت کا مقام حاصل تھا، توقع رکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر سے بھی اسی عظمت کا اظہار ہوگا، جس سے وہ بہرہ ور تھے لیکن اس کے برعکس صورت حال دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ رسول کریم ﷺ کے طرز زندگی میں تکلف و تصنع نام کو نہیں۔ رسول کریم ﷺ

Marfat.com

ان کے سامنے خشک زمین پر دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے گھر سے اس چیز کا اظہار ہو رہا تھا کہ آپ ﷺ ان مظاہر سے بہت دور ہیں جن کی وہ توقع رکھتے تھے! پھر کیا اس کے باوجود اپنی اس دعوت کے ذریعے آپ ﷺ حکومت کے خواہاں تھے یا دولت یا عظمت حاصل کرنے کے لیے کوشاں تھے؟

اس کے بعد حضرت عدیؓ نے رسول اللہ ﷺ کے چند ارشادات سنائے، جن میں اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں چند پیشین گوئیاں کی گئی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: مسلمانوں کے پاس مال کی اتنی بہتات ہو جائے گی کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہ بچے گا (مسند احمد)۔ آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے زمانے میں پوری ہوگئی۔ انھوں نے اپنے گورنر کو اموال زکوٰۃ کے ساتھ بھیجا کہ انھیں افریقہ کے مختلف علاقوں میں غریبوں میں تقسیم کردے۔ لیکن وہ ان کے ساتھ واپس آ گیا۔ اس لیے کہ کوئی انھیں لینے والا نہ تھا، چناں چہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نے ان سے غلام خرید کر آزاد کردیے۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب ایک عورت قادسیہ سے تن تنہا سفر کرتے ہوئے آ کر بیت اللہ کی زیارت کرے گی اور اسے راستے میں کوئی خوف نہیں ہوگا (مسند احمد)۔ آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہوئی۔ اس پورے علاقے میں امن وامان ہوگیا۔ چناں چہ کسی مسافر کو اللہ کے سوا اور اپنے ریوڑ پر بھیڑیے کے علاوہ اور کسی کا خوف نہ تھا۔

مزید برآں رسول اللہ ﷺ نے اس موقعے پر ایک پیشین گوئی یہ بھی فرمائی تھی: اللہ کی قسم! وہ وقت جلد آئے گا جب سرزمین بابل کے سفید محلات مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوں گے (مسند احمد)۔ آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے رسول ﷺ سے جو وعدہ کیا اسے پورا کیا۔

Marfat.com

حضرت عدیؓ نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ اور طرز رہائش میں نبوت کی علامتیں پالیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کے انداز گفت گو اور ارشادات میں بھی انھیں محسوس کرلیا اور بعد کے واقعات میں ان کا مصداق پالیا۔ ان علامتوں کو دیکھ کر وہ اسلام لے آئے اور عیش وعشرت کے ان مظاہر سے دامن کش ہوگئے جن میں انھیں ان کے قبیلے والوں نے غرق کر رکھا تھا۔

اگر کوئی شخص عقل ودانش سے بہرہ ور ہو اور اسے سوچنے سمجھنے کی آزادی بھی حاصل ہو تو وہ حق کو قبول کرنے اور اس پر ایمان لانے سے کبھی پہلو تہی نہیں کرسکتا، خواہ یہ راہ کتنی ہی دشوار گزار اور کانٹوں بھری ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر آزادی فکر مفقود ہو، عقل کا تقدس پامال ہو اور اس کی جگہ بغض ونفرت اور خواہشات نفس نے لے لی ہو تو آدمی باطل میں غلطاں وپیچاں اور جہالت سے چمٹا رہے گا اور اندھے پن کو سب سے بڑی نعمت تصور کرے گا۔ اللہ رب العالمین نے ایسے لوگوں کی یہی صفات بیان کی ہیں۔ (دروس سیرتؐ)

قبیلہ دَوس کے حق میں دعا

دوس کا قبیلہ یمن میں رہتا تھا، طفیلؓ بن عمرو دوسی اس قبیلے کے رئیس تھے۔ وہ قدیم الاسلام تھے۔ مدت تک وہ اپنے قبیلے کو اسلام کی دعوت دیتے رہے لیکن وہ اپنے کفر پر اڑا رہا۔ ناچار وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے قبیلے کی حالت عرض کر کے گزارش کی کہ ان کے حق میں بددعا فرمایئے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فوراً دُعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ لوگوں نے یہ دیکھا تو کہا کہ اب دوس کی بربادی میں کوئی شک نہیں رہا لیکن رسول کریم ﷺ نے جن الفاظ میں یہ دعا فرمائی وہ یہ تھے:

اے اللہ! دوس کو ہدایت عطا فرما اور ان کو اسلام کی طرف لا۔ (متفق علیہ)

Marfat.com

رسول کریم ﷺ کی دعا اور حضرت طفیلؓ کی مسلسل کوششوں سے ان کے قبیلے کے ۷۰ یا ۸۰ افراد غزوہ خندق کے بعد اسلام لے آئے (ابن ہشام)۔ جن میں ابو ہریرہؓ، جن کا نام رسول اللہ ﷺ نے عبدالشمس سے تبدیل کر کے عبدالرحمٰن رکھ دیا تھا، جیسا چمکتا ستارہ بھی شامل تھا۔

قبیلہ بنو حنیفہ کا قیدی

اسلام کا مجرم ثمامہ بن آثال بنو حنیفہ کا سردار اور مسیلمہ کذاب کا پیروکار تھا۔ جنگ احزاب کے بعد وہ مسیلمہ کذاب کے حکم سے بھیس بدل کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے نکلا لیکن حسن اتفاق سے صحابہؓ کے ایک دستے کو سرِراہ مل گیا، جو مسلمانوں کے کمانڈر محمدؓ بن مسلمہ کی سرکردگی میں نجد کے اطراف بھیجا گیا تھا۔ مسلمانوں نے اسے گرفتار کر لیا اور مدینے لاکر مسجد نبویؐ کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے تشریف لائے تو اس پر نظر پڑی آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ ثمامہ تمھارے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے، اس نے کہا: اگر مجھے قتل کرنا چاہیں تو ایک خونی مجرم کو آپ (ﷺ) قتل کریں گے اور اگر عفو فرمائیں گے تو یہ احسان ایک احسان شناس کی گردن پر ہوگا، اگر مال کی خواہش ہے تو فرمایئے جو ارشاد ہوگا حاضر کیا جائے گا۔ یہ سن کر آپ ﷺ اسی حالت میں اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ دوسرے دن پھر اسی قسم کا سوال و جواب ہوا، تیسرے دن پھر یہی گفت گو ہوئی اور آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ثمامہ کی رسی کھول دو اور آزاد کر دو، ثمامہ پر اس خلاف توقع لطف و عنایت کا یہ اثر ہوا کہ قریب ایک درخت کی آڑ میں جا کر غسل کیا اور مسجد میں واپس آ کر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا اور عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ دنیا میں کوئی شخص میری نظر میں آپ ﷺ سے زیادہ

Marfat.com

مبغوض نہ تھا، اور اب آپ ﷺ سے زیادہ دنیا میں مجھے کوئی محبوب نہیں، کوئی مذہب آپ ﷺ کے مذہب سے زیادہ میری آنکھوں میں برا نہ تھا اور اب وہی سب سے زیادہ پیارا ہے، کوئی شہر آپ ﷺ کے شہر سے زیادہ ناپسند نہ تھا، اور اب وہی پسندیدہ ہے۔ (بخاری)

مکہ میں غلہ یمامہ سے آتا تھا۔ چوں کہ یمامہ کے رئیس یہی ثمامہؓ بن آثال تھے۔ ثمامہؓ جب مسلمان ہو کر عمرے کے لیے مکہ گئے تو قریش نے تبدیلیٔ مذہب پر ان کو طعنہ دیا، انھوں نے غصے سے کہا: ''اللہ کی قسم اب رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر گیہوں کا ایک دانہ نہیں ملے گا۔'' اس بندش سے مکے میں اناج کا کال پڑ گیا۔ آخر گھبرا کر قریش نے ابوسفیان کو اس آستانہ کی طرف رجوع کرنے کو کہا جس سے کوئی سائل کبھی محروم نہیں گیا۔ ابوسفیان نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ ہم آپ (ﷺ) کے قرابتی ہیں لہٰذا احسان فرمایئے اور ثمامہؓ کو حکم دیں کہ وہ ہمیں غلہ دیں۔ آپ ﷺ کو رحم آیا اور فوراً ثمامہؓ سردار نجد کو جو دولت ایمانی سے مالا مال ہو چکے تھے کہلا بھیجا کہ بندش اٹھا لو، چناں چہ پھر حسب دستور غلہ جانے لگا۔ ان کے علاقے میں اناج بکثرت تھا۔ انھوں نے غلہ صرف اس لیے روک رکھا تھا اور منفعت تجارت کو بھی نظر انداز کر دیا تھا کہ اہل مکہ دشمنان رسول ہیں اور جب حکم نبویؐ کی تعمیل ہوئی تو اہل مکہ کی جان میں جان آئی۔ دراصل آپ ﷺ کا یہ عمل بھی دشمنوں کے مقابلے میں عزیز علیہ ماعنتم (التوبہ ۹:۱۲۸) کا ایک ثبوت تھا۔

دنیا میں سب سے اچھے انسان

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہم راہ نجد کے علاقے میں غزوہ ذات الرقاع میں شریک تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کے ہمراہ واپس لوٹے تو راستے میں دوپہر کے وقت ایک ایسی وادی میں پڑاؤ ڈالا جس

Marfat.com

میں کانٹے دار درخت بکثرت تھے۔ آپ ﷺ کو دوپہر کے وقت قیلولہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ لوگ درختوں کے سائے کی تلاش میں بکھر گئے۔ آپ ﷺ بھی ببول کے ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے اور اپنی تلوار اس کی شاخوں کے ساتھ لٹکا کر سو گئے۔ اتنے میں غورث بن حارث نامی کافر آپ ﷺ کے پاس آیا۔ درخت کے ساتھ لٹکتی ہوئی تلوار اتاری اور رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک کے قریب کر کے گستاخانہ انداز میں آپ ﷺ کو جگا کر بولا کہ تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ رسول اللہ ﷺ بالکل پریشان نہ ہوئے کیوں کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر پختہ یقین تھا۔ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: اللہ! اللہ! اللہ! ۔ یہ جواب سن کر اس شخص کے اوسان خطا ہو گئے اور پریشانی کے عالم میں تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ آپ ﷺ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا: اب بتا مجھ سے تجھے کون بچائے گا؟ رسول اللہ ﷺ کی آواز سن کر مسلمان دوڑے آئے اور یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ اس پر آپ ﷺ کا اس قدر رعب طاری ہوا کہ اس نے کانپنا شروع کر دیا اور کہا: آپ (ﷺ) اچھے پکڑنے والے ہوئیے (یعنی احسان کیجیے)۔ رسول کریم ﷺ نے اسے معاف کرتے ہوئے فرمایا: جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔ جب وہ اپنی قوم میں واپس لوٹا تو کہنے لگا میں دنیا میں سب سے اچھے انسان کے پاس سے ہو کر آ رہا ہوں۔ (بخاری)

جو اپنا دامن لہو سے بھر لے، مصیبتیں اپنی جان پر لے
جو تیغ زن سے لڑے نہتا، جو غالب آ کر بھی صلح کر لے
اسیر شخص کی چاہ میں بھی، مخالفوں کی نگاہ میں بھی
امیں ہے، صادق ہے، معتبر ہے، میرا پیمبر عظیم تر ہے

Marfat.com

باب چہارم

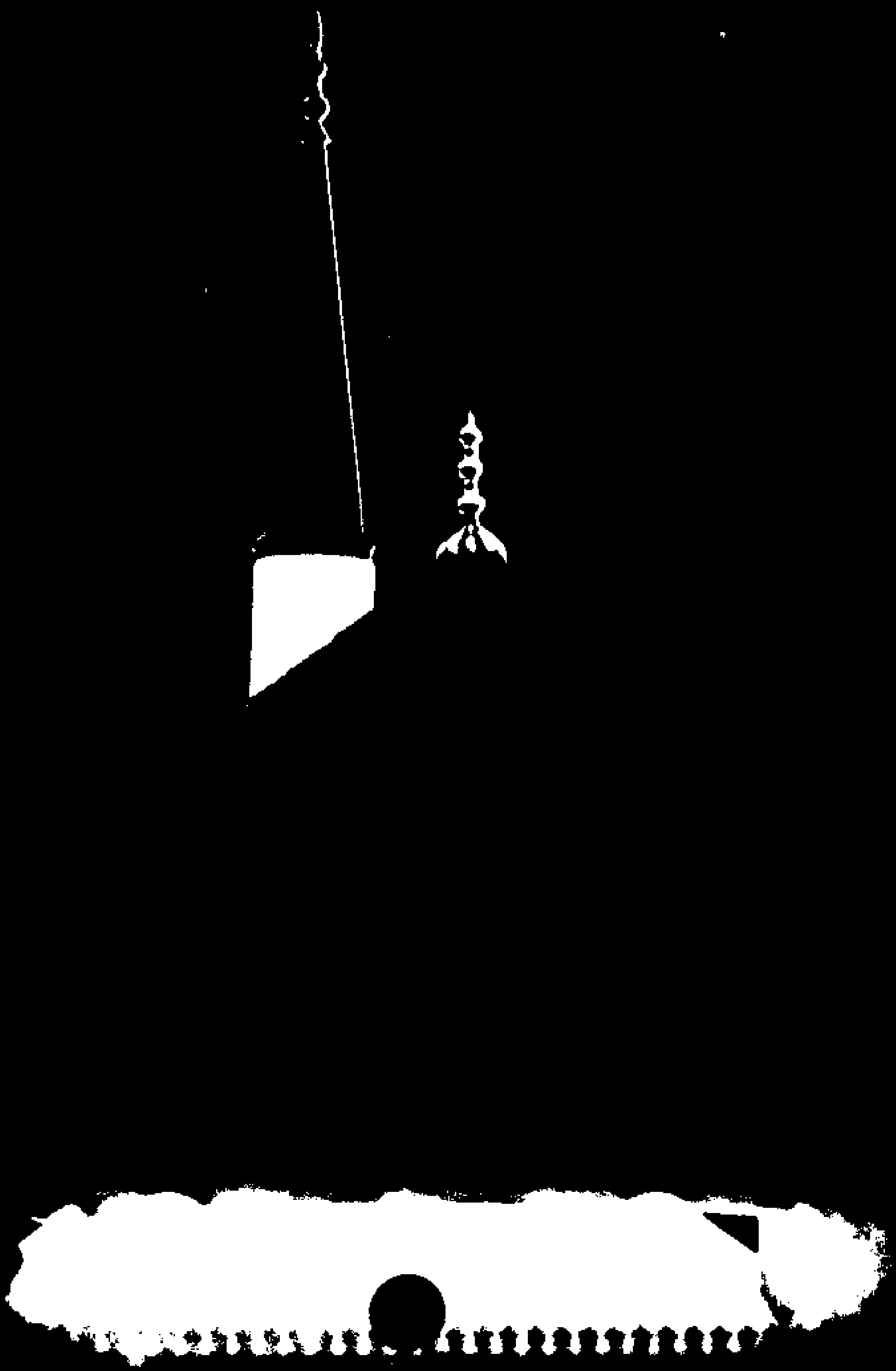

کمال نفس

Marfat.com

Marfat.com

رسول کریم ﷺ کی ہرادا محفوظ

درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی ہرادا کی پیروی ہی وہ واحد راستہ ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ کا پتا بتائے گا ، آپ کو اللہ تعالیٰ سے ملائے گا۔ پیدائش سے وفات تک آپ ﷺ کی پاک زندگی، ان کی ہرادا اور ان کا پیغام اب بھی اسی طرح محفوظ ہے جیسے قرآن کا زیر زبر محفوظ ہے۔ یہ واحد نبی ہیں جن کا سارا علم محفوظ ہے۔ ساری دنیا کے دجال اکٹھے ہوئے لیکن رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہ بدل سکے۔ ان کی زندگی سلامت، ان کی سیرت سلامت، ان کا بول سلامت، ان کی خلوت محفوظ، ان کی جلوت محفوظ، ان کی جنگیں محفوظ، ان کا امن محفوظ، ان کی قیادت محفوظ، ان کی سیادت محفوظ، ان کی امامت محفوظ، ان کی تجارت محفوظ، ان کی معیشت محفوظ، وہ مسجد میں ہوں، گھر میں، بازار میں، عدالت میں یا مصالحت کی کرسی پر۔ چودہ سو سال پہلے خود تھے اور آج اپنی حدیث کے ساتھ، اپنی سیرت کے ساتھ، اپنے اقوال کے ساتھ اور اپنے فرمان کے ساتھ موجود ہیں۔ ایک چیز بھی اللہ تعالیٰ نے گم نہیں ہونے دی۔ رسول کریم ﷺ کی پاکیزہ زندگی کو جس کسی نے بھی اپنی منزل بنایا، اگر وہ فرد تھا تو اس کا رشتہ اپنے اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہوا اور اگر کسی قوم نے مشعل راہ بنایا تو وہ قوم سرخ رُو ہوئی۔

رسول کریم ﷺ قرآنِ مجید کی نظر میں

اب قرآن اٹھایئے اور مختلف مقامات پر رسول کریم ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی تعریف سنیے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کی شان اور پیروی کے لیے ارشاد فرمائی:

ا۔ ”اور وہ اپنی خواہشِ نفس سے کچھ نہیں کہتے۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں یہ تو ایک وحی ہے جو اُن پر نازل کی جاتی ہے۔“ (النجم ۵۳:۳ تا ۴)

Marfat.com

۲۔ ''درحقیقت تم لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی ایک بہترین نمونہ (رول ماڈل) ہے۔'' (الاحزاب ۳۳:۲۱)

۳۔ '' رسول ﷺ تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے روک دیں تم رک جایا کرو۔'' (الحشر ۵۹:۷)

۴۔ ''جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔'' (النساء ۴:۸۰)

۵۔ '' جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔'' (الاحزاب ۳۳:۷۱)

۶۔ ''جو لوگ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں گے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاؑ اور صدیقین اور شہدا اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسّر آئیں۔'' (النساء ۴:۶۹)

۷۔ ''اور جو شخص رسول ﷺ کی مخالفت پر کمربستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے درآں حالے کہ اس پر راہ راست واضح ہو چکی ہو تو جو کچھ وہ کرتا ہے اسے ہم کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔'' (النساء ۴:۱۱۵)

۸۔ ''اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور ان

Marfat.com

کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کر جائے گا، اسے آگ میں ڈالیں گے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اور اس کو ایسی سزا ہو گی جس میں ذلت بھی ہے۔" (النساء ۴: ۱۴)

۹۔ "آپ ﷺ فرما دیجیے: اے (دنیا جہان کے) لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے۔ اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمی ﷺ پر۔ جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانے اور نبی (آپ ﷺ) کی پیروی اختیار کرے، امید ہے وہی راہ راست پائے گا۔" (الاعراف ۷: ۱۵۸)

۱۰۔ "آپ ﷺ فرما دیجیے: مجھ کو میرے ربّ نے ایک سیدھا راستہ بتلایا ہے، بالکل ٹھیک جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں، ابراہیمؑ کا طریقہ جسے یکسُو ہو کر انھوں نے اختیار کیا اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔" (الانعام ۶: ۱۶۱)

۱۱۔ "آپ ﷺ فرما دیجیے: میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اللہ کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں خود بھی روشن دلیل پر ہوں اور میرے ساتھی بھی، اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔" (یوسف ۱۲: ۱۰۸)

Marfat.com

۱۲۔ ''آپ ﷺ لوگوں سے فرما دیجیے کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے سب گناہوں کو تمھارے لیے بخش دے گا۔ وہ بڑا بخشنے والا بڑا ہی مہربان ہے۔'' (آل عمران ۳: ۳۱)

رسول کریم ﷺ کا ایثار

رسول کریم ﷺ کے اخلاق و عادات میں جو وصف سب سے زیادہ نمایاں اور جس کا اثر ہر موقعے پر نظر آتا ہے ، وہ ایثار تھا۔ جب بھی کوئی چیز آپ ﷺ کے سامنے پیش کی جاتی تو آپ ﷺ دریافت فرماتے تھے کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ؟ اگر ہدیہ ہوتا تو قبول فرماتے ورنہ احتراز فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے ایک چادر لاکر پیش کی۔ آپ ﷺ کو چادر کی ضرورت بھی تھی، آپ ﷺ نے لے لی۔ ایک صاحب حاضر خدمت تھے، انھوں نے کہا: کیا اچھی چادر ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اسی وقت اتار کران کو دے دی۔ جب آپ ﷺ اٹھ کر چلے گئے تو لوگوں نے ان کو ملامت کی کہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کو چادر کی ضرورت تھی اور یہ بھی جانتے ہو کہ آپ ﷺ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے۔ پھر تم نے کیوں مانگ لی؟ انھوں نے کہا ہاں لیکن میں نے تو برکت کے لیے لی ہے کہ یہی چادر میرا کفن بنے۔

ابو بصرہ غفاریؓ کا بیان ہے کہ جب وہ کافر تھے، مدینے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر مہمان رہے۔ رات کو گھر کی تمام بکریوں کا دودھ پی گئے لیکن رسول کریم ﷺ نے کچھ نہ فرمایا اور رات بھر اہل خانہ نبویؐ بھوکے رہے۔ اسی طرح ایک اور واقعہ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب کو ایک کافر رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہوا۔ آپ ﷺ نے ایک بکری کا دودھ اس کے سامنے پیش کیا، وہ پی گیا، پھر

Marfat.com

دوسری بکری دوہی گئی وہ دودھ بھی بے تامل پی گیا۔ پھر تیسری، پھر چوتھی، یہاں تک کہ سات بکریاں دوہی گئیں اور وہ سب کا دودھ پی گیا۔ یہ تمام رات خانہ نبویؐ میں فاقہ سے گزری، حال آں کہ اس سے پہلی شب میں بھی یہاں فاقہ ہی تھا، اس کے باوجود رسول کریم ﷺ نے کوئی تعرض ظاہر نہ فرمایا۔ اسی حسن اخلاق کا اثر تھا کہ وہ صبح کو مسلمان تھا اور صرف ایک بکری کے دودھ پر قانع ہو گیا۔

رسول کریم ﷺ کو اپنی ذات کے بارے میں سوچنے کی فرصت ہی نہ ملتی۔ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ خوشی دوسروں کو خوش دیکھ کر ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کے گھر والوں پر عزیز و اقارب کو آپ ﷺ کے ایثار میں سے سب سے آخر میں حصہ ملتا تھا۔ جب آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرماتے تو شہدائے بدر اور احد کے گھروں سے ابتدا فرماتے اور دیگر تمام لوگوں کو دینے سے پہلے اپنی اولاد و ازواج کو دینے پر معذرت فرماتے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت زبیرؓ کی صاحب زادیاں اور حضرت فاطمہؓ خدمت اقدس میں گئیں اور اپنے افلاس و تنگ دستی کی شکایت کر کے عرض کیا کہ اب کے غزوے میں جو کنیزیں آئی ہیں، ان میں سے ایک دو ہم کو مل جائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے ہیں۔

ایک دفعہ بحرین سے خراج آیا اور اس قدر کثیر رقم تھی کہ اس سے پہلے کبھی دارالسلام میں نہیں آئی تھی۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو صحن مسجد میں ڈلوا دو۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو اس پر مڑ کر نظر ڈالنا بھی گوارا نہ

Marfat.com

کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر رسول کریم ﷺ نے اس کی تقسیم شروع کی، جو سامنے آتا اس کو دیتے چلے جاتے۔ حضرت عباسؓ کو جو غزوہ بدر کے بعد دولت مند نہیں رہے تھے اتنا دیا کہ اٹھا کر چل نہیں سکتے تھے۔ اسی طرح اور لوگوں کو بھی عنایت فرماتے جاتے تھے جب کچھ نہ رہا تو کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

عموماً فرمایا کرتے تھے: میں تین دن سے زیادہ اپنے پاس ایک دینار بھی رکھنا پسند نہیں کرتا بجز اس دینار کے جس کو قرض ادا کرنے کے انتظار میں اپنے پاس رکھ چھوڑتا ہوں۔ (سیرت النبی ﷺ)

ایک معرکے میں بہت سا مال غنیمت اور قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ جب یہ مال غنیمت اور قیدی مدینے لائے گئے تو ضرورت مند لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے حسب گنجایش ان کی اعانت کی۔ اس موقعے پر حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو مشورہ دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر ایک معاون خدمت گار مانگیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ خود حضرت علیؓ کی زبانی پیش کیا جائے۔ وہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ فاطمہؓ نے چکی پیسنے کی تکلیف کی شکایت کی، اسی عرصے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ قیدی آئے۔ فاطمہؓ آپ ﷺ کے پاس گئیں لیکن آپ ﷺ موجود نہیں تھے۔ ان کی حضرت عائشہؓ سے ملاقات ہوئی اور انھیں اپنی آمد کی غرض سے آگاہ کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے آپ ﷺ کو حضرت فاطمہؓ کے آنے کی اطلاع دی، چناں چہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ اس وقت ہم اپنے بستروں میں جا چکے تھے۔ میں آپ ﷺ کو دیکھ کر کھڑا ہونے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی جگہ لیٹے رہو۔ آپ ﷺ ہمارے درمیان بیٹھ گئے حتّٰی کہ مجھے آپ ﷺ کے قدم مبارک کی

Marfat.com

ٹھنڈک اپنے سینے پر محسوس ہو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز نہ سکھاؤں جو تم نے مجھ سے مانگی ہے۔ جب تم اپنے بستر پر جایا کرو تو تینتیس (۳۳) بار سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) بار الحمد للہ اور تینتیس (۳۳) بار (ایک روایت میں چونتیس (۳۴) بار کا ذکر ہے) اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ تمھارے لیے خادم سے زیادہ بہتر ہے۔ (بخاری)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کی طرف سے عرض کیا اور درخواست کی کہ فلاں غزوہ میں جو کنیزیں آئی ہیں، ان میں سے ایک کنیز مل جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابھی اصحاب صفہ کا انتظام نہیں ہوا اور جب تک ان کا بندوبست نہ ہو جائے، میں کسی اور طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ (ابوداؤد)

ایک مرتبہ چند انصار نے آپ ﷺ سے کچھ مانگا، آپ ﷺ نے دے دیا۔ پھر مانگا، پھر دیا۔ جب تک مانگتے رہے آپ ﷺ دیتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس کچھ نہیں رہا لیکن وہ باوجود اس کے حاضر ہوئے اور درخواست کی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس اگر کچھ ہو تو میں اس کو تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا۔ (متفق علیہ)

ترمذی کی حدیث سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مرتبہ نوے ہزار درہم کہیں سے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک بوریے پر ڈلوا دیے اور وہیں پڑے پڑے سب تقسیم کر دیے۔ ختم ہو جانے کے بعد ایک سائل آیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تو کچھ رہا نہیں، تو کسی سے میرے نام سے قرض لے لے، جب میرے پاس ہوگا ادا کر دوں گا۔ (خصائل نبویؐ)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی شخص کو کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں فرمایا۔ اگر اس وقت موجود ہوتی تو عطا فرما دیتے ورنہ دوسرے

Marfat.com

وقت کا وعدہ فرما لیتے یا اس کے حق میں دعا فرماتے کہ حق تعالیٰ اس کو کسی اور طریقے سے عطا فرما دے۔ (ترمذی)

رسول کریم ﷺ سائل کا سوال کبھی رد نہ فرماتے۔ زبان مبارک پر کبھی حرف انکار نہ لاتے۔ اگر کچھ بھی دینے کو پاس نہ ہوتا تو سائل سے ایسے عذر کرتے، گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے۔

سیدنا معلیؓ بن زیاد نے حسنؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک سوالی آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھو اللہ تعالیٰ دے گا۔ پھر دوسرا آیا، پھر تیسرا آیا اور آپ ﷺ نے سب کو بٹھا لیا کیوں کہ آپ ﷺ کے پاس دینے کو اس وقت کچھ نہ تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے چار اوقیہ چاندی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی اور رسول کریم ﷺ نے ایک ایک اوقیہ تو ان تینوں میں تقسیم کر دیا اور ایک اوقیہ کے بارے میں آواز لگائی مگر کوئی لینے والا نہ اٹھا اور جب رات ہوئی تو آپ ﷺ نے وہ چاندی اپنے سرہانے رکھ لی۔ ام المومنین سیدہ عائشہؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کو نیند نہیں آ رہی۔ آپ ﷺ اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ پھر ذرا لیٹ کر اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ ام المومنینؓ نے پوچھا آپ ﷺ کو آج کوئی تکلیف ہے؟ فرمایا: نہیں۔ انھوں نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص حکم آیا ہے جس کی وجہ سے یہ بے قراری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ ام المومنینؓ نے عرض کیا: پھر آپ ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے؟ تو اس وقت آپ ﷺ نے وہ چاندی نکال کر دکھائی اور فرمایا: یہ ہے! جس نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے اور مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ مبادا یہ میرے پاس ہی ہو اور میری موت آ جائے۔

Marfat.com

جب رسول کریم ﷺ کسی ضرورت مند محتاج کو دیکھتے تو اپنا کھانا پینا تک اٹھا کر عنایت فرما دیتے۔ حال آں کہ اس کی آپ ﷺ کو بھی ضرورت ہوتی۔ آپ ﷺ کی عطا اور سخاوت مختلف صورتوں سے ہوتی تھی۔ کسی کو کوئی چیز ہبہ فرما دیتے۔ کسی کو اس کا حق دیتے۔ کسی کو کوئی ہدیہ دیتے۔ کبھی کپڑا خریدتے اور اس کی قیمت ادا کر کے اس کپڑے والے کو وہی کپڑا بخش دیتے اور کبھی قرض لیتے اور اس سے زیادہ عطا فرما دیتے۔ اور کبھی کپڑا خرید کر اس کی قیمت سے زیادہ رقم عطا فرما دیتے اور کبھی ہدیہ قبول فرماتے اور اس سے کئی گنا زیادہ اس کو انعام عطا فرما دیتے۔ (مدراج النبوۃ)

ایک صحابیؓ نے شادی کی، سامان ولیمہ کے لیے گھر میں کچھ نہ تھا۔ رسول کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: عائشہؓ کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ، وہ گئے اور جا کر لے آئے حال آں کہ کاشانہ نبوتؐ میں اس ذخیرے کے سوا شام کے کھانے کو کچھ اور نہ تھا۔

رسول کریم ﷺ طرح طرح کی صورتوں میں خیرات وعطیات تقسیم فرمایا کرتے تھے، باوجود اس کے رسول اللہ ﷺ کی خود اپنی زندگی فقیرانہ طور پر بسر ہوتی تھی۔ ایک ایک دو دو مہینے گزر جاتے کہ رسول اللہ ﷺ کے کاشانہ میں چولہا تک نہ جلتا اور بسا اوقات شدت بھوک سے اپنے شکم اطہر پر پتھر باندھ لیا کرتے۔

رسول کریم ﷺ فرمایا کرتے: اگر کوئی شخص مقروض مر جائے اور مال باقی نہ چھوڑے تو ہم اسے ادا کریں گے اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ وارثوں کا حق ہے۔

اسلام میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی آزاد شدہ غلام مر جائے تو اس کا ترکہ اس کے آقا کو ملتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کا اسی قسم کا ایک غلام مر گیا۔ لوگ اس کا متروکہ سامان اٹھا کر آپ ﷺ کے پاس لائے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:

Marfat.com

کوئی اس کا یہاں ہم وطن ہے؟ لوگوں نے کہا، ہاں ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: یہ تمام چیزیں اسی کے حوالے کر دو۔

ایک بار ایک سائل کو آدھا وسق غلہ قرض لے کر دلایا۔ قرض خواہ تقاضا کے لیے آیا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اسے ایک وسق غلہ دے دو، آدھا تو قرض کا ہے آدھا ہماری طرف سے۔

ایک مرتبہ کسی سے اونٹ قرض لیا، جب واپس کیا تو اس سے بہتر اونٹ واپس کیا اور فرمایا: سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض کو خوش معاملگی سے ادا کرتے ہیں۔ (بخاری)

ایک شخص نے آ کر سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہے۔ تم میرے نام پر قرض لے لو میں پھر اسے اتار دوں گا حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ تکلیف نہیں دی کہ قدرت سے بڑھ کر کام کریں تو رسول اللہ ﷺ خاموش سے رہ گئے۔ ایک انصاری صحابی حضرت عبداللہؓ بن خذافہ نے پاس سے کہہ دیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ دیتے جایئے اور عرش والے ربّ سے کمی کا اندیشہ نہ رکھیے۔ ربّ العرش مالک کی موجودگی میں تنگ دستی کا کیا ڈر ہے۔ یہ سن کر رسول کریم ﷺ ہنس پڑے۔ آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار آشکارا ہو گئے اور فرمایا: ہاں مجھے یہی حکم ملا ہے۔

کیا عفو درگزر خودداری کے منافی ہے؟

اسلام نے دوسروں کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنے کو کسی خاص معنی میں محدود نہیں کیا ہے بلکہ اس کو نیکی کی ہر راہ میں وسیع کر دیا ہے۔ زندگی موت میں بھی اس نے اس اصول کے دائرے کو تنگ نہیں کیا ہے۔ اسی سلسلے میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے پر احسان کرنا فرض کیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر

Marfat.com

تمھیں کسی کو کسی شرعی حکم کے سبب سے جان سے مارنا بھی پڑے تو اس کو بھی اچھائی کے ساتھ مارو۔ کسی جانور کو ذبح کرنا چاہو تو بھی خوبی کے ساتھ کرو، چھری کو خوب تیز کر لیا کرو اور اپنے ذبیحہ کو راحت دو۔ (مسلم)

پھر یہ اصول کہ جو میرے ساتھ احسان کرے اسی کے ساتھ مجھے احسان کرنا چاہیے؟ رسول اللہ ﷺ کی اخلاقی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ ایک موقعے پر ارشاد ہوا: ایسے نہ بنو کہ خود تمھاری گرہ کی عقل نہ ہو، صرف دوسروں کی دیکھا دیکھی کام کرو اور کہنے لگو کہ اگر لوگ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے اور اگر وہ ظلم کریں تو ہم بھی کریں گے بلکہ اپنے آپ کو اس پر مطمئن کر لو کہ اگر دوسرے احسان نہ بھی کریں تو تم احسان ہی کرو گے اور اگر وہ برائی ہی کریں تو تم پھر بھی ظلم نہ کرو گے۔

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے آ کر پوچھا کہ میں کسی شخص کے پاس سے گزرتا ہوں تو وہ میری مہمانی نہیں کرتا تو کیا جب اس کا گزر مجھ پر ہو تو میں بھی اس کی کج خلقی کا ویسا ہی بدلہ دوں؟ فرمایا: نہیں بلکہ تم اس کی مہمانی کرو۔

لوگ احسان کو غلطی سے، دولت و امارت یا اور دوسری بڑی بڑی باتوں کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ غریب کیا احسان کا کام کر سکتے ہیں؟ لیکن واقعہ یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ احسان اور نیکی کا کام کرنے کے لیے دولت کی نہیں دل کی ضرورت ہے اور اس کی وسعت بہت دور تک پھیلی ہوتی ہے۔

حضرت براءؓ بن عازب صحابی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بدوی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسی بات بتائیے جس کے کرنے سے مجھے بہشت نصیب ہو۔ ارشاد فرمایا: تمھاری تقریر گو مختصر ہے لیکن

Marfat.com

تمھارا سوال بہت بڑا ہے۔ تم جانوں کو آزاد کرو اور گردنوں کو چھڑاؤ۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ دونوں باتیں ایک ہی نہیں؟ فرمایا: نہیں، اکیلے اگر کسی کو آزاد کرتے ہو تو یہ جان کا آزاد کرنا ہے اور دوسرے کے ساتھ شریک ہو کر کسی کی آزادی کی قیمت میں مالی مدد دینا گردن چھڑانا ہے اور لگا تار دیتے رہو اور ظالم رشتہ دار کے ساتھ نیکی کرو۔ اگر تم یہ بھی نہ کر سکو تو بھوکے کو کھلاؤ اور پیاسے کو پلاؤ اور نیکی کے کام کرنے کو کہو اور برائی کے کام سے باز رکھو اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو اپنے آپ کو بھلائی کے سوا اور باتوں سے روکو۔ (ادب المفرد)

ایک مرتبہ حضرت ابو ذرؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ ایمان کے ساتھ کوئی عمل بتایئے۔ فرمایا: جو روزی اللہ نے دی اس میں سے دوسروں کو دے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ اگر وہ خود مفلس ہو؟ فرمایا: اپنی زبان سے نیک کام کرے۔ عرض کیا: اگر اس کی زبان معذور ہو؟ فرمایا: مغلوب کی مدد کرے۔ عرض کیا: اگر وہ ضعیف ہو اور مدد کی قوت نہ ہو؟ فرمایا: جس کو کوئی کام کرنا نہ آتا ہو اس کا کام کر دے۔ عرض کیا: اگر وہ خود ایسا ہی ناکارہ ہو؟ فرمایا: اپنی ایذا رسانی سے لوگوں کو بچائے رکھے۔

افراد کا آپس میں عفو و درگزر سے کام لینا ایک نہایت اخلاقی کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ظلم کرنے والے خواہ بے سبب ظلم کر بیٹھیں یا وہ ہوں جو انتقام کے جوش میں حد سے آگے بڑھ جائیں دونوں اللہ کی محبت سے محروم ہیں۔ عفو و درگزر خودداری کے منافی نہیں ہوتا بلکہ بڑی ہمت کا کام ہے کہ قدرت کے باوجود اور مشتعل ہونے پر بھی اپنے نفس کو قابو میں رکھ کر عفو و درگزر کرنا ہے۔ اسی لیے

Marfat.com

قرآن میں ایک مقام پر فرمایا:

"اور البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور دوسروں کی خطا بخش دے تو یہ بڑی اُولوالعزمی (ہمت) کے کاموں میں سے ہے۔" (الشوریٰ ۴۲:۴۳)

ایک اور آیت میں اس خصلت کو بڑی خوش قسمتی سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کی تاثیر دکھائی ہے کہ اس سے کیوں کر دشمنی دوستی کی صورت میں بدل جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا:

"اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہیں۔ اگر کوئی برائی کرے تو اس کا جواب نہایت اعلیٰ درجے کی اچھائی سے دو۔ پھر آپ ﷺ دیکھیں گے کہ آپ ﷺ کا بدترین دشمن بھی آپ ﷺ کا جگری دوست بن جائے گا۔ یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیب والے ہیں۔ اور اگر شیطان اکسائے تو اللہ کی پناہ مانگیں۔ بے شک وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔" (حٰم سجدہ ۴۱:۳۴ تا ۳۶)

آیت کے آخری ٹکڑے سے واضح ہوتا ہے کہ غصے اور اشتعال کے سبب سے عفوودرگزر کے خلاف انسان سے جو حرکت سرزد ہو جاتی ہے وہ شیطانی کام ہے اس سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ انھوں نے کہا: اللہ نے اس آیت میں ایمان والوں کو غیظ و غضب میں صبر کا، اور نادانی و جہالت کے وقت حلم و بردباری کا اور برائی کے مقابلے میں عفوودرگزر کا حکم دیا ہے۔ جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ ان کو شیطان کے اثر سے محفوظ رکھے گا۔

Marfat.com

بعض لوگوں کا خیال یہ ہوتا ہے کہ عفو و در گزر سے ان کے رعب، ادب اور وقار میں فرق آ جائے گا۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں، انتقام سے گو جذبات کی فوری تسکین ہو جاتی ہے اور کم زوروں پر دھاک بیٹھ جاتی ہے مگر اس سے کسی پائیدار شریفانہ عزت کا خیال پیدا نہیں ہوتا۔ یہ چیز عفو و در گزر ہی سے حاصل ہوتی ہے اور اس کا شریفانہ وقار بالآخر سب پر چھا جاتا ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ اس شخص کی عزت بڑھا دیتا ہے جو عفو و در گزر کرتا ہے۔ (مسلم)

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو، جو رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، گالی دی، وہ سن کر چپ رہے۔ اس نے دوبارہ وہی حرکت کی، وہ پھر بھی چپ رہے، اس نے پھر تیسری مرتبہ بدزبانی کی تو وہ چپ نہ رہ سکے اور کچھ بول اٹھے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ فوراً اٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ مجھ سے خفا ہوئے؟ فرمایا: اے ابوبکرؓ جب تک تم چپ تھے، اللہ کا ایک فرشتہ تمھاری طرف سے کھڑا اس کو جواب دے رہا تھا۔ جب تم نے جواب دیا تو وہ ہٹ گیا اور اس کی جگہ شیطان نے لے لی، اب میں شیطان کے ساتھ تو کھڑا ہونے سے رہا۔ (مسند احمد)

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے پوچھا مفلس کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس روپیہ ہو نہ سامان ہو۔ فرمایا: میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت میں گو نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی نیکیاں لے کر آئے گا لیکن کسی کو اس نے گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ کچھ ان لوگوں کو دے دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور اس کے ذمے لوگوں کا کچھ باقی رہ

Marfat.com

گیا ہوگا۔ پھر دعوے داروں کے گناہ اس کے نام لکھ دیے جائیں گے اور پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (ترمذی)

ایک مرتبہ کچھ لوگ بیٹھے تھے کہ رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا میں تمھیں بتاؤں کہ تم میں سب سے اچھا کون اور برا کون ہے؟ حاضرین چپ رہے کہ شاید یہ سمجھے ہوں کہ آپ ﷺ اس جماعت کے اچھے اور برے لوگوں کے نام لیں گے۔ آپ ﷺ نے دوسری بار یہی سوال کیا، پھر تیسری بار پوچھا۔ ایک شخص نے کہا ہاں یارسول اللہ ﷺ فرمایئے۔ ارشاد ہوا: تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس سے اچھائی کی امید کی جائے اور جس کی برائی سے سب امن میں ہوں۔ (ترمذی)

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے بار بار یہ درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ہر بار یہ جواب دیا کہ ''غصہ نہ کرو'' (بخاری)۔ اگر غصہ آ بھی جائے تو اس کو ضبط کیا جائے یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو لوگوں کو کشتی میں پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے (متفق علیہ)۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص باوجود قدرت کے غصے کو ضبط کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سب کے سامنے بلا کر انعام خاص کا مستحق ٹھیرائے گا۔ (سیرت النبی ﷺ)

اہل عرب کے دلوں کو مسخر کرنے کے لیے ان تمام چیزوں سے زیادہ نرمی اور خوش خوئی کی ضرورت تھی جن کی آمیزش سیاست اور حکومت کے اقتدار کے ساتھ تقریباً ناممکن ہو جاتی ہے، اس لیے رسول کریم ﷺ گورنروں کو بار بار اس کی طرف متوجہ فرماتے رہتے تھے چناں چہ جب آپ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کے ایک ایک علاقے میں گورنری پر روانہ فرمایا تو

Marfat.com

پہلے دونوں کو عام طور سے نصیحت فرمائی: لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنا، دشواری نہ پیدا کرنا، لوگوں کو بشارت دینا اور ان کو وحشت زدہ نہ کرنا، باہم اتفاق رکھنا اور اختلاف نہ کرنا۔ (مسلم)

اس پر بھی تسکین نہ ہوئی تو معاذؓ بن جبل جب رکاب میں پاؤں ڈال چکے تو ان سے خاص طور پر یہ الفاظ فرمائے:

''لوگوں کے ساتھ خوش خلقی کے ساتھ برتاؤ کرنا۔''

حضرت معاذؓ سے فرمایا: دوسرے لوگوں کے لیے بھی وہی چاہو اور وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے اور چاہتے ہو اور اُن کے لیے اُن چیزوں کو بھی ناپسند کرو جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔ (متفق علیہ)

رسول کریم ﷺ کا عفو و درگزر

عرب کے بدوؤں کی سرکشی کی جو داستانیں عام طور پر بیان کی جاتی ہیں اور جن کی بنا پر خیال کیا جاتا تھا کہ اس خودسری ہی کی وجہ سے نہ تو عرب میں کوئی نظام سلطنت کبھی قائم ہوا ہے اور نہ آیندہ کبھی ہوسکتا ہے۔ لیکن جب اسلام کا نظام سلطنت قائم ہوا اور اسلامی احکام نافذ کیے گئے تو ان ہی خودسر اور سرکش بدوؤں نے ان احکام کو کس سادگی اور جوش عقیدت کے ساتھ قبول کر لیا، اس کا اندازہ ان واقعات سے ہوسکتا ہے جو عہد نبوتؐ میں پیش آئے۔

بخاریؒ، مسلمؒ دونوں حضرت انسؓ بن مالک سے درج ذیل واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بدو خدمت اقدس میں آیا، آپ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے، اس کو پیشاب کی حاجت معلوم ہوئی، آداب مسجد سے واقف نہ تھا، وہیں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا۔ لوگ ہر طرف سے دوڑ پڑے کہ اس کو سزا دیں۔

Marfat.com

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جانے دو اور پانی کا ایک ڈول لا کر بہا دو، اللہ نے تم لوگوں کو دشواری کے لیے نہیں بلکہ آسانی کے لیے بھیجا ہے۔

امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ ﷺ کی گردن میں نجرانی حاشیہ دار چادر تھی۔ ایک بدو نے قریب آ کر چادر کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کو کھینچا اور چادر کو سخت لپیٹنے لگا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی گردن کی طرف دیکھا تو سخت حاشیہ دار لپٹ نے آپ ﷺ کی گردن کو چھیل دیا تھا۔ اس کے بعد بڑی بدتمیزی سے اعرابی کہنے لگا: اے محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے اس مال میں سے جو تمھارے پاس ہے مجھے بھی دے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس کے دینے کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تمھیں مجھ سے ڈر نہیں لگا؟ وہ کہنے لگا نہیں۔ فرمایا: کیوں؟ بولا: میں نے سنا تھا کہ آپ ﷺ برائی کا بدلہ کبھی برائی سے نہیں دیتے۔ رسول کریم ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور مجھے حکم دیا اس کو اتنا اور دو۔

بھر کے جھولی بدو کی، میرے سرکارؐ نے
مسکرا کے کہا، اور کیا چاہیے!

ایک مرتبہ ایک شخص سے کچھ کھجوریں قرض کے طور پر لیں۔ چند روز کے بعد وہ لینے کو آیا۔ آپ ﷺ نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ اس کا قرضہ ادا کر دیں۔ انصاری نے کھجوریں دیں لیکن ویسی عمدہ نہ تھیں جیسی اس نے دی تھیں۔ اس شخص نے لینے سے انکار کیا۔ انصاری نے کہا تم رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ کھجور لینے سے انکار کرتے ہو؟ بولا ہاں رسول اللہ ﷺ عدل نہ کریں گے تو اور کس سے توقع رکھی جا

Marfat.com

سکتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے یہ جملے سنے تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا:
یہ بالکل سچ ہے۔

ایک مرتبہ ایک بدو اونٹ کا گوشت بیچ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ خیال تھا کہ گھر میں چھوہارے موجود ہیں لہٰذا آپ ﷺ نے ایک وسق چھوہاروں پر گوشت چکالیا۔ گھر میں آکر دیکھا تو چھوہارے نہ تھے، باہر تشریف لاکر قصاب سے فرمایا: میں نے چھوہاروں پر گوشت چکایا تھا لیکن چھوہارے میرے پاس نہیں ہیں۔ اس نے واویلا مچایا کہ ہائے بددیانتی! لوگوں نے سمجھایا کہ کیا رسول اللہ ﷺ بددیانتی کریں گے؟ آپ ﷺ نے ایک انصاریہ کے ہاں اس کو بھجوادیا کہ اپنے دام کے چھوہارے وہاں سے لے لے۔ جب وہ چھوہارے لے کر پلٹا تو آپ ﷺ صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اس کا دل رسول کریم ﷺ کے حلم وعفو اور حسن معاملہ سے اتنا متاثر تھا کہ دیکھنے کے ساتھ بولا: محمد (ﷺ)! اللہ تم کو جزائے خیر دے۔ تم نے قیمت پوری پوری دی اور اچھی دی۔ (المعجم الکبیر)

ابوداؤد اور نسائی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ اٹھتے تو ہم بھی اٹھ جاتے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ اٹھے تو ہم بھی آپ ﷺ کے ہم راہ کھڑے ہوگئے۔ جب آپ ﷺ مسجد کے درمیان میں پہنچے تو ایک بدو آیا اور اس نے آپ ﷺ کی چادر کو پیچھے سے پکڑ کر کھینچا۔ آپ ﷺ کی چادر کھردری تھی جس کی وجہ سے آپ ﷺ کی گردن سرخ ہوگئی۔ پھر آپ ﷺ اس کی طرف پھرے تو اس نے کہا: میرے ان دونوں اونٹوں کو لاد دو کیوں کہ جو لاد دو گے وہ تمھارا مال ہوگا اور نہ تمھارے باپ کا۔ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: نہیں! استغفراللہ، نہیں! استغفراللہ، نہیں!

Marfat.com

استغفراللہ۔ راوی کہتے ہیں کہ بدوی کی یہ گفت گو سن کر ہم اس کی طرف دوڑے لیکن رسول کریم ﷺ نے ہماری طرف اشارہ فرما کر ارشاد فرمایا: جو بھی میری بات سن رہا ہے، اسے میں حکم دیتا ہوں کہ جب تک میں اسے اجازت نہ دوں اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اس کے بعد بدو سے فرمایا: میں اس وقت تک نہیں لادوں گا جب تک تم نے جو اس زور سے مجھے کھینچا ہے اس کا بدلہ نہ دو۔ مگر وہ اس سے انکار کرتا رہا۔ یہ کس قدر گستاخی اور بے ادبی پر مشتمل گفت گو تھی، جس کا آغاز رسول اللہ ﷺ کو محض نام سے پکارنے سے ہوتا ہے اور ہر ہر لفظ میں بے ادبی کا پہلو پایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود رسول کریم ﷺ نے اسے معاف فرما کر حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ پر جَو اور دوسرے پر کھجوریں لاد دی جائیں۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے بدو سے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی برکت کے ہم راہ لوٹ جاؤ۔''

بخاریؒ و مسلمؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے درج ذیل واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ بنو تمیم کا ذوالخولصیرۃ نامی ایک شخص آیا اور رسول اللہ ﷺ سے بات کرتے ہوئے بے حیائی سے کہنے لگا: اے محمد (ﷺ)! انصاف کرو۔ اگر ہم سے کوئی ایسے انداز میں گفت گو کرتا اگرچہ ہم عملی طور پر ناانصافی کے مرتکب بھی ہو رہے ہوتے، تب بھی ہم غصے سے کانپ اٹھتے لیکن یہ بات تو ایسی ہستی سے کہی گئی تھی جس کا وظیفہ زندگی ہی دنیا میں عدل وانصاف کا بول بالا کرنا تھا۔ حضرت عمرؓ کو اس گستاخی پر غصہ آ گیا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: آپ ﷺ مجھے اجازت دیجیے کہ اس کی گردن اڑا دوں لیکن آپ ﷺ نے ان کو روک دیا۔ حضرت عمرؓ اور پاس بیٹھے دیگر صحابہ کرامؓ کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے بعد اس شخص سے فرمایا: ''اگر میں نے انصاف نہ کیا تو میں ناکام و نامراد

Marfat.com

ہو جاؤں گا۔'' بہر حال رسول کریم ﷺ نے اس گستاخ شخص کو معاف کرتے ہوئے کچھ بھی نہیں کہا۔

ایک اور واقعہ ہے کہ صحابہؓ مجلس میں حاضر تھے کہ ایک بدو نے آ کر کہا: آپ (ﷺ) کا قاصد ہمارے پاس آیا اور اس نے ہم سے کہا کہ آپ (ﷺ) کہتے ہیں کہ آپ (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور آپ (ﷺ) کو اللہ نے بھیجا ہے؟ ارشاد ہوا: اس نے سچ کہا۔ وہ کہنے لگا: آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے کہا: زمین اور پہاڑ کس نے بنائے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے پھر کہا: ان میں ہمارے فائدے کی چیزیں کس نے بنائی ہیں؟ فرمایا: اللہ عزوجل نے۔ اس نے کہا: اس اللہ کی قسم جس نے آسمان کو پیدا کیا اور زمین کو بنایا اور پہاڑ کو کھڑا کیا اور ان میں فائدے رکھے، کیا سچ مچ اللہ ہی نے آپ (ﷺ) کو بھیجا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس نے پھر عرض کیا کہ آپ (ﷺ) کے قاصد کا بیان تھا کہ ہم پر پانچ وقتوں کی نمازیں ہیں اور ہمارے مال میں زکوٰۃ ہے؟ فرمایا: اس نے سچ کہا۔ کہنے لگا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ (ﷺ) کو بھیجا، کیا اللہ نے آپ (ﷺ) کو یہ حکم دیا ہے؟ فرمایا: بے شک! پھر کہا: آپ (ﷺ) کے قاصد نے یہ بھی کہا کہ سال میں ایک مہینے کا روزہ بھی ہے؟ فرمایا: ہاں! سچ کہا۔ اس نے کہا: قسم ہے اس کی جس نے آپ (ﷺ) کو رسول بنایا، کیا اللہ نے آپ (ﷺ) کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا: ہاں! پھر بولا: آپ (ﷺ) کے قاصد نے یہ بھی کہا کہ قدرت ہو تو خانہ کعبہ کا حج کریں؟ فرمایا: ہاں! سچ کہا۔ عرض کیا: اس کی قسم جس نے آپ (ﷺ) کو بھیجا، کیا اللہ نے اس کا حکم دیا؟ فرمایا: ہاں۔ اس نے عرض کیا: قسم ہے اس کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں ان احکام کی تعمیل میں کچھ گھٹاؤں گا اور نہ

Marfat.com

بڑھاؤں گا۔ارشاد ہوا: اگر یہ سچ کہتا ہے تو جنت میں داخل ہوگا۔(بخاری)

ذرا اس سادگی بے تکلفی اور یقین کی دولت کی اس فراوانی کا ایک منظر اور دیکھیے ایک مجلس میں صحابہؓ حاضر خدمت تھے اور رسول کریم ﷺ ٹیک لگائے تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک شتر سوار آیا اور سوار ہی مسجد میں داخل ہوا۔ پھر اونٹ سے اترا اور مسجد ہی میں اونٹ کو باندھ دیا۔ پھر مجمعے کے پاس آکر پوچھنے لگا تم میں محمد (ﷺ) کون ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ وہ گورے آدمی جو ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ اس نے کہا کہ اے عبدالمطلب کے بیٹے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں کہو! اس نے کہا کہ میں تم سے کچھ پوچھوں گا اور سختی سے پوچھوں گا تو تم رنجیدہ نہ ہونا۔ فرمایا: جو چاہو، پوچھو۔ اس نے کہا: میں تمھارے پروردگار اور تم سے پہلوں کے پروردگار کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم کو اللہ نے سب لوگوں کے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے؟ فرمایا: ہاں! پھر کہنے لگا: اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ ہی نے تم کو حکم دیا ہے کہ پانچ وقتوں کی نماز پڑھیں؟ فرمایا: ہاں! پھر کہا اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ ہی نے کہا ہے کہ سال میں ایک مہینے کے روزے رکھیں؟ فرمایا: ہاں، اللہ نے ہی کہا! پھر کہا: اللہ ہی کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا اللہ نے تم کو حکم دیا ہے کہ تم ہمارے دولت مندوں سے زکوٰۃ لو اور ہمارے محتاجوں کو بانٹ دو؟ فرمایا: ہاں! اس نے کہا میں ایمان لاتا ہوں اس پر جس کو لے کر آپ ﷺ آئے ہیں، اپنے پیچھے والوں کا نائب ہوکر آیا ہوں، میں ضمام بن ثعلبہ ہوں۔ (بخاری)

ایک مرتبہ ایک بدو نجد سے چل کر مدینہ آیا۔ سفر سے پریشان، بال الجھے ہوئے اور اسی حالت میں خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا اور شریعت کے احکام پوچھے۔ فرمایا: دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں۔ عرض کیا: کچھ اور نمازیں بھی؟ فرمایا:

Marfat.com

نہیں، لیکن یہ کہ نفل پڑھو، پھر فرمایا: اور رمضان کے روزے۔ سوال کیا کہ کچھ اور روزے بھی؟ فرمایا: نہیں لیکن یہ کہ نفلی روزے رکھو۔ پھر زکوٰۃ کا ذکر فرمایا۔ اس نے پھر پوچھا کہ اس کے سوا بھی کچھ صدقہ؟ فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تم خود اپنی مرضی سے دو۔ اتنا سوال و جواب کر کے یہ کہتا ہوا چلا کہ اللہ کی قسم میں ان میں ذرا برابر کمی بیشی نہ کروں گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ شخص کامیاب ہوگیا، کامیاب ہوگیا، اگر اپنی بات میں سچا نکلا۔ (بخاری)

ایک مرتبہ ایک بدو خدمت اقدس میں آیا اور دیکھا کہ دور تک آپ ﷺ کی بکریوں کا ریوڑ پھیلا ہوا ہے۔ اس نے آپ ﷺ سے درخواست کی اور آپ ﷺ نے سب کی سب اسے دے دیں۔ یہ فیاضی دیکھ کر اس پر اتنا اثر پڑا کہ اس نے اپنے پورے قبیلے کو آ کر کہا: بھائیو! اسلام قبول کرو کہ محمد (ﷺ) ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہو جانے کی پروا نہیں کرتے۔ اتنا دیتے ہیں کہ ان کو اپنے فقر و افلاس کا ڈر ہی نہیں رہتا۔ (مسلم)

رسول کریم ﷺ کی طرف سے لطف و کرم اور شفقت کے اسی جذبے نے عرب کے ان بدوؤں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس قدر الفت پیدا کر دی تھی جس کی جھلک قیصر و کسریٰ کے درباروں میں بھی نظر نہ آئی۔ حتّٰی کہ اگر آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہؓ کا گزر کبھی ان بدوؤں پر ہوا تو ان کے ساتھ بھی انھوں نے اسی محبت کا ثبوت دیا۔ براءؓ بن عازب ایک صحابی تھے، ان کا اونٹ ایک دفعہ کھو گیا تھا، وہ اس کو ڈھونڈنے نکلے تو بدوؤں میں پہنچ گئے۔ بدوؤں کو جب معلوم ہوا کہ صحابی رسول (ﷺ) ہیں تو رسول کریم ﷺ کی نسبت سے ان پر بھی محبت و احترام سے گویا نثار ہونے لگے۔ (ابوداؤد)

Marfat.com

بدوؤں کے معاملے سے بڑھ کر وہ واقعات ہیں جو یہودیوں کی بے جا و ناروا بے ہودگیوں کے مقابلے میں پیش آئے جن کی حیثیت ایک ذمی رعایا کی ہو چکی تھی، اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ان کے ساتھ نرمی اور لطف کا برتاؤ کرتے۔ چند واقعات ملاحظہ فرمایئے:

ایک مرتبہ چند یہودی آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور شرارت سے السلام علیکم کے بجائے اسام علیکم (تم پر موت) کہا۔ حضرت عائشہؓ نے غصے میں آ کر ان کو بھی سخت جواب دیا لیکن آپ ﷺ نے روکا اور فرمایا: عائشہؓ بدزبان نہ بنو نرمی کرو، اللہ تعالیٰ ہر بات میں نرمی پسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

رسول کریم ﷺ ہمیشہ یہودیوں کے سخت و ناجائز تقاضوں اور درشت کلمات کو برداشت کرتے تھے۔ یہودیوں اور مسلمانوں میں اگر معاملات میں اختلاف پیش آتا تو مسلمانوں کی بلاوجہ جانب داری نہ فرماتے۔ ایک دفعہ ایک یہودی نے آ کر شکایت کی کہ محمد (ﷺ)! دیکھو ایک مسلمان نے مجھ کو تھپڑ مارا ہے۔ آپ ﷺ نے اس مسلمان کو اسی وقت بلوا کر زجر فرمایا۔ (ابن اسحاق)

نصاریٰ کا وفد نجران سے مدینہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی مہمان داری کی، مسجد نبویؐ میں ان کو جگہ دی، بلکہ ان کو اپنے طریق پر مسجد میں نماز پڑھنے کی بھی اجازت دے دی اور جب عام مسلمانوں نے ان کو اس کام سے روکنا چاہا تو رسول کریم ﷺ نے منع فرمایا۔

ابن سعد طبقات میں امام زہری سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن شعنہ یہودی تھے اور لین دین کا کاروبار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ نبوت کی علامتوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں رہی جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ میں نہ دیکھ لیا

Marfat.com

ہو، بجز دو علامتوں کے جس کے، تجربے کی اب تک نوبت نہیں آئی تھی۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ کا حلم آپ ﷺ کے غصے پر غالب ہوگا۔ دوسرے یہ کہ آپ ﷺ کے ساتھ کوئی جتنا بھی جہالت کا برتاؤ کرے گا اسی قدر آپ ﷺ کا تحمل زیادہ ہوگا۔ میں ان دونوں کے امتحان کا موقع تلاش کرتا رہا اور آمد و رفت بڑھاتا رہا۔ ایک دن آپ ﷺ حجرے سے باہر تشریف لائے۔ حضرت علیؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک بدوی جیسا شخص آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میری قوم مسلمان ہو چکی ہے اور میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ مسلمان ہو جاؤ گے تو بھرپور رزق تم کو ملے گا اور اب حالت یہ ہے کہ قحط پڑ گیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ اسلام سے نہ نکل جائیں۔ اگر رائے مبارک ہو تو آپ ﷺ کچھ اعانت ان کی فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کی طرف جو غالباً حضرت علیؓ تھے، دیکھا تو انھوں نے عرض کیا کہ موجود تو کچھ نہیں ہے۔ زید (جو اس وقت تک یہودی تھے، اس منظر کو دیکھ رہے تھے) کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) اگر آپ (ﷺ) ایسا کرسکیں کہ فلاں شخص کے باغ کی اتنی کھجوریں وقت معین پر مجھے دے دیں تو میں قیمت پیشگی دے دوں گا اور وقت معیّن پر کھجوریں لے لوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تو نہیں ہوسکتا۔ البتہ اگر باغ کی تعین نہ کرو تو میں معاملہ کرسکتا ہوں۔ میں نے اس کو قبول کرلیا اور کھجوروں کی قیمت اسی مثقال سونا (ایک مثقال مشہور قول کے موافق ۲/۱ ۴ ماشہ کا ہوتا ہے) دے آیا۔ آپ ﷺ نے وہ سونا اس بدوی کے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ انصاف کی رعایت رکھنا اور اس سے ان کی ضرورت پوری کردو۔

زید کہتے ہیں کہ جب کھجوروں کی ادائیگی کے وقت میں دو تین دن باقی رہ گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں ابو بکرؓ و عمرؓ

Marfat.com

اور عثمانؓ بھی تھے۔ کسی کے جنازے کی نماز سے فارغ ہو کر ایک دیوار کے قریب تشریف فرما تھے۔ میں آیا اور آپ ﷺ کی چادر پکڑ کر کھینچی اور سخت سُست کہہ کر کہا: اے عبدالمطلب کے خاندان والو! تم ہمیشہ یوں ہی حیلے بہانے کیا کرتے ہو۔ میرا قرضہ ادا نہیں کرتے۔ اللہ کی قسم میں تم سب اولاد عبدالمطلب کو خوب جانتا ہوں کہ بڑے نادہندہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے غصے سے مجھے گھورا اور کہا: اللہ کے دشمن یہ کیا بک رہا ہے؟ اللہ کی قسم! اگر مجھے رسول اللہ ﷺ کا ڈر نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نہایت سکون سے مجھے دیکھ رہے تھے اور تبسم کے لہجے میں حضرت عمرؓ سے فرمایا: عمر! مجھ کو تم سے کچھ اور امید تھی۔ تمھیں اس کو سمجھانا چاہیے تھا کہ وہ نرمی سے تقاضا کرے اور مجھ سے کہنا چاہیے تھا کہ میں اس کا قرض ادا کر دوں۔ یہ فرما کر حضرت عمرؓ ہی کو ارشاد ہوا کہ جاؤ اس کا حق ادا کر دو۔ اور تم نے جو اسے ڈانٹا ہے اس کے بدلے میں بیس صاع تقریباً دو من کھجوریں زیادہ دے دینا۔ حضرت عمرؓ مجھے لے گئے، میرا مطالبہ پورا کیا اور بیس صاع کھجوریں زیادہ دیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ بیس صاع کیسے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہی حکم ہے۔ زید نے کہا کہ عمرؓ تم مجھ کو پہچانتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ میں زید بن شعنہ ہوں۔ انھوں نے کہا کہ جو یہود کا بڑا عالم ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں وہی ہوں۔ انھوں نے کہا کہ اتنا بڑا آدمی ہو کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تم نے یہ کیسا برتاؤ کیا؟ میں نے کہا کہ علامات نبوت میں سے دو علامتیں ایسی رہ گئی تھیں جن کا مجھے تجربہ کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ کا حلم آپ ﷺ کے غصے پر غالب ہوگا اور دوسرے یہ کہ ان کے ساتھ سخت جہالت کا برتاؤ ان کے حلم کو بڑھائے گا۔ اب ان دونوں کا بھی امتحان کر لیا۔ اب میں تم کو اپنے

Marfat.com

اسلام کا گواہ بناتا ہوں اور میرا آدھا مال امت محمدیہ پر صدقہ ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس آئے اور اسلام لے آئے۔ اس کے بعد بہت سے غزوات میں شریک ہوئے اور تبوک کی لڑائی میں شہید ہوگئے۔ (خصائل نبویؐ)

آپ ﷺ پر ایک یہودی عالم کا قرض آتا تھا، اس نے تقاضا کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں۔ اس نے کہا کہ میں تو لے ہی کے ٹلوں گا اور آپ ﷺ سے کہا کہ اب میں تمھارے ساتھ بیٹھتا ہوں۔ چناں چہ رسول کریم ﷺ فجر سے لے کر ظہر کی نماز تک اس کے ساتھ بیٹھے رہے۔ صحابہؓ نے اُس کی اِس گستاخی پر ناراضی ظاہر کی اور خدمت اقدس میں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو ایک یہودی نے روک رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں لیکن مجھے اللہ نے اس سے منع کیا ہے کہ میں کسی ذمی یا اور کسی شخص پر ظلم کروں۔ دن ختم ہوا تو یہودی نے کلمہ پڑھا اور کہا: میرا نصف مال اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، میں نے یہ گستاخی صرف اس لیے کی کہ تورات میں پیغمبر کے جو اوصاف مذکور ہیں ان کا تجربہ کروں۔

ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کے پاس صرف کپڑے کا ایک جوڑا رہ گیا تھا اور وہ بھی موٹا اور جب پسینہ آتا تو اور بھی بوجھل ہو جاتا۔ اتفاق سے ایک یہودی کے یہاں شام سے کپڑے آئے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ ایک جوڑا اس سے قرض منگوا لیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودی کے پاس آدمی بھیجا۔ اس گستاخ نے کہا: میں سمجھا! مطلب یہ ہے کہ میرا مال یوں ہی اڑا لیں اور دام نہ دیں۔ رسول کریم ﷺ نے یہ ناگوار جملے سن کر صرف اس قدر فرمایا: وہ خوب جانتا ہے کہ میں سب سے زیادہ محتاط اور سب سے زیادہ امانت کا ادا کرنے والا ہوں۔ (ترمذی)

Marfat.com

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ انصاری کہتے ہیں کہ مدینے میں ایک یہودی رہتا تھا جس سے میں قرض لیا کرتا تھا۔ایک سال اتفاق سے کھجوریں نہیں پھلیں اور قرضہ ادا نہ ہوسکا،اس پر پورا سال گزر گیا۔بہار آئی تو یہودی نے تقاضا شروع کیا،اب کی بار بھی پھل کم آئے۔میں نے آیندہ فصل کی مہلت مانگی،اس نے انکار کیا،میں نے رسول اللہ ﷺ سے آکر تمام واقعات بیان کیے۔آپ ﷺ چند صحابہؓ کے ساتھ خود یہودی کے گھر تشریف لے گئے اور سمجھایا کہ مہلت دے دو۔اس نے کہا: ابوالقاسمؐ! میں کبھی مہلت نہ دوں گا۔آپ ﷺ نخلستان میں تشریف لے گئے اور ایک چکر لگا کر پھر یہودی کے پاس آئے اور اس سے گفت گو کی لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوا،بالآخر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ چبوترہ پر فرش بچھادو،اس پر آرام فرمایا اور سو گئے۔ سوکر اٹھے تو پھر یہودی سے خواہش کی کہ مہلت دے دو، وہ شقی اب بھی نہ مانا۔ آپ ﷺ درختوں کے جھنڈ میں جاکر کھڑے ہو گئے اور جابرؓ سے کہا کہ کھجوریں توڑنی شروع کرو۔جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی برکت سے اتنی کھجوریں نکلیں کہ یہودی کا قرضہ ادا کر کے بھی بچ رہیں۔(بخاری)

بنی زریق کا ایک شخص لبید بن اعصم یہودیوں کا حلیف تھا۔اور منافقانہ شخصیت کا حامل۔اس کے ہاتھوں عمل سحر کرایا گیا۔ایک یہودی لڑکا اپنی اچھی فطرت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔اس کو مجبور کر کے بعض یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے سر کے بال اور کنگھی کے دندانے حاصل کیے۔اور ان پر جادو کا عمل کر کے بارہ گرہوں والا گنڈا بنایا گیا اور ذروان نامی کنوئیں میں اسے رکھوایا گیا۔احادیث میں آتا ہے کہ اس عمل سحر کی وجہ سے آپ ﷺ ایک عجیب سی کیفیت محسوس کرتے،کسی کام کا خیال فرماتے کہ وہ کر لیا ہے حال آں کہ نہ کیا ہوتا۔

Marfat.com

جنسی میلان پر بھی کچھ اثرات تھے۔ القائے ربانی سے آپ ﷺ اس عمل سحر سے آگاہ ہوئے۔ وہ گنڈا نکلوایا گیا اور آپ ﷺ کی طبیعت معمول پر آ گئی۔ لیکن رسول کریم ﷺ نے اس بچے سمیت کسی کو کچھ نہ کہا۔ (متفق علیہ)

رسول اللہ ﷺ کے گھر کا تمام کاروبار حضرت بلالؓ کے سپرد تھا۔ روپیہ پیسہ جو کچھ آتا تھا ان کے پاس رہتا۔ ناداری کی حالت میں وہ بازار سے سودا سلف قرض لاتے اور جب کہیں سے کوئی رقم آ جاتی تو اس سے ادا کر دیا کرتے۔ ایک دفعہ بازار جا رہے تھے کہ ایک مشرک نے دیکھا اور ان سے کہا تم قرض لیتے ہو تو مجھ سے لیا کرو، انھوں نے قبول کیا۔ ایک دن اذان دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو وہ مشرک چند سوداگروں کے ساتھ آیا اور ان سے کہا: ''او حبشی''۔ انھوں نے اس بدتہذیبی کے جواب میں ''لبیک'' کہا۔ وہ بولا: کچھ خبر ہے؟ وعدہ کے صرف چار دن رہ گئے ہیں، تم نے اس مدت میں قرضہ ادا نہ کیا تو تم سے بکریاں چرواکے چھوڑوں گا۔ حضرت بلالؓ عشا کی نماز پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور سارا حال بیان کر کے کہا کہ خزانہ میں کچھ نہیں ہے، کل وہ مشرک آ کر مجھ کو برا بھلا کہے گا اس لیے مجھ کو اجازت ہو کہ میں کہیں نکل جاؤں پھر جب قرضہ ادا کرنے کا سامان ہو جائے گا تو واپس آ جاؤں گا۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔ عرض کرنے کے بعد بلالؓ رات کو جا کر سو گئے اور سامان سفر یعنی تھیلا، جوتی، ڈھال کے طور پر سر کے نیچے رکھ لی۔ صبح اٹھ کر سفر کا سامان کر رہے تھے کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے یاد فرمایا ہے۔ حضرت بلالؓ گئے تو دیکھا کہ چار اونٹ غلہ سے لدے ہوئے دروازے پر کھڑے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مبارک ہو! یہ اونٹ رئیس فدک نے بھیجے ہیں۔ حضرت بلالؓ نے بازار میں جا کر سب چیزیں

Marfat.com

فروخت کیں اور مشرک کا قرضہ ادا کر کے مسجد نبویؐ میں آئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ سارا قرضہ ادا ہو گیا۔ (سیرت النبی ﷺ)

یہ واقعہ فدک کی فتح کے بعد کا ہے۔ بلالؓ رسول اللہ ﷺ کے مقرب خاص اور گھر کے منتظم تھے۔ ایک مشرک ان کو حبشی کہہ کر پکارتا ہے اور کہتا ہے "تجھ سے بکریاں چروا کے چھوڑوں گا" حضرت بلالؓ اس کی سخت گیری کے ڈر سے بھاگ جانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ یہ باتیں سنتے ہیں لیکن مشرک کے بارے میں ایک لفظ نہیں فرماتے، نہ بلالؓ کی حمایت اور دل جوئی کی تدبیر کرتے ہیں۔ اتفاق سے غلہ آ گیا اور مشرک کا قرضہ ادا ہوا اور اس کی بدزبانی اور سخت گیری سے درگزر کرتے ہوئے اسے کچھ نہ کہا۔ یہ حلم، یہ عفو، یہ تحمل رحمت عالمؐ کے سوا اور کس سے ہو سکتا ہے؟ (سیرت النبی ﷺ) یہی وہ اسوۂ نبویؐ ہے جس پر عمل کرنے کی آج سخت ضرورت ہے۔

حضرت عمرانؓ بن حصین سے روایت ہے کہ ایک بار آپ ﷺ کسی سفر میں تھے اور ساتھ میں مطلق پانی نہ تھا صحابہؓ نے پیاس کی شکایت کی آپ ﷺ نے ایک صحابیؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کو پانی کی جستجو میں روانہ فرمایا۔ راستے میں ایک عورت اونٹ پر پانی کی دو مشکیں بھرے ہوئے لیے جا رہی تھی، دونوں صحابیؓ اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ ﷺ نے برتن منگوائے اور مشکوں کے منہ کھول دیے۔ صحابہؓ نے باری باری پانی پینا شروع کر دیا اور سب سے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے پانی پیا۔ وہ کھڑی تماشا دیکھتی رہی۔ پانی پینے کے بعد اس کے صلے میں رسول کریم ﷺ نے کھجور، آٹا اور ستو تھوڑا تھوڑا لوگوں سے جمع کر کے ایک کپڑے میں باندھ کر اس کے اونٹ پر رکھوا دیا، وہ گھر پہنچی تو لوگوں نے تاخیر کا سبب پوچھا، اس نے کہا: راستے میں مجھے دو آدمی ملے اور وہ مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جس کو لوگ بے دین کہتے ہیں، اللہ کی قسم! وہ یا تو اس آسمان و زمین کے

Marfat.com

درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے یا وہ واقعی اللہ کا رسول ہے۔ اسلام کا یہ اثر صرف اسی کی ذات تک محدود نہ رہا بلکہ تربیت یافتگان نبوت کے فیض اثر سے اس کے تمام قبیلے تک وسیع ہوا اور آخرکار اسلام لے آیا۔

رسول کریم ﷺ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک عورت قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ رک گئے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''صبر کرو۔'' وہ آپ ﷺ کو پہچانتی نہ تھی۔ گستاخی کے ساتھ بولی: ہٹو تم کیا جان سکتے ہو کہ مجھ پر کیا کیفیت طاری ہے۔ آپ ﷺ چلے آئے۔ لوگوں نے عورت سے کہا تو نے نہیں پہچانا، وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ دوڑی ہوئی آئی اور کہا: میں آپ ﷺ کو پہچانتی نہ تھی۔ ارشاد فرمایا: صبر وہی معتبر ہے جو عین مصیبت کے وقت کیا جائے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی ماں مشرکہ تھیں اور بیٹے کے ساتھ مدینے میں رہتی تھیں۔ وہ اپنی ماں کو جس قدر اسلام کی تبلیغ کرتے تھے، وہ اتنا ہی نفرت کا اظہار کرتی تھیں۔ ایک دن انھوں نے اسلام کی دعوت دی تو جہالت سے رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دینے لگی۔ حضرت ابوہریرہؓ روتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس آئے اور واقعہ عرض کیا۔ رسول کریم ﷺ نے گالیوں کا سن کر غیظ و غضب کے اظہار کی بجائے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: الٰہی! ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت نصیب کر۔ (مسلم)

ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے دیکھا تو کسی نے مسجد میں ناک صاف کی ہے۔ آپ ﷺ نے خود دست مبارک سے ایک کنکر لے کر اس کو کھرچ ڈالا اور آیندہ لوگوں کو اس فعل سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

Marfat.com

ان واقعات کے ذکر سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو پیغمبر ہونے کے علاوہ ایک امیر کی حیثیت بھی رکھتے تھے، لوگوں نے اس حیثیت سے آپ ﷺ پر جو سخت سے سخت اعتراض کیا، آپ ﷺ نے اس کو کس حلم اور عفو سے سنا اور معاملے کا فیصلہ کیا، یا واقعے کی تفصیل بیان فرما کر لوگوں کی تسلی کر دی۔ ذرا اسلام کے امیر کو زمانے کے سلاطین اور امرا کے غرور سے ملایئے جو رعایا کی ذرا ذرا سی بے ادبی اور گستاخی پر ان کو سخت سے سخت اور عبرت ناک سزائیں دیتے ہیں اور ان کا قانون اس کو جائز قرار دیتا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ ان کے قانون کی سب سے پہلی دفعہ یہی ہے کہ ذات شاہانہ ہر دارو گیر سے برتر ہے، اس سے بھلا برا جو کچھ بھی سرزد ہو، وہ قانون کی گرفت سے باہر ہے۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنے آپ کو برتر نہ سمجھا جو بھی رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کرتا تھا تو آپ ﷺ اپنے کرم وشفقت سے اس کو تحمل سے سماعت فرماتے تھے۔ رسول کریم ﷺ کے اس طرز عمل میں آپ ﷺ کے بعد آنے والے خلفا اور امرائے اسلام کے لیے حق شناسی، حق کوشی، حق گوئی اور حق کی پیروی میں ذاتی جاہ واعزاز اور فخر وغرور کو دخل نہ دینے کی کتنی بڑی تعلیم تھی۔ لیکن ان سب سے زیادہ سخت وہ مواقع ہیں جہاں بعض لوگوں نے خود رسول اللہ ﷺ سے درشتی اور سختی کے ساتھ مطالبہ کیا اور آپ ﷺ نے ایسے معترضین کے ساتھ پھر بھی لطف وکرم فرمایا، اور عدل وانصاف سے بھی زیادہ ان کو عطا فرمایا۔

مسکنت بھری تواضع

رسول اللہ ﷺ ہر موقعے پر اس امر کی تاکید اور اس کا لحاظ رکھتے تھے

Marfat.com

کہ لوگ آپ ﷺ کی زاید از اعتدال مدح نہ کریں جو بڑھ کر شرک تک پہنچ جائے۔ بار بار فرماتے: میری شان میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جس طرح یہود و نصاری نے اپنے پیغمبروں کی شان میں کیا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے ان الفاظ میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کیا: اے ہمارے آقا! اور ہمارے آقا کے فرزند! اور اے ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے فرزند! آپ ﷺ نے فرمایا: لوگو! پرہیزگاری اختیار کرو کہیں شیطان تمہیں گرا نہ دے۔ میں عبداللہ کا بیٹا محمد (ﷺ) ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ مجھے اللہ نے جو مرتبہ بخشا ہے مجھے پسند نہیں کہ تم مجھے اس سے زیادہ بڑھاؤ۔ اسی طرح عبداللہؓ بن شخیر کا بیان ہے کہ بنی عامر کی سفارت کے ساتھ جب ہم لوگ خدمت اقدس میں آئے تو عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ، آپ ہمارے آقا ہیں۔ ارشاد فرمایا: کہ ''آقا صرف اللہ ہے''۔ پھر ہم لوگوں نے عرض کیا: آپ ﷺ ہم میں سب سے افضل اور سب سے برتر ہیں۔ ارشاد ہوا: ''بات کہو تو دیکھ لو کہ کہیں شیطان تم کو بہکا تو نہیں رہا ہے''۔ (ابوداؤد)

غور کریں، رسول اللہ ﷺ کی شان میں یہ الفاظ ناجائز نہیں مگر توحید کو شرک کے ہر شائبے سے بچانے کا خیال ہر خیال پر غالب تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص ملنے آیا لیکن نبوت کا اس قدر رعب طاری ہوا کہ کانپنے لگا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں میں فرشتہ نہیں، ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں، جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھیں۔

تواضع اور خاکساری سے رسول کریم ﷺ اکڑوں بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں بندہ ہوں اور بندوں کی طرح کھاتا اور

Marfat.com

بندوں ہی کی طرح بیٹھتا ہوں۔ ایک مرتبہ کھانے کے موقعے پر جگہ تنگ تھی اور لوگ زیادہ آ گئے تو آپ ﷺ اکڑوں بیٹھ گئے کہ جگہ نکل آئے۔ ایک بدو بھی مجلس میں شریک تھا، اس نے کہا محمد (ﷺ)! یہ کیا طرز نشست ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے خاک سار بندہ بنایا ہے، جبار اور سرکش نہیں بنایا ہے۔

تواضع کی انتہا یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ اپنے متعلق جائز تعظیمی الفاظ بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے آپ ﷺ کو یا خیر البریہ یعنی اے بہترین خلق کہہ کر مخاطب کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ابراہیمؑ تھے۔ (مسلم)

مخزمہؓ ایک صحابی تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے اپنے بیٹے مسورؓ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کہیں سے چادریں آئی ہیں اور وہ تقسیم فرما رہے ہیں، آؤ ہم بھی چلیں۔ جب وہ آئے تو آپ ﷺ زنانے میں تشریف لے جا چکے تھے۔ بیٹے کو کہا کہ آواز دو۔ بیٹے نے جواب دیا: کیا میرا یہ رتبہ ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کو آواز دوں؟ مخزمہؓ نے کہا: بیٹے! محمد (ﷺ) جبار نہیں ہیں۔ ان کے جرأت دلانے سے مسورؓ نے آواز دی۔ رسول کریم ﷺ فوراً نکل آئے اور ان کو دیبا کی قبا عنایت کی جس کی گھنڈیاں زرّیں تھیں۔ (بخاری)

ایک مرتبہ ایک یہودی نے بر سر بازار کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰؑ کو تمام انبیا پر فضیلت دی۔ ایک صحابیؓ یہ کھڑے سن رہے تھے، ان سے رہا نہ گیا، انھوں نے پوچھا کہ کیا محمد ﷺ پر بھی؟ اس نے کہا: ہاں۔ انھوں نے غصے میں ایک تھپڑ اس کو مار دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے عدل اور اخلاق پر دشمنوں کو بھی اس درجے اعتبار تھا کہ وہ یہودی سیدھا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ عرض کیا۔ رسول کریم ﷺ نے تحقیق کے بعد فرمایا کہ "مجھ کو موسیٰؑ پر فضیلت نہ دو"۔ (متفق علیہ)

Marfat.com

ایک صاحب بارگاہ نبوتؐ میں حاضر ہوئے اور دوران گفت گو انھوں نے کہا: جو اللہ چاہے اور جو آپ ﷺ چاہیں۔ ارشاد ہوا: تم نے مجھے اللہ کا شریک اور ہم سر ٹھیرایا، کہو کہ جو تنہا اللہ چاہے۔ (ابن ماجہ)

ایک سفر میں صحابہؓ نے بکری ذبح کی اور اس کے پکانے کے لیے آپس میں کام بانٹ لیے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنگل سے لکڑی مَیں لاؤں گا۔ صحابہؓ نے تامّل کیا تو فرمایا: میں امتیاز پسند نہیں کرتا۔ (خلاصۃ السیرۃ)

ایک اور سفر میں آپ ﷺ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا آپ ﷺ نے خود اس کو درست کرنا چاہا۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! لایئے میں ٹانک دوں۔ فرمایا: یہ تشخص پسندی ہے جو مجھے محبوب نہیں ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب کوئی شخص دنیا میں نہیں تھا۔ اس کے باوجود پھر بھی وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر اس لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پسند نہ تھی۔ (ترمذی)

دو صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ﷺ خود اپنے دست مبارک سے مکان کی مرمت کر رہے ہیں ہم لوگ بھی اس کام میں شریک ہو گئے۔ جب کام ختم ہو گیا تو آپ ﷺ نے ہمارے لیے دعائے خیر فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ کثرت سے عبادت اور تسبیح وتہلیل کیا کرتے تھے۔ بعض صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ تو آپ ﷺ کو بے گناہ اور معصوم بنا چکا، اب آپ ﷺ کیوں اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں؟ ارشاد ہوا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (متفق علیہ)

ایک مرتبہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے کچھ ایلچی آئے۔ رسول کریم ﷺ ان کی

Marfat.com

خاطر مدارت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو صحابہؓ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ ان کی خدمت کی سعادت ہمیں عنایت فرمائیے۔ فرمایا: انھوں نے ہمارے صحابہؓ کی بڑی خدمت و تکریم کی ہے، لہٰذا میں پسند کرتا ہوں کہ خود ان کا بدلہ ادا کردوں۔ (مدارج النبوۃ)

انسان کے غرور کا اصلی موقع وہ ہوتا ہے جب وہ اپنے آپ کو ہزاروں آدمیوں کے جلو میں چلتے ہوئے دیکھتا ہے جو اس کے ایک اشارہ پر اپنی جان تک قربان کردینے کو تیار ہوجاتے ہیں خصوصاً اس وقت جب وہ ایک فاتحانہ جرار و پُرجوش لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو لیکن رسول کریم ﷺ کے تواضع و انکساری کا منظر اس وقت اور نمایاں ہوا جب فتح مکہ کے موقعے پر آپ ﷺ مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی اور تواضع سے سر مبارک کو پالان پر یہاں تک جھکا دیا کہ قریب تھا کہ لکڑی کے اگلے سرے پر آپ ﷺ کا سر مبارک لگ جائے۔ (بخاری)

غزوہ خیبر میں جب رسول اللہ ﷺ کا داخلہ ہوا تو آپ ﷺ ایک گدھے پر سوار تھے جس میں لگام کی جگہ کھجور کی چھال بندھی تھی۔

ایک دفعہ آپ ﷺ وضو کر رہے تھے، وضو کا پانی جو دست مبارک سے گرتا صحابہؓ برکت کے خیال سے اس کو چلو میں لے کر بدن پر مل لیتے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم یہ کیوں کر رہے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت میں۔ فرمایا: اگر کوئی اس بات کی خوشی حاصل کرنا چاہے کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ جب بات کرے تو سچ بولے، جب امین بنایا جائے تو امانت ادا کرے اور کسی کا پڑوسی ہے تو ہمسائگی کو اچھی طرح نبھائے۔ (مشکوٰۃ)

Marfat.com

امہات المومنینؓ میں حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی نے آپ ﷺ کے اوصاف تفصیل سے بیان نہیں کیے ہیں۔ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی۔ برائی کے بدلے میں برائی نہیں کرتے تھے بلکہ درگزر کرتے تھے اور معاف فرما دیتے تھے۔ آپ ﷺ کو جب دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو ان میں جو آسان ہوتی اس کو اختیار فرماتے بہ شرط یہ کہ وہ گناہ نہ ہو، ورنہ آپ ﷺ اس سے بہت دور ہوتے۔ آپ ﷺ نے نام لے کر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی غلام کو، لونڈی کو، کسی عورت کو، خادم کو، جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی کی کوئی درخواست رد نہیں فرمائی اِلّا یہ کہ وہ ناجائز ہو۔ آپ ﷺ جب گھر کے اندر تشریف لاتے تو نہایت خنداں، ہنستے اور مسکراتے ہوئے۔ دوستوں میں پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ باتیں ٹھہر ٹھہر کر اس طرح فرماتے تھے کہ کوئی یاد رکھنا چاہے تو رکھ لے۔ (ترمذی)

حضرت علیؓ جو رسول کریم ﷺ کے تربیت یافتہ اور آغاز نبوت سے آخر عمر تک کم از کم ۲۳ برس آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں رہے تھے۔ ایک دفعہ حسینؓ نے ان سے آپ ﷺ کے اخلاق و عادات کی نسبت سوال کیا، فرمایا: آپ ﷺ خندہ جبیں، نرم خو، مہربان طبع تھے، سخت مزاج اور تنگ دل ہرگز نہ تھے۔ بات بات پر شور نہیں کرتے تھے، کوئی برا کلمہ منہ سے کبھی نہیں نکالتے تھے، عیب جُو اور سخت گیر نہ تھے، کوئی ایسی بات ہوتی جو آپ ﷺ کو ناپسند ہوتی تو اس سے اغماض فرماتے اور مزاج شناس آپ ﷺ کے تیور سے آپ ﷺ کا مقصد سمجھ جاتے تھے۔ اپنے نفس سے تین چیزیں آپ ﷺ نے بالکل دور کر دی تھیں۔ بحث و مباحثہ، ضرورت سے زیادہ بات کرنا اور جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا۔ دوسروں کے متعلق بھی تین

Marfat.com

باتوں سے پرہیز کرتے تھے، کسی کو برا نہیں کہتے تھے، کسی کی عیب جوئی نہیں کرتے تھے اور کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے۔ وہی بات کرتے جس سے کوئی مفید نتیجہ نکل سکتا تھا۔ جب آپ ﷺ کلام کرتے، صحابہؓ اس طرح خاموش ہو کر اور سر جھکا کر سنتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور جب آپ ﷺ چپ ہو جاتے تو پھر وہ آپس میں بات چیت کرتے۔ لوگ جن باتوں پر ہنستے آپ ﷺ تبسم فرماتے دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتے تھے لیکن اگر کوئی آپ ﷺ کے احسان وانعام کا شکریہ ادا کرتا تو قبول فرماتے۔ جب تک بولنے والا خود چپ نہ ہو جاتا آپ ﷺ اس کی بات درمیان سے نہیں کاٹتے تھے۔ نہایت فیاض، نہایت راست گو، نہایت نرم طبع اور نہایت خوش صحبت تھے۔ اگر کوئی اچانک آپ ﷺ کو دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا لیکن جیسے جیسے آشنا ہوتا جاتا آپ ﷺ سے محبت کرنے لگتا۔ (ترمذی)

حضرت خدیجہؓ کے بیٹے ہند بن ابی ہالہ جنھوں نے رسول کریم ﷺ کی آغوش میں ہی پرورش پائی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نرم خو تھے، سخت مزاج نہ تھے۔ کسی کی توہین روا نہیں رکھتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اظہار تشکر فرماتے تھے۔ کسی چیز کو برا نہیں کہتے تھے۔ کھانا جس قسم کا سامنے آتا تناول فرماتے اور اس میں نقائص نہ نکالتے۔ کوئی اگر کسی امر حق کی مخالفت کرتا تو آپ ﷺ کو غصہ آجاتا اور حق کی پوری حمایت کرتے لیکن خود اپنے ذاتی معاملے پر کبھی آپ ﷺ کو غصہ نہیں آیا اور نہ کسی سے انتقام لیا۔ سب سے جلد راضی ہو جاتے۔ (المعجم الکبیر)

ابتدائے ہجرت میں خود رسول اللہ ﷺ اور تمام مہاجرین، انصار کے گھر مہمان رہے تھے۔ دس دس آدمیوں کی ایک ایک جماعت، ایک ایک گھر میں مہمان

Marfat.com

اتاری گئی تھی۔ مقدادؓ بن الاسود کہتے ہیں کہ میں اس جماعت میں تھا جس میں، میں خود اور رسول اللہ ﷺ شامل تھے، گھر میں چند بکریاں تھیں جن کے دودھ پر گزارا تھا۔ دودھ دوہ چکتا تو سب لوگ اپنے اپنے حصے کا پی لیتے اور آپ ﷺ کے لیے پیالہ میں چھوڑ دیتے۔ ایک شب کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری میں تاخیر ہوئی، لوگ دودھ پی کر سو گئے۔ آپ ﷺ نے آ کر دیکھا تو پیالہ خالی پایا خاموش ہو رہے، پھر فرمایا: اے اللہ! جو آج کھلا دے اس کو تو بھی کھلا دینا۔ حضرت مقدادؓ چھری لے کر کھڑے ہوئے کہ بکری کو ذبح کر کے گوشت پکائیں۔ رسول کریم ﷺ نے انھیں ایسا کرنے سے روکا اور بکری کو دوبارہ دوہ کر جو کچھ نکلا اسی کو پی کر سو گئے اور کسی کو اس فعل پر ملامت نہ کی۔ (مسند احمد)

خوشی کے وقت رسول کریم ﷺ نظر نیچی فرما لیتے۔ جب آپ ﷺ کو کسی کے متعلق بُری بات معلوم ہوتی تو اس کا نام لے کر یوں نہیں فرماتے تھے کہ فلاں شخص کو کیا ہوا، ایسا ایسا کرتا ہے بلکہ یوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ ایسا ایسا کرتے ہیں۔ اکثر اس کے سامنے اس کا تذکرہ نہ فرماتے۔ (بخاری)

ایک مرتبہ ایک صاحب عرب کے دستور کے مطابق زعفران لگا کر خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے کچھ نہ کہا، جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو لوگوں سے فرمایا کہ ان سے کہہ دینا کہ یہ رنگ دھو ڈالیں۔ (بخاری)

بخاری اور مسلم نے حضرت ابو مسعودؓ انصاری سے روایت کی ہے کہ حضرت معاذؓ بن جبل، جو اکابر صحابہؓ میں سے تھے، ایک محلے میں امامت کرتے اور نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے۔ کسی نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ ان کی لمبی سورتوں کی تلاوت سے میں نماز پڑھنے سے قاصر رہتا ہوں۔ ابو مسعودؓ انصاری

Marfat.com

کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی اس قدر غضب ناک نہیں دیکھا جس قدر اس موقعے پر دیکھا۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا: بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لوگوں کو (دین سے) متنفر کر دیتے ہیں۔ جو شخص تم میں سے نماز پڑھائے مختصر پڑھائے کیوں کہ نماز میں بوڑھے، کم زور، کام والے سبھی طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ خود بھی اس بات کا خیال فرماتے ہوئے جماعت میں شریک لوگوں کی رعایت سے کبھی مختصر اور کبھی لمبی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت معاذؓ بن جبل سے بہت محبت فرماتے تھے لیکن جب لوگوں نے ان کی شکایت کی وہ نماز بہت لمبی پڑھاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ بہت برہم ہوئے اور اپنے اس انتہائی محبوب صحابیؓ سے تین مرتبہ فرمایا: ''کیا تم فتنہ انگیز ہو؟''

عباد بن شرحبیل مدینے میں ایک صاحب تھے، ایک دفعہ قحط پڑا اور بھوک کی حالت میں ایک باغ میں گھس گئے اور خوشے توڑ کر کچھ کھائے، کچھ دامن میں رکھ لیے۔ باغ کے مالک کو معلوم ہوا تو اس نے ان کو مارا اور کپڑے اتروا لیے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت لے کر آئے، مدعا علیہ بھی ساتھ تھا۔ رسول کریم ﷺ نے اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: یہ جاہل تھا، اس کو تعلیم دینا تھا، یہ بھوکا تھا، اس کو کھانا کھلانا تھا، یہ کہہ کر کپڑے واپس دلوائے اور ساٹھ صاع غلہ اپنے پاس سے عنایت فرمایا۔ (نسائی)

ایک مرتبہ ایک شخص نے باریابی کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا آنے دو اگرچہ وہ اپنے قبیلے کا اچھا آدمی نہیں ہے۔ لیکن جب وہ خدمت مبارک میں حاضر ہوا تو نہایت نرمی کے ساتھ اس سے گفت گو فرمائی۔ حضرت عائشہؓ کو اس پر تعجب ہوا اور آپ ﷺ سے دریافت فرمایا: آپ ﷺ تو اس کو اچھا نہیں سمجھتے

Marfat.com

تھے۔ پھر اس قدر ملائم کلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے برا وہ شخص ہے جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں۔ (متفق علیہ)

مجلس نبویؐ میں جگہ بہت کم ہوتی تھی، جو لوگ پہلے سے آ کر بیٹھ جاتے تھے ان کے بعد جگہ باقی نہیں رہتی تھی۔ ایسے موقعے پر اگر کوئی آ جاتا تو اس کے لیے آپ ﷺ خود اپنی ردائے مبارک بچھا دیتے تھے۔ جو لوگ اللہ کے ذکر والی مجالس میں محض جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس چلے جاتے، ان پر آپ ﷺ نہایت ناراض ہوتے۔ آپ ﷺ ایک مرتبہ صحابہؓ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ تین شخص آئے، ایک صاحب نے حلقہ میں تھوڑی سی جگہ خالی پائی، وہیں بیٹھ گئے، دوسرے صاحب کو درمیان میں موقع نہیں ملا، اس لیے سب کے پیچھے جا بیٹھے، لیکن تیسرے صاحب واپس چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ جب فارغ ہوئے تو فرمایا: ان میں سے ایک نے اللہ کی طرف پناہ لی، اللہ نے بھی اس کو پناہ دی، ایک نے حیا کی، اللہ بھی اس سے شرمایا، ایک نے اللہ سے منہ پھیرا، اللہ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔ (مؤطا امام مالکؒ)

رسول کریم ﷺ غریب اور بے سہارا لوگوں کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے اور خود ان کا کام کاج کرتے، کبھی کسی کو حقیر نہ سمجھتے۔ ہمیشہ غریبوں کے جنازے میں شریک ہوتے۔ کمزور، فاقہ مست اور مفلس لوگوں کے پاس خود جاتے اور ان کی اعانت فرماتے۔ غریب سے غریب آدمی کی بھی دعوت قبول فرما لیتے۔ غریبوں اور تنگ دستوں کی مدد کرتے ان کا بوجھ اٹھاتے۔ مہمانوں کی خاطر مدارت کرتے اور بھلائی کے کاموں میں تعاون فرماتے۔ جو لوگ اہل علم وفضل ہوتے اور اچھے اخلاق والے ہوتے آپ ﷺ ان کی عزت و احترام فرماتے۔ جو لوگ عزت و مرتبے والے ہوتے

Marfat.com

ان پر آپ ﷺ احسان فرماتے۔ عزیز و اقارب کی عزت کرتے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے۔ اپنے عزیز و اقارب میں یہ نہ دیکھتے کہ کون افضل ہے اور کون نہیں؟ جس کو زیادہ مستحق سمجھتے اس کی زیادہ مدد کرتے۔ جب اپنے ساتھیوں سے ملتے تو پہلے خود سلام کرتے اور بڑی گرمی جوشی کے ساتھ مصافحہ کرتے۔ (اسوہ رسول کریمؐ)

جب صحابہؓ میں سے کوئی رسول کریم ﷺ سے ملتا اور وہ اگر کوئی بات کرنے بیٹھ جاتا تو جب تک وہ نہ اُٹھے آپ ﷺ نہ اُٹھتے تھے۔ جب کوئی آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا چاہتا تو آپ ﷺ اپنا ہاتھ دے دیتے اور جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑتا، رسول کریم ﷺ ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ کسی سے اپنا چہرہ نہ پھیرتے جب تک وہ خود نہ پھیرتا اور کوئی چپکے سے بات کہنا چاہتا تو آپ ﷺ کان اُس کی طرف کر دیتے تھے۔ اور جب تک وہ بات کر کے فارغ نہ ہو جاتا آپ ﷺ کان نہیں ہٹاتے تھے۔ (ابن سعد)

کوئی پردیسی آتا تو اس کی خبر گیری کرتے۔ ہر شخص کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے جس سے ہر شخص کو یہی محسوس ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کو میرے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے۔ (نشر الطیب)

کوئی شخص کھڑے کھڑے سوال نہیں کرتا تھا، ایک شخص نے اس طرح سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کی طرف تعجب سے دیکھا۔ اسی طرح یہ بھی معمول تھا کہ جب ایک مسئلہ طے ہو جاتا تو دوسرا مسئلہ پیش کیا جاتا۔ بعض اوقات آپ ﷺ کی گفتگو کے درمیان کوئی صحرا نشین بدّو جو آداب مجلس سے ناواقف ہوتا، اچانک آجاتا اور عین سلسلہ تقریر میں کوئی بات پوچھ بیٹھتا تو آپ ﷺ سلسلہ تقریر جاری رکھتے اور فارغ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوتے اور جواب دیتے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ تقریر فرما رہے

Marfat.com

تھے ، ایک بدو آیا اور آتے ہی اس نے پوچھا : قیامت کب آئے گی ؟ آپ ﷺ تقریر کرتے رہے ۔ حاضرین سمجھے کہ آپ ﷺ نے نہیں سنا، کسی نے کہا سنا ہے لیکن آپ ﷺ کو ناگوار ہوا ۔ آپ ﷺ تقریر سے فارغ ہو چکے تو دریافت فرمایا : پوچھنے والا کہاں ہے؟ بدو نے کہا: میں یہ حاضر ہوں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب لوگ امانت کو ضائع کرنے لگیں گے ۔ بولا کہ امانت کیوں کر ضائع ہو گی ؟ فرمایا : جب اقتدار نااہلوں کے ہاتھ میں آئے گا ۔ (بخاری)

رسول کریم ﷺ اکثر زمین ہی پر استراحت فرماتے ۔ متعدد احادیث میں یہ مضمون ہے کہ جب بھی صحابہ کرامؓ نرم بستر بنانے کی درخواست کرتے تو رسول اللہ ﷺ یہ ارشاد فرمایا کرتے کہ مجھے دُنیوی راحت و آرام سے کیا کام ۔ میری مثال تو اس راہ گیر کی سی ہے جو چلتے چلتے راستے میں ذرا آرام لینے کے لیے کسی درخت کے سائے میں بیٹھ گیا ہو اور تھوڑی دیر بیٹھ کر آگے چل دیا ہو ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ایک مرتبہ ایک انصاری عورت نے رسول اللہ ﷺ کا بستر دیکھا کہ عبا بچھا رکھی ہے ۔ انھوں نے ایک بستر جس میں اُون بھری ہوئی تھی تیار کر کے رسول اللہ ﷺ کے لیے میرے پاس بھیج دیا ۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اس کو رکھا ہوا دیکھا تو دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری عورت نے آپ ﷺ کے لیے بنوا کر بھیجا ہے ۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو واپس کر دو ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: مجھے وہ اچھا معلوم ہوتا تھا اس لیے دل نہ چاہتا تھا کہ واپس کروں ۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اصرار فرمایا : اگر میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ میرے لیے سونے اور چاندی کے پہاڑ چلتے ہوئے کر دیں ۔ اس ارشاد پر میں نے وہ بستر واپس کر دیا ۔

Marfat.com

حضرت عبد اللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ ایک بوریے پر آرام فرما رہے تھے جس کے نشانات رسول اللہ ﷺ کے بدن اطہر پر ظاہر ہو رہے تھے جسے دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ یہ قیصر و کسریٰ تو ریشم و مخمل کے گدوں پر سوئیں اور آپ ﷺ اس بوریے پر۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رونے کی بات نہیں ہے۔ اُن کے لیے دنیا ہے اور ہمارے لیے آخرت ہے۔ (خصائل نبویؐ)

دوسروں کے کام کرنا

خبابؓ بن ارت ایک صحابی تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو کسی غزوہ پر بھیجا۔ خبابؓ کے گھر میں کوئی مرد نہ تھا اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا اس بنا پر آپ ﷺ ہر روز ان کے گھر جاتے اور دودھ دوہ دیا کرتے۔ (سیرت النبی ﷺ)

مدینے کی لونڈیاں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آتیں اور کہتیں: یا رسول اللہ ﷺ میرا یہ کام ہے۔ رسول کریم ﷺ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا کام کر دیتے۔ (بخاری)

عبد اللہؓ بن ابی اوفی ایک صحابی تھے۔ وہ فرماتے ہیں: بیوہ اور مسکین کے ساتھ چل کر ان کا کام کر دینے میں رسول اللہ ﷺ کو کوئی عار نہ تھی۔ (نسائی)

مدینے میں ایک پاگل لونڈی تھی۔ وہ ایک دفعہ آئی اور آپ ﷺ کا دست مبارک پکڑ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عورت! مدینے کی جس گلی میں تو چاہے میں تیرا کام کروں گا۔ چناں چہ وہ آپ ﷺ کو ایک کوچے میں لے گئی اور وہیں بیٹھ گئی۔ آپ ﷺ بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے اور جو کام تھا انجام دے دیا۔ (مسلم)

Marfat.com

بدلہ لے لو

غزوہ بدر کے موقعے پر جب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کی صفیں درست فرما رہے تھے تو صف کی درستگی کے دوران ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا جس کے ذریعے آپ ﷺ صف سیدھی فرمارہے تھے کہ سوادؓ بن غزیہ کے پیٹ پر جو صف سے کچھ آگے نکلے ہوئے تھے، تیر کا دباؤ ڈالتے ہوئے فرمایا: سوادؓ برابر ہو جا۔ سوادؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ ﷺ نے مجھے تکلیف پہنچا دی، بدلہ دیجیے۔ رسول کریم ﷺ نے اپنا پیٹ کھول دیا اور فرمایا: بدلہ لے لو۔ سوادؓ آپ ﷺ سے چمٹ گئے اور آپ ﷺ کے پیٹ کا بوسہ لینے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سوادؓ اس حرکت پر تمھیں کس بات نے آمادہ کیا؟ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جو کچھ درپیش ہے آپ ﷺ دیکھ ہی رہے ہیں۔ میں نے چاہا کہ ایسے موقعے پر آپ ﷺ سے آخری معاملہ یہ ہو کہ میری جلد آپ ﷺ کی جلد سے چھو جائے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ (تاریخ طبری)

صحابہ کرامؓ شائستگی کے دائرے میں رہتے ہوئے ایسی مزاحیہ گفت گو کرتے کہ اہل محفل کشت زعفران کی طرح کھل اٹھتے اور ان کے لبوں پر مسکراہٹیں بکھر جاتیں۔ ایک دن وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں کسی بات پر خوش طبعی کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے اسیدؓ کے پہلو پر ہاتھ سے ہلکی سے چپت لگائی۔ حضرت اسیدؓ کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے مارنے سے مجھے تکلیف پہنچی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابیؓ کی یہ بات سنی تو فرمایا: اگر ایسا ہے تو تم مجھ سے اس کا بدلہ لے لو۔ صحابیؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! جب آپ ﷺ نے مجھے ہاتھ مارا تھا اس وقت میرا جسم ننگا تھا۔ یہ سن کر رسول کریم ﷺ نے اپنی پشت اقدس پر سے قمیض مبارک اٹھا

Marfat.com

دی اور فرمایا: لو اپنا بدلہ لے لو۔ اس صحابیؓ نے آپ ﷺ کے ساتھ لپٹ کر آپ ﷺ کے پہلو کے بوسے لینا شروع کر دیے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! میرا مقصد صرف یہی تھا۔ (ابن ہشام)

خطا کاروں سے درگزر

ایک مرتبہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے، آپ ﷺ حد (سزا) کا حکم دیں۔ آپ ﷺ چپ رہے اور نماز کا وقت آ گیا۔ نماز کے بعد انھوں نے پھر آ کر وہی درخواست کی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے نماز نہیں پڑھی؟ بولے ہاں پڑھ لی، ارشاد فرمایا: اللہ نے تمھارا گناہ معاف کر دیا۔

ایک بار ایک صحابیؓ نے ماہ رمضان تک کے لیے اپنی بی بی سے ظہار کر لیا لیکن ابھی یہ مدت گزرنے نہ پائی تھی کہ اس سے مقاربت کر لی، پھر لوگوں کو اس واقعے کی خبر کی اور کہا مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے چلو، سب نے انکار کر دیا۔ انھوں نے خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے پہلے تو تعجب ظاہر کیا، پھر ایک غلام کے آزاد کرنے کا حکم دیا، انھوں نے ناداری کا عذر کیا تو آپ ﷺ نے مسلسل دو ماہ تک روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ انھوں نے کہا یہ سب تو رمضان ہی کی وجہ سے ہوا ہے۔ اب آپ ﷺ نے ساٹھ مسکینوں پر صدقہ کرنے کو فرمایا۔ انھوں نے کہا ہم تو خود فاقہ کر رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: صدقہ کے عامل کے پاس جاؤ، وہ تمھیں ایک وسق کھجور دے گا، اس میں سے ساٹھ مسکینوں کو دے دینا اور جو بچے وہ اپنے اہل وعیال پر صرف کرنا، وہ پلٹے تو لوگوں سے کہا کہ تم لوگ متشدد اور بدتدبیر تھے لیکن مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حسن رائے اور آسانی نظر آئی۔ (ترمذی)

Marfat.com

ماعزؓ بن مالک ایک صاحب تھے، انھوں نے ایک لونڈی کے ساتھ زنا کیا۔ جب انھیں ہوش آیا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر از خود اس جرم کا اقرار کیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے پاک کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے چہرۂ مبارک پھیر کر فرمایا: تیرا ستیاناس ہو! لوٹ جا۔ توبہ کر اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ۔ لیکن حضرت ماعزؓ اپنے آپ کو پاک کرانے پر اصرار اور اس کا مطالبہ کرتے رہے۔ اسی طرح وہ بار بار اعتراف جرم کرتے رہے اور رسول کریم ﷺ اعراض فرماتے رہے۔ جب انھوں نے چوتھی مرتبہ بات کہی تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: تمھیں کس چیز سے پاک کروں؟ تو حضرت ماعزؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ زنا سے۔ حضرت ماعزؓ شادی شدہ تھے اور شادی شدہ کے لیے زنا کی سزا رجم تھی۔ اس بات کو قیامت تک ذہن نشین کرانے کے لیے آپ ﷺ نے اپنے ارد گرد بیٹھے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: ''کیا یہ پاگل ہے؟'' آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ پاگل نہیں۔ بعض روایات میں درج ذیل جواب منقول ہے کہ ہم تو یہی جانتے ہیں کہ یہ کامل العقل اور نیک انسان ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''کیا اس نے شراب پی ہوئی ہے؟'' ایک آدمی نے اٹھ کر ان کے منہ کی بو سونگھی لیکن اسے شراب کی بو محسوس نہ ہوئی پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ماعزؓ سے پوچھا: ''کیا تم اس کے ساتھ ہم بستر ہوئے؟'' انھوں نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا تم نے اس کے ساتھ مباشرت کی؟'' انھوں نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے دوبارہ پوچھا ''کیا تم نے اس کے ساتھ جماع کیا؟'' انھوں نے کہا: ہاں! ان تمام مدارج کے بعد آپ ﷺ نے ان کے سنگ سار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ماعزؓ کو رجم کرنے کے لیے جنازہ گاہ کی طرف لے جایا گیا اور جب ان پر پتھر برسنے لگے تو

Marfat.com

انھوں نے بھاگنا شروع کیا۔ بالآخر ایک صحابیؓ نے بڑھ کر اونٹ کے پاؤں کی ہڈی اٹھا کر ماری اور وہ وہیں ٹھنڈے ہو گئے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کا ذکر کیا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ کیوں نہ دیا، شاید وہ توبہ کرتا اور اللہ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا۔ (مسلم)

اس واقعے سے قانونی سزا میں ایک نئی دفعہ کا اضافہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی مجرم اپنے جرم کی خود ذاتی اعتراف کی بنا پر سزا پا رہا ہو اور وہ اثنائے سزا میں بھاگ نکلنا چاہتا ہو تو اس کے فرار کو اقرار سے رجوع سمجھ کر اس کی باقی سزا معاف کر دی جائے گی اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہو جائے گا۔

دوسری بات وہ یہ کہ زنا پر اتنی سخت سزا دینے کا مقصد یہ ہے کہ آیندہ کوئی اس قبیح فعل کے قریب تک بھی نہ پھٹکے۔

تیسرا لطیف پہلو جو اس واقعے میں ملتا ہے کہ بار بار کے اعتراف جرم کے باوجود رسول کریم ﷺ کا رخ انور پھیرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر سرکشی کی بجائے نفسی کمزوری کی وجہ سے کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی ہو تو اس کا چرچا یا اظہار کرنے کی بجائے اللہ سے توبہ استغفار کی جائے۔ کوئی تعجب نہیں کہ غنی العالمین رب کریم توبہ واستغفار سے اس کے گناہ کو بخش دے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں تباہ ہو گیا۔ ارشاد ہوا: کیوں؟ بولے: میں نے رمضان میں بیوی سے ہم بستری کی۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: کیا تم نے ایسا کیا؟ انھوں نے دونوں مرتبہ جواب میں عرض کیا: ہاں ہاں، یا رسول اللہ ﷺ! مجھ ہی سے یہ حرکت سرزد ہوئی اور اب اللہ کا جو حکم ہو اس کو صبر کے ساتھ انگیز کرنے کو تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو کہا ہے آپ ﷺ

Marfat.com

حکم فرمائیں۔ فرمایا: ایک غلام آزاد کردو۔ انھوں نے اپنی گردن پر ہاتھ مار کر کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! اس گردن کے سوا تو میرے قبضے میں کوئی غلام نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مستقل دو مہینے کے روزے رکھو۔ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ جو پیش آیا وہ تو روزے ہی کا نتیجہ ہے۔ میں اگر ایک دن صبر نہ کر سکا تو دو ماہ کیسے کروں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجور دو۔ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم نے تو خود رات فاقے سے بسر کی ہے۔ آپ ﷺ نے ان کی یہ بات سن کر ارشاد فرمایا: اچھا ابھی بیٹھ جاؤ۔ اتنے میں کہیں سے کھجوروں کا ٹوکرا آ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لو غریبوں کو خیرات کر آؤ۔ عرض کیا: اس رب کی قسم جس نے آپ ﷺ کو پیغمبر بنایا سارے مدینہ میں مجھ سے بڑھ کر کوئی غریب نہیں۔ رسول کریم ﷺ بے ساختہ ہنس پڑے اور فرمایا: اچھا تو لے جاؤ، خود بھی کھاؤ اور اپنے بچوں کو بھی کھلاؤ۔ (متفق علیہ)

صرف ساری دنیا میں وہ ہے کوچۂ احمد (ﷺ)
جس جگہ پہ ہم جیسے کھوٹے سکے چلتے ہیں

ایک اور نوجوان کا ذکر ہے جو شدید بیماری کی حالت میں کسی گناہ میں مبتلا ہوئے اور کسی نے ان کو نہیں دیکھا۔ لیکن انھوں نے ازخود اپنے تیمارداروں سے اس کا اقرار کیا اور ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے جا کر میری طرف سے عرض کرو اور فتویٰ پوچھو۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی شدت علالت کے سبب سے ایک معمولی سزا تجویز کی۔ (سیرت النبی ﷺ)

حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ

حضرت جلیبیبؓ عمر کے جس حصے میں تھے اس حصے میں دوسرے نوجوانوں کی طرح انھیں بھی جنس مخالف سے متعلق بعض نفسیاتی مشکلات کا سامنا تھا۔

Marfat.com

حضرت ابو برزہ اسلمیؓ سے مروی ہے کہ جلیبیبؓ عورتوں کے پاس آتے اور ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ان سے چھیڑ چھاڑ کرتے۔ میں نے اپنے گھر والوں سے کہہ رکھا تھا کہ جلیبیبؓ تم لوگوں کے پاس ہرگز نہ آئے، ورنہ میں کوئی سنگین اقدام اٹھانے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ ایک دن جلیبیبؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے زنا کی اجازت دیجیے۔'' اس پر حاضرین مجلس اسے برا بھلا کہنے اور خاموش کرانے لگے لیکن رسول کریم ﷺ نے اسے قریب آنے کے لیے کہا۔ چناں چہ وہ آپ ﷺ کے قریب آ کر بیٹھ گیا اور رسول اللہ ﷺ اور اس کے درمیان درجہ ذیل مکالمہ ہوا:

رسول اللہ ﷺ: کیا تم یہ بات اپنی والدہ کے لیے پسند کرتے ہو؟

جلیبیبؓ: میری جان آپ ﷺ پر قربان، اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔

رسول اللہ ﷺ: دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے یہ بات پسند نہیں کرتے۔ کیا تم یہ بات اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتے ہو؟

جلیبیبؓ: یا رسول اللہ ﷺ! میری جان آپ ﷺ پر قربان ہو، ہرگز نہیں۔

رسول اللہ ﷺ: دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے یہ بات پسند نہیں کرتے۔ کیا تمھیں یہ بات اپنی بہن کے لیے پسند ہے؟

جلیبیبؓ: میری جان آپ ﷺ پر فدا ہو۔ اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔

رسول اللہ ﷺ: دوسرے لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے یہ بات پسند نہیں کرتے۔ کیا تم یہ بات اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرتے ہو؟

جلیبیبؓ: میری جان آپ ﷺ پر قربان، اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ: دوسرے لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے لیے یہ بات پسند نہیں کرتے۔ کیا تم اپنی خالہ کے لیے یہ بات پسند کرتے ہو؟

جلیبیبؓ: میری جان آپ ﷺ پر فدا، اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔

رسول اللہ ﷺ: دوسرے لوگ بھی اپنی خالاؤں کے لیے یہ بات پسند نہیں کرتے۔

اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے ان کے سینے پر اپنا دست مبارک رکھا اور دعا فرمائی: ''اے اللہ! اس کے گناہ معاف فرما، اس کے دل کو پاک فرما اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما''۔ اس دعا کے نتیجے میں جلیبیبؓ پیکر عفت بن گئے اور اس کے بعد پھر کبھی کسی غلط طرف توجہ نہ کرتے تھے لیکن چوں کہ ان کی گذشتہ زندگی سب کے سامنے تھی۔ اتنے مال دار اور خوب صورت بھی نہ تھے، اس لیے کوئی بھی اُن کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کے لیے تیار نہ تھا۔ ایک دن جلیبیبؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ یہاں تو کوئی مجھے رشتہ نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آخرت میں تو میرا نکاح کر دے۔ اس کی بات سن کر رسول کریم ﷺ کا دل جیسے بے قرار ہو گیا۔ اس موقعے پر رسول کریم ﷺ نے ذاتی دلچسپی لے کر ان کا رشتہ کرایا۔ تفصیل ملاحظہ فرمایئے:

قصہ کچھ یوں ہے کہ اگر کسی انصاری صحابی کی کوئی غیر شادی شدہ بیٹی ہوتی تو اس کی شدید خواہش ہوتی کہ کاش اس کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو جائے تاکہ اس کی نسبت بھی خانہ نبوت سے بن جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابیؓ کے ذریعے ایک انصاری صحابیؓ کے ہاں نکاح کا پیغام بھیجا۔ انھوں نے لڑکی کے والد کو جب رسول اللہ ﷺ کے نکاح کا پیغام پہنچایا تو انھوں نے کہا: زہے نصیب! یہ تو ہمارے لیے باعث عزت بات ہے۔ اس پر وہ صحابی کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

نے یہ رشتہ اپنی ذات کے لیے نہیں چاہا۔ انصاری صحابیؓ نے پوچھا: تو پھر کس کے لیے چاہتے ہیں؟ جواب ملا: ''جلیبیبؓ کے لیے''۔ اس پر انھوں نے کہا آپ ٹھیریے میں لڑکی کی ماں سے مشورہ کر کے بتاتا ہوں (صحابہؓ کے عمل پر غور فرمایئے کہ انھوں نے بیوی کی رائے کو کس قدر اہمیت دی۔ اگر آج کوئی کہے کہ ٹھیریے میں ذرا بیوی سے پوچھ لوں تو اسے زن مرید سمیت پتا نہیں کن کن القاب سے نوازا جاتا ہے، آخر یہ کہاں کا انصاف ہے؟)۔ چناں چہ وہ اس کی ماں کے پاس آئے اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے تمھاری بیٹی کے لیے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ اس نے کہا: قبول ہے، یہ تو باعث مسرت بات ہے۔ انصاری صحابیؓ نے کہا: آپ ﷺ یہ رشتہ اپنے لیے نہیں بلکہ جلیبیبؓ کے لیے مانگ رہے ہیں۔ اس پر اس نے کہا: کیا جلیبیبؓ کے لیے؟ نہیں (اس نے یہ بات تین دفعہ کہی) نہیں، اللہ کی قسم! تم اس کے ساتھ میری بیٹی کا نکاح نہیں کراؤ گے۔ میری بیٹی کے بارے میں تو ہے کہ اس جیسی خوب صورت لڑکی تو پوری عرب میں نہیں ہے۔ کاش رسول اللہ ﷺ اس بدصورت کے علاوہ کسی اور سے میری بیٹی کا نکاح کر دیتے۔ جب وہ واپس جا کر لڑکی کی والدہ کی رائے کے بارے میں بتانے کے لیے اٹھنے لگے تو لڑکی، جس کا کھلا سر آسمان نے بھی کم دیکھا ہوگا، وہ دروازے کے پیچھے کھڑی ساری گفت گو سن رہی تھی۔ بولی: آپ لوگوں کی طرف میرے لیے نکاح کا پیغام کس نے بھیجا ہے؟ جب اس کی والدہ نے اسے صورت حال سے آگاہ کیا تو اس نے کہا: آپ اسے تو دیکھ رہے ہیں جس کے لیے پیغام بھیجا گیا ہے لیکن اسے نہیں دیکھ رہے جس نے پیغام بھیجا ہے۔ کیا آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کی بات کو رد کر رہے ہیں؟ میرے پیارے امی ابو، رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اطاعت کیجیے اور مجھے جلیبیبؓ کے نکاح میں دے دیجیے کیوں کہ آپ ﷺ مجھے

Marfat.com

ضائع نہیں فرمائیں گے۔ چناں چہ اس کے والد نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر بتایا کہ لڑکی کا اختیار آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہے۔ چناں چہ آپ ﷺ نے اس کے ساتھ جلیبیبؓ کا نکاح فرمادیا۔ اب جلیبیبؓ بازار کی طرف جارہے ہیں تا کہ جو تھوڑے بہت پیسے ہیں، ان سے نکاح کا کچھ سامان خرید لیں۔ راستے میں عثمانؓ ملے۔ پوچھا: کہاں جارہے ہو۔ بولے: رسول اللہ ﷺ نے میرا نکاح کردیا ہے، سامان خریدنے جارہا ہوں۔ انھیں پتا تھا کہ غریب آدمی ہیں سامان کہاں سے خریدیں گے؟ لہٰذا انھوں نے کچھ پیسے دے دیے۔ تھوڑا آگے عبدالرحمٰنؓ بن عوف مل گئے۔ پوچھا کہاں جارہے ہو۔ بولے: رسول اللہ ﷺ نے میرا نکاح کردیا ہے، نکاح کے لیے سامان خریدنے جارہا ہوں۔ کچھ مدد انھوں نے بھی کردی۔ ان کے سسر بھی پیچھے پیچھے ان کے ساتھ جارہے تھے۔ ابھی بازار میں سامان خریدنے ہی لگے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا قاصد طبل بجاتا ہوا آیا کہ مسلمانو! نکلو! اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے، رسول اللہ ﷺ احد پہاڑ کی جانب نکل چکے ہیں۔ جلیبیبؓ نے شادی کی بجائے فوراً جنگ میں جانے کا فیصلہ کیا۔ سسر نے بہت اصرار کیا کہ ابھی رخصتی کر لے، میرا داماد بن جا۔ جنگ تو بڑے دنوں تک چلتی ہے، ایک دو دنوں بعد شامل ہو جانا! کہنے لگے: اسلام میں یہ تو میں نے سیکھا ہی نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ تو جنگ میں زخم کھائیں اور امتی شادیاں کرکے پھولوں کی سیج پر بیٹھیں۔ ان ہی پیسوں سے تلوار اور گھوڑا خریدا اور جہاد کے لیے احد کی طرف چل پڑے۔

درحقیقت معرکہ احد تھا ہی بڑا الم ناک۔ جنگ کے اختتام پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا تم کسی کو گم پاتے ہو؟'' صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ''جی ہاں، فلاں فلاں شخص موجود نہیں۔'' آپ ﷺ نے پھر دریافت فرمایا: ''کیا تم کسی کو گم

Marfat.com

پاتے ہو؟'' صحابہؓ نے عرض کیا: ''جی ہاں فلاں فلاں شخص بھی موجود نہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا: کون شہید ہوا؟ انھوں نے عرض کیا: سعدؓ شہید ہوگئے۔ پھر پوچھا: اور کون شہید ہوا؟ بولے: حمزہؓ شہید ہوگئے۔ پھر فرمایا: اور کون شہید ہوا؟ صحابہؓ نے عرض کیا: مصعبؓ بن عمیر شہید ہوگئے۔ آپ ﷺ پوچھتے رہے اور لوگ بڑے بڑے صحابہؓ کا نام لیتے رہے۔ آپ ﷺ ایسے پیکر وفا تھے جنھوں نے اپنے کسی بھی پیروکار یا دوست کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ''ان کے علاوہ بھی کسی کو گم پاتے ہو؟'' صحابہؓ نے عرض کیا: ''نہیں''۔ رسول کریم ﷺ کا دل اپنے اسی کالے کلوٹے جلیبیبؓ میں اٹکا ہوا تھا، جسے شادی کے لیے بھیجا تھا۔ آخر خود ہی دریافت فرمایا: جلیبیبؓ کا کیا بنا؟ مجھے جلیبیبؓ دکھائی نہیں دے رہا، اسے تلاش کرو۔ چناں چہ صحابہ کرامؓ نے انھیں شہدا میں تلاش کیا تو انھیں سات مشرکین کی لاشوں کے درمیان پایا۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا: اس نے سات افراد کو قتل کیا اور پھر ان کے ہاتھوں شہید ہوا۔ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ بات دو یا تین بار ارشاد فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے انھیں اپنے بازوؤں پر اٹھایا اور ان کے لیے قبر کھودی گئی۔ آپ ﷺ نے انھیں قبر میں اتارتے وقت جب ان کی چارپائی رسول کریم ﷺ کے بازو ہی تھے، اللہ تعالیٰ کو ایسے مخاطب کیا گویا ایک دوست دوسرے دوست کو بڑی محبت سے کوئی بہت ہی قیمتی تحفہ پیش کر رہا ہے۔ فرمایا:

اللھم ھذا تقبل منی

''اے اللہ! یہ میری طرف سے قبول فرما!!'' (مسلم)

Marfat.com

دیکھیے کس طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنی فراست سے گناہ کی راہ پر کھڑے شخص کی دست گیری فرمائی اور انھیں اس برائی کے ترک کرنے پر آمادہ کیا۔ پھر ان کی اس مشکل کو سمجھتے ہوئے ان کے لیے دعا فرمائی چناں چہ وہ مدینے کے سب سے زیادہ پاک دامن نوجوان بن گئے اور "میری جان آپ ﷺ پر قربان" کہنے والا اپنی بات میں کس قدر سچا نکلا اور بہت ہی مختصر وقت میں اس مقام پر پہنچ گیا جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جہاں تک اس عورت کا تعلق ہے جس نے اپنا معاملہ یہ کہہ کر رسول کریم ﷺ کے ہاتھ میں دے دیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے ضائع نہیں فرمائیں گے۔ جلیبیبؓ کی شہادت کے بعد اب مدینے کا ایک سے بڑھ کر ایک خوب صورت اور مال دار شخص اس عورت سے نکاح کا خواہش مند تھا جس نے کبھی رسول کریم ﷺ کی اطاعت میں اپنا سر تسلیم خم کر دیا تھا۔

رسول کریم ﷺ نے گوارا نہ کیا

بدر کی لڑائی میں جب حضرت ابو حذیفہؓ نے اپنے باپ عتبہ، چچا شیبہ اور بھائی ولید کو سامنے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ سے پوچھے بغیر تلوار نکالی اور دوڑ لگا دی کہ میں آج اللہ کے رسول ﷺ کو دکھانا چاہتا ہوں کہ ہم آپ ﷺ کی خاطر ہر رشتہ قربان کریں گے۔ رسول کریم ﷺ نے دیکھا تو آواز دی ابو حذیفہؓ واپس آجا! میں بیٹے کو باپ سے نہیں لڑانا چاہتا۔

ابو عامر فاسق کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا لیکن اس کے صاحب زادے حنظلہؓ اسلام لا چکے تھے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے باپ کے مقابلہ میں لڑنے کی اجازت مانگی لیکن رسول کریم ﷺ نے یہ گوارا نہ کیا کہ بیٹا باپ پر تلوار اٹھائے۔ (سیرت النبی ﷺ)

Marfat.com

عبداللہ بن ابی جس درجے کا منافق اور دشمن اسلام تھا اس کے صاحب زادے عبداللہؓ اسی قدر اسلام کے جان نثار تھے۔ رئیس المنافقین کی مسلسل ایذا رسانیوں سے یہ خبر پھیل گئی تھی کہ آپ ﷺ عبد اللہ بن ابی کے قتل کا حکم دینے والے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہؓ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دنیا جانتی ہے کہ میں باپ کا کس قدر خدمت گزار ہوں لیکن اگر آپ ﷺ حکم فرمائیں تو میں ابھی اس کا سر کاٹ لاتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ کسی اور کو حکم دیں اور میں غیرت و محبت کے جوش میں آ کر قاتل کو قتل کر دوں۔ آپ ﷺ نے اطمینان دلایا کہ قتل کی بجائے میں اس پر مہربانی کروں گا۔ یہ ارشاد اس طرح پورا ہوا کہ جب وہ مرا تو کفن کے لیے رسول کریم ﷺ نے نہ صرف خود اپنا کُرتا مبارک عنایت فرمایا بلکہ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔

حضرت اسمٰؓ بیان کرتی ہیں کہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں ان کی ماں جو مشرکہ تھیں، مالی تعاون کے لیے ان کے پاس مدینے آئیں۔ حضرت اسمٰؓ کو خیال ہوا کہ اہل شرک کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر دریافت کیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''ان کے ساتھ نیکی کرو۔'' (مسند اسحاق)

ایک دن حضرت ابو ہریرہؓ نے مسجد میں جہاد کی فضیلت سنی گھر میں آ کر ہتھیار سجائے تو ماں نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ کہا: جہاد میں۔ بولیں: میں تو اکیلی ہوں، مجھے چھوڑ کے کہاں جا رہے ہو؟۔ کہنے لگے مجھے نہیں پتا میں نے جانا ہے۔ میں نے مسجد میں ترغیب سنی ہے۔ ماں نے بڑی منت کی وہ نہیں مانے۔ وہ کہنے لگی: میں تجھے دودھ کا واسطہ دیتی ہوں جو میں نے تجھے پلایا تھا مجھے اکیلی چھوڑ کے نہ جا۔ انھوں نے کہا: نہیں نہیں، مجھے تو جانا ہے۔ انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو پیغام بھیجا کہ

Marfat.com

میں نے اسے اپنے دودھ کا واسطہ دیا یہ پھر بھی نہیں مانا۔ ادھر جب ابو ہریرہؓ ہتھیار سجائے مسجد میں آئے تو رسول اللہ ﷺ نے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ ابو ہریرہؓ پریشان ہو گئے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو کیا ہو گیا۔ پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ کیا ہوا؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اٹھ جاؤ! ماں کے دودھ کا واسطہ سننے کے بعد بھی تیرا دل نہ پسیجا۔ اٹھ جا! مجھے تیرے جہاد کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (المعجم الکبیر)

رسول کریم ﷺ کا اپنے اصحابؓ سے حسن معاملہ

بخاری و مسلم کے حوالے سے ابن سعد نے اپنی طبقات میں اور ابن ہشام نے اپنی سیرتؒ میں حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ ذات الرقاع میں نکلا۔ میرے پاس ایک لاغر اونٹ تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ سے واپس ہوئے تو میرے ساتھی جن کے پاس اچھی سواریاں تھیں مجھ سے آگے نکل گئے اور میں پیچھے ہوتا چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے پاس پہنچ کر دریافت کیا: جابر، کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اپنے اس اونٹ کی وجہ سے پیچھے ہو گیا ہوں۔ فرمایا: اسے بٹھاؤ۔ میں نے اسے بٹھا دیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی اونٹنی بٹھا دی پھر فرمایا: تمھارے ہاتھ میں جو عصا ہے مجھے دو، میں نے اسے آپ ﷺ کو تھما دیا۔ اسے لے کر آپ ﷺ نے کئی مرتبہ اس کے بدن میں چبھویا اور پھر فرمایا: اب سوار ہو جاؤ! میں سوار ہو گیا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اب میرا وہی لاغر اونٹ تیز رفتاری میں آپ ﷺ کی اونٹنی کی برابری کرنے لگا۔

رسول اللہ ﷺ مجھ سے گفت گو فرمانے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جابر! اپنا اونٹ مجھے بیچو گے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اسے

Marfat.com

آپ ﷺ کو ہبہ کرتا ہوں۔فرمایا: نہیں۔ میں خرید کرلوں گا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! پھر آپ ﷺ اس کی قیمت لگا یئے۔ فرمایا: ایک درہم میں لوں گا۔ میں نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ ﷺ ایک درہم میں تو میرا گھاٹا ہے۔فرمایا: دو درہم لے لو۔ میں نے پھرانکار کیا۔اسی طرح آپ ﷺ اس کی قیمت بڑھاتے رہے یہاں تک کہ ایک اوقیہ (تقریباً نصف کلو چاندی) لگا دی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اب منظور ہے، لے لیجیے۔فرمایا: لے لیا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جابر! کیا تمھاری شادی ہوگئی ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ! فرمایا: شوہر دیدہ سے یا کنواری سے؟ عرض کیا: کنواری سے نہیں بلکہ شوہر دیدہ سے کی ہے۔فرمایا: کسی نوعمر سے شادی کیوں نہیں کی کہ اس کے ساتھ کھیل کود کرتے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے باپ غزوہ احد میں شہید ہوگئے تھے اور انھوں نے اپنے پیچھے سات لڑکیاں چھوڑی تھیں۔اس لیے میں نے چاہا کہ ایک ایسی عورت سے شادی کروں جو انھیں سنبھال کر رکھ سکے اور ان کی دیکھ بھال کر سکے۔ فرمایا: تم نے اچھا کیا۔ ان شاء اللہ اس میں خیر ہوگی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جب ہم ''صرار'' پہنچیں گے تو وہاں اونٹ ذبح کریں گے اور دن بھر وہیں ٹھیریں گے، تمھاری بیوی کو ہم لوگوں کے واپس آنے کی خبر ہوگی تو تمھارے لیے گاؤ تکیے جھاڑ پونچھ کر ٹھیک کرے گی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم ہمارے پاس گاؤ تکیے نہیں ہیں۔فرمایا: وہ بھی ہو جائیں گے۔ جب گھر پہنچنا تو ہوشیاری سے کام کرنا۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: جب ہم صرار پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے

Marfat.com

اونٹ ذبح کیے گئے۔ پورا دن ہم وہیں ٹھیرے رہے۔ جب شام ہوگئی تو آپ ﷺ کے ساتھ مدینے میں داخل ہوئے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: اگلے دن صبح میں اونٹ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اونٹ کو میں نے آپ ﷺ کے گھر کے دروازے پر بٹھا دیا اور خود قریب ہی مسجد میں جا کر بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نکلے تو اونٹ پر نظر پڑی۔ فرمایا: یہ کیا؟ وہاں موجود لوگوں نے کہا: اس اونٹ کو جابرؓ لے کر آئے ہیں۔ فرمایا: کہاں ہیں؟ مجھے بلایا گیا۔ پھر حضرت بلالؓ کو بلا کر فرمایا: جابرؓ کو لے جاؤ اور اسے ایک اوقیہ دے دو۔ ساتھ ہی آپ ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: بھتیجے! اپنا اونٹ بھی لے جاؤ۔ وہ تمھارا ہے۔ میں بلالؓ کے ساتھ گیا انھوں نے مجھے ایک اوقیہ بلکہ اس سے کچھ زیادہ دیا۔ اللہ کی قسم! اس مال میں برابر اضافہ ہوتا رہا اور اس سے میرے پاس اتنا کچھ ہو گیا کہ میرے گھر سے دکھائی دیتا تھا۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ہونے والی گفت گو سے اس چیز کی مکمل تصویر کشی ہوتی ہے کہ رسول کریم ﷺ کا برتاؤ اپنے اصحابؓ کے ساتھ کیسا تھا؟ رسول کریم ﷺ کی معاشرت کتنی لطیف، آپ ﷺ کی گفت گو کتنی ہلکی پھلکی اور آپ ﷺ کی بات چیت کتنی دل آویز تھی اور آپ ﷺ اپنے اصحابؓ سے کتنی شدید محبت رکھتے تھے۔

حضرت جابرؓ کے اس واقعے پر جب آپ اچھی طرح غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت جابرؓ آزمایشی حالات سے دل گرفتہ تھے جن سے ان کا گھرانہ دوچار ہوا تھا۔ ان کے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور انھوں نے اپنے پیچھے بہت سی اولادیں چھوڑی تھیں۔ ان کے سب سے بڑے بیٹے ہونے کی

Marfat.com

وجہ سے پورے گھرانے کی کفالت اور ان بچوں کی دیکھ بھال ان کے ذمے آ گئی تھی۔ ساتھ ہی وہ تنگ حال بھی تھے، انھیں دنیاوی عیش و آرام میسر نہ تھا۔

جب رسول کریم ﷺ نے غزوہ سے واپسی میں محسوس کیا کہ حضرت جابرؓ کے لشکر سے پیچھے رہ جانے کا سبب یہ ہے کہ ان کے پاس ایک ہی اونٹ ہے اور وہ بھی بہت لاغر ہے جس سے ان کی غربت و پریشان حالی کا اظہار ہو رہا ہے تو آپ ﷺ نے اس موقعے کو غنیمت جانا اور قافلے سے پیچھے ہو کر ان سے جا ملے اور ان سے خوش طبعی کرتے ہوئے دل آویز اسلوب میں ان کی دل جوئی کرنے لگے۔ اس وقت ان دونوں کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا۔ رسول کریم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب اپنے اصحابؓ کے ساتھ کہیں جاتے تھے تو وقتاً فوقتاً ان میں سے ہر ایک کے احوال کا جائزہ لیتے تھے اور اس سے انس و محبت کی باتیں کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابرؓ سے ان کا اونٹ خریدنے کی پیش کش کی۔ اس طرح آپ ﷺ ان کا اکرام اور ان کی موجودہ حالت سدھارنے کے لیے کچھ تعاون کرنا چاہتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے دل آویز اور شیریں اسلوب میں ان کی بیوی اور گھر کے بارے میں دریافت کیا اور انھیں اطمینان دلایا کہ وہ لوگ جب مدینے کے قریب پہنچیں گے تو چند گھنٹے شہر کے باہر ٹھیریں گے تاکہ اہل مدینہ کو ان کی واپسی کی خبر ہو جائے۔ ان کی بیوی بھی سنے تو بناؤ سنگھار کر لے اور گھر کو ٹھیک ٹھاک کر کے گاؤ تکیے لگا لے۔ حضرت جابرؓ نے اسی اسلوب میں جواب دیا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے پاس گاؤ تکیے نہیں ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ بھی ہو جائیں گے۔ رسول کریم ﷺ کی لطیف معاشرت، مانوس گفت گو، اپنے اصحابؓ کے ساتھ بات چیت میں مٹھاس بھری خوش طبعی کی یہ کتنی دل آویز تصویر ہے۔ (دروس سیرتؐ)

Marfat.com

اصحاب صفہؓ میں حضرت ابو ہریرہؓ اپنے فقر و فاقے کی داستان نہایت دردانگیز طریقے سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز بھوک کی شدت سے گزرگاہ عام پر بیٹھ گیا۔ حضرت ابو بکرؓ راستے سے گزرے تو میں نے بطور حسن طلب کے ان سے قرآن مجید کی ایک آیت پوچھی۔ ذہن میں یہ تھا کہ اسی بہانے شاید وہ مجھے کھانے کی دعوت دیں لیکن وہ میرے دل کا حال نہ جان سکے اور گزر گئے اور میری حالت کی طرف توجہ نہ دی، حضرت عمرؓ گزرے تو پھر ابو بکرؓ جیسا معاملہ پیش آیا اور وہی نتیجہ نکلا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا تو آپ ﷺ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: میرے ساتھ آؤ۔ آپ ﷺ گھر میں پہنچے تو دودھ کا ایک پیالہ نظر آیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ کسی نے ہدیتاً بھیجا ہے۔ اس میں اتنا دودھ تھا کہ بمشکل ایک آدمی کے لیے کافی ہو۔ میں خوش ہو گیا کہ چلو میرا کام بن گیا اور رسول اللہ ﷺ مجھے ابھی پینے کو کہیں گے۔ لیکن جب آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور اصحاب صفہؓ کو بھی بلا لاؤ تو میں نے دل میں سوچا کہ اس سے تو میری بھوک بھی نہ مٹتی اور آپ ﷺ نے سارے اصحابؓ صفہ کو بلا لیا ہے۔ چوں کہ حکم تھا اس لیے نہ چاہتے ہوئے بھی ان کو بلا لایا۔ جب سب آ گئے تو آپ ﷺ نے مجھ کو دودھ کا وہ پیالہ دیا کہ سب میں تقسیم کرو۔ میں نے پھر سوچا کہ اگر تھوڑا تھوڑا ابھی سب نے پیا تو اس نے ختم ہو جانا ہے اور میں شاید آج بھوکا ہی رہوں۔ ایک کے بعد ایک صحابیؓ جی بھر کے پیتے چلے گئے۔ جب سب پی چکے تو وہ پیالہ لے کر واپس آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ ﷺ اس میں ابھی دودھ ہے۔ رسول اللہ ﷺ میری بات سن کر مسکرائے اور فرمایا: اب تم پیو، میں نے جی بھر کے پیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اور پیو میں نے اور پیا، پھر فرمایا: اور پیو حتیٰ کہ مجھے کہنا پڑا: یارسول اللہ ﷺ اب گنجائش نہیں رہی، تب رسول اللہ ﷺ نے

Marfat.com

میرے ہاتھ سے لیا اور سب سے آخر میں خود پیا۔ (بخاری)

رہبانیت

صحابہؓ میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو عیسائی راہبوں کے اثر یا ذاتی میلان طبع کے سبب سے ترک دنیا اور ترک لذت کی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ ابن عمرؓ نے جو ایک نہایت عابد و زاہد صحابی تھے یہ عہد کر لیا تھا کہ وہ ہمیشہ دن کو روزے رکھیں گے اور رات بھر عبادت کریں گے۔ جب ان کی روزہ داری کا چرچا ہوا تو خود رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے استقبال کیا اور چمڑے کا گدا بچھا دیا۔ آپ ﷺ زمین پر بیٹھ گئے اور ان سے فرمایا: اے عبد اللہ! تم پر تمھارے جسم کا بھی حق ہے، تمھاری آنکھ کا بھی حق ہے، تمھاری بیوی کا بھی حق ہے، مہینے میں تین دن روزے رکھ لینا کافی ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا مجھ کو اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ فرمایا: اچھا تیسرے دن۔ بولے: میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: ایک دن وقفہ دے کر کہ یہی داؤدؑ کا روزہ تھا اور یہی افضل الصیام ہے۔ انھوں نے عرض کیا: مجھ کو اس سے بھی زیادہ قدرت ہے۔ ارشاد ہوا بس اس سے زیادہ بہتر نہیں۔ (مسلم)

اسی قسم کی نصیحت رسول کریم ﷺ نے ایک دوسرے صحابی حضرت عثمانؓ بن مظعون کو بھی فرمائی۔ آپ ﷺ کو ان کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ شب و روز عبادت میں مصروف رہتے ہیں، بیوی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ دن کو روزے رکھتے ہیں، رات کو سوتے نہیں۔ آپ ﷺ نے ان کو بلا کر پوچھا: کیوں عثمان! تم میرے طریقے سے ہٹ گئے؟ عرض کیا: اللہ کی قسم میں نہیں ہٹا ہوں، میں آپ ﷺ ہی کے طریقے کا طلب گار ہوں۔ فرمایا: میں سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں۔ روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں

Marfat.com

سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ اے عثمان! اللہ سے ڈرو کہ تمھارے اہل و عیال کا بھی تم پر حق ہے، تمھارے مہمان کا بھی حق ہے، تمھاری جان کا بھی تم پر حق ہے۔ تم روزے بھی رکھو، افطار بھی کرو، نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی۔ (مسند احمد)

قبیلہ باہلہ (مدینے سے تین سو میل مشرق کی جانب مذنب کی سر سبز وادی میں یہ قبیلہ اب بھی آباد ہے) کے ایک صحابیؓ جب اسلام لا کر اپنے قبیلے میں واپس گئے تو انھوں نے دن کا کھانا چھوڑ دیا اور مسلسل روزے رکھنے لگے۔ ایک سال کے بعد جب وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو ان کی شکل و صورت اتنی بدل گئی تھی کہ آپ ﷺ ان کو پہچان نہ سکے۔ انھوں نے اپنا نام بتایا تو فرمایا: تم تو نہایت خوش جمال تھے تمھاری صورت کیوں ایسی ہو گئی؟ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ جب سے آپ ﷺ سے مل کر گیا ہوں متصل روزے رکھتا ہوں۔ فرمایا: تم نے اپنی جان کو کیوں عذاب میں ڈالا ہے رمضان کے علاوہ ہر مہینے میں ایک روزہ کافی ہے۔ انھوں نے کہا، میں اس سے زیادہ کی قوت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ایک دن کا اور اضافہ کر دیا۔ انھوں نے اور اضافے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے تین دن کر دیے۔ ان کو اس سے بھی تسکین نہ ہوئی تو آپ ﷺ نے ماہ حرام کے ایک روزے کی اجازت دی۔

ایک دن چند صحابہؓ نے ازواج مطہراتؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کی دن رات کی عبادت و ریاضت کا حال دریافت کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ دن رات سوائے عبادت کے کچھ نہ کرتے ہوں گے۔ انھوں نے آپ ﷺ کی عبادت کا حال سنا جو ان کے معیار کے موافق نہ تھا، بولے کہ بھلا ہم کو رسول اللہ ﷺ سے کیا نسبت؟ ان کے اگلے پچھلے سب گناہ اللہ نے معاف کر دیے ہیں۔ پھر ایک صاحب نے کہا: میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے صاحب

Marfat.com

بولے میں عمر بھر روزہ رکھوں گا۔ ایک اور صاحب نے کہا، میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ رسول کریم ﷺ سن رہے تھے ان کو خطاب کر کے فرمایا: اللہ کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں تاہم میں روزے رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ راتوں کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو میرے طریقے پر نہیں چلتا وہ میری جماعت سے خارج ہے۔ (متفق علیہ)

بعض صحابہؓ نے جو افلاس اور غربت کی وجہ سے شادی نہیں کر سکتے تھے اور ضبط نفس پر بھی قادر نہ تھے، چاہا کہ اپنا عضو خاص قطع کرا دیں۔ انھوں نے آپ ﷺ سے اس رہبانیت کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے سخت ناراضی ظاہر فرمائی۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کہتے ہیں اگر رسول اللہ ﷺ اس کی اجازت دیتے تو بہت سے لوگ اس پر عمل کرنے کے لیے تیار تھے۔

قدامہؓ بن مظعون اور ایک اور صحابی آئے کہ ہم میں سے ایک نے ترک حیوانات (گوشت نہ کھانا) اور دوسرے نے ترک نکاح کا عزم کر لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تو دونوں سے متمتع ہوتا ہوں'' آپ ﷺ کی مرضی نہ پا کر دونوں صاحب اپنے ارادہ سے باز رہے۔

ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں جوان آدمی ہوں اور اتنا مقدور نہیں کہ نکاح کروں، نہ اپنے نفس پر اطمینان ہے۔ آپ ﷺ چپ رہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے پھر ان ہی الفاظ کا اعادہ کیا، آپ ﷺ چپ رہے۔ تیسری مرتبہ کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا حکم ٹل نہیں سکتا۔

آپ ﷺ نے کبھی کبھی بطور خاص کئی کئی دن تک مسلسل روزے رکھے۔ صحابہؓ نے بھی آپ ﷺ کی پیروی میں اس قسم کے روزے رکھنے چاہے۔ آپ ﷺ

Marfat.com

نے منع فرمایا۔ لیکن وہ یہ سمجھے کہ آپ ﷺ صرف اپنی شفقت کی بنا پر منع فرماتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے افطار نہ کیا۔ آپ ﷺ نے دو دن روزے رکھے تھے کہ اتفاق سے چاند نکل آیا۔ آپ ﷺ نے افطار کر لیا اور فرمایا: اگر مہینا بڑھ سکتا تو میں اتنے روزے رکھتا کہ اس مذہب میں غلو کرنے والوں کا سارا غلو دھرا رہ جاتا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ پھر آپ ﷺ کیوں کئی کئی دن کے روزے رکھتے ہیں۔ فرمایا: تم میں سے کون میری طرح ہے؟ مجھے تو میرا ربّ کھلاتا پلاتا رہتا ہے، اسلام میں عام امت کے لیے یہ روزے نہیں ہیں۔

ایک دفعہ ایک مسجد میں آپ ﷺ کا گزر ہوا، دیکھا تو ایک ستون کے ساتھ ایک رسی لٹک رہی ہے۔ دریافت کیا تو لوگوں نے کہا: یہ زینبؓ نے باندھی ہے۔ رات کو نماز میں جب وہ کھڑی کھڑی تھک جاتی ہیں تو اسی کے سہارے کھڑی ہوتی ہیں۔ یہ سن کر رسول کریم ﷺ نے فرمایا: یہ رسی کھول دو، لوگو! تم اسی وقت تک نماز پڑھو جب تک تم میں نشاط باقی رہے۔ جب کوئی تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

حضرت سلمانؓ فارسی ایک دوسرے صحابی حضرت ابوذرؓ سے ملنے گئے تو دیکھا کہ ان کی بیوی نے نہایت معمولی اور میلے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے وجہ دریافت کی تو بولیں: تمھارے بھائی کو دنیا کی خواہش نہیں ہے۔ اس کے بعد مہمان کے لیے کھانا آیا تو ابوذرؓ نے کہا: میں روزے سے ہوں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا: میں تو تمھارے بغیر نہیں کھاؤں گا۔ آخر انھوں نے افطار کیا۔ رات ہوئی تو ابوذرؓ نماز کو کھڑے ہونے لگے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا: ابھی سو جاؤ، پچھلی پہر کو حضرت سلمانؓ نے ان کو جگایا اور کہا اب نماز پڑھو۔ چناں چہ دونوں نے تہجد کی نماز ادا کی، پھر حضرت سلمانؓ نے ان سے کہا: اے ابوذرؓ! تمھارے ربّ کا بھی تم

Marfat.com

پر حق ہے اور تمھاری جان کا بھی تم پر حق ہے، تمھاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے تو جس جس کا حق تم پر ہے سب کو ادا کرو۔ حضرت ابوذرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر حضرت سلمانؓ کی یہ باتیں بتائیں تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: سلمانؓ نے سچ کہا۔

کسی غزوے میں ایک صحابی کا ایک غار پر گزر ہوا جس میں پانی تھا اور آس پاس کچھ بوٹیاں تھیں، خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے ایک غار مل گیا ہے جس میں ضرورت کی سب چیزیں ہیں، میرا دل چاہتا ہے کہ وہاں گوشہ نشین ہو کر ترک دنیا کرلوں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں یہودیت یا نصرانیت لے کر دنیا میں نہیں آیا، میں آسان اور سہل دین ابراہیمیؑ لے کر آیا ہوں۔ (مؤطا امام مالکؒ)

اللہ تعالیٰ کا رحم وکرم

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحیمی و کریمی، بندہ نوازی، عاجزوں اور درماندوں کی دست گیری اور گناہ گار بندوں کے ساتھ اپنی شانِ بخشش کا ترانہ خود رسول کریم ﷺ کی زبانی سنایا: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے، حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ میرے بندوں کو بتا دیجیے:

> ''اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر بھی اور تمھارے درمیان بھی ظلم کو حرام کیا ہے لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گم راہ تھا، لیکن جس کو میں نے راہ دکھائی، تم مجھ سے راستہ پوچھو میں بتاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم میں ہر ایک بھوکا تھا، لیکن جس کو میں نے کھلایا، تو مجھ سے کھانا مانگو میں تم کو کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو!

Marfat.com

تم میں ہر ایک پیا سا تھا، لیکن جس کو میں نے پلایا، تم مجھ سے پانی مانگو میں تم کو پلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم میں ہر ایک ننگا تھا، لیکن جس کو میں نے پہنایا، تم مجھ سے کپڑا مانگو میں تم کو پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو، اور میں سب گناہوں کو معاف کرتا ہوں، تم مجھ سے معافی مانگو میں تم کو معاف کروں گا۔ اے میرے بندو! مجھے نقصان پہنچانا تمہاری طاقت میں نہیں، اور نہ مجھے نفع پہنچانا تمہاری قدرت میں ہے۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے، جن اور انس، چھوٹے اور بڑے، مرد اور عورت، دنیا کے سب سے بڑے پرہیزگار کے دل کے برابر ہو جائیں تو میری شہنشاہی میں ایک ذرہ بھر اضافہ نہ ہوگا۔ اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، جن وانس، چھوٹے اور بڑے، مرد اور عورت سب دنیا کے سب سے بڑے گناہ گار کے برابر ہو جائیں تو بھی میری شہنشاہی میں ایک ذرہ برابر کمی نہ ہوگی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور جن وانس، سب کسی ایک زمین میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگیں اور میں سب کے سوال کو پورا کروں تو میرے خزانے میں اتنی کمی بھی نہ ہوگی جتنی ایک سوئی سمندر کے پانی میں ڈال کر نکالی جائے اور اس کے ساتھ جتنا پانی لگا ہوا ہو۔ اے میرے بندو! تمہارے

Marfat.com

ہی عمل ہوں گے جن کو میں گن گن کر تم کو واپس کروں گا اور پورا
کروں گا تو جس کو بھلائی ملے وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جس کو
برائی ملے وہ خود اپنے ہی کو ملامت کرے۔'' (مسلم)

یہ محبت کا نغمہ جاں فزا دنیا نے رسول اللہ ﷺ ہی کی زبان مبارک سے سنا۔ یہ تسلی و تشفی کا پیام آپ ﷺ ہی کے مبارک لبوں سے ادا ہوا۔ یہ عفو و کرم کا بحرِ بے کراں، ساحلِ امید، رسول کریم ﷺ ہی کے دکھانے سے ہم کو نظر آیا اور گناہ گاروں کو ''میرے بندو'' کہہ کر پکارے جانے کی عزت آپ ﷺ ہی کے وسیلے سے ملی۔

ایک مرتبہ ایک غزوے میں کوئی عورت گرفتار ہو کر آئی، اس کا بچہ کہیں گم ہو گیا تھا۔ محبت کے جوش کا یہ عالم تھا کہ کوئی بچہ مل جاتا تو وہ اُسے سینے سے لگا لیتی اور اس کو دودھ پلاتی۔ رسول کریم ﷺ نے دیکھا تو حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ عورت خود اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے؟ لوگوں نے عرض کیا: ہرگز نہیں۔ فرمایا: اللہ کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ محبت ہے جتنی اس کو اپنے بچے سے ہے۔ (متفق علیہ)

ایک صاحب ایک چھوٹے بچے کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور محبت سے بار بار اس کو گلے سے لگاتے۔ رسول کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم اس پر رحم کرتے ہو؟ اس نے کہا ''جی ہاں''۔ ارشاد ہوا: اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، جس قدر تم اس بچے پر رحم کرتے ہو، اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ صحابہؓ کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ ایک

Marfat.com

صاحب چادر میں ایک پرندے کو اس کے بچوں سمیت لپیٹے ہوئے لائے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے ایک جھاڑی سے ان بچوں کو اٹھا کر کپڑے میں لپیٹ لیا، اس کی ماں نے یہ دیکھا تو میرے سر پر منڈلانے لگی، میں نے ذرا سا کپڑے کو کھول دیا تو وہ فوراً بچوں پر گر پڑی۔ ارشاد ہوا: کیا اپنے بچوں کے ساتھ ماں کی اس محبت پر تم کو تعجب ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، جو محبت اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے، اللہ کو اپنے بندوں سے بدرجہا زیادہ ہے۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں اسی لیے اس نے فحش باتوں کو حرام کیا ہے (متفق علیہ)۔ اسی کی تفسیر دوسری حدیث میں یہ ہے کہ اللہ بھی غیرت کرتا ہے اور مومن بھی غیرت کرتا ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ اس نے اپنے مومن بندے پر جس بات کو حرام کیا ہے اگر کوئی اس کا ارتکاب کرے تو وہ اس پر خفا ہو۔ اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ اس لیے اس کے بندوں کا فرض ہے کہ وہ بھی آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں۔ (مسلم)

حدیث قدسی ہے جس میں اللہ ربّ العزت نے فرمایا:

''میں ربّ ہوں میں رحمان ہوں، میں نے رحم کو پیدا کیا ہے
اور اپنے نام (رحمان) سے اس کا نام (رحم) مشتق کیا ہے تو جو
اس کو ملائے گا، میں اس کو ملاؤں گا۔ جو اس کو قطع کرے گا میں

Marfat.com

اس کو قطع کروں گا''۔

پھر فرمایا: جو انسان پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔

بخاری میں اس روایت کے یہ الفاظ ہیں۔ ''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے رحم کے سو حصے کیے۔ (۹۹) ننانوے حصے اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ زمین والوں کو عنایت کیا۔ اسی کا یہ اثر ہے کہ باہم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رحم وشفقت سے پیش آتے ہیں۔ یہاں تک کہ گھوڑی بھی اپنے بچے کے لیے اس خوف سے پاؤں اٹھالیتی ہے کہ کہیں اس کو صدمہ نہ پہنچے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ کسی غزوے سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ راستے میں ایک پڑاؤ ملا جہاں کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ بولے ہم مسلمان ہیں۔ ایک عورت بیٹھی چولہا سلگا رہی تھی، پاس ہی اس کا لڑکا تھا۔ آگ خوب روشن ہوگئی اور بھڑک گئی تو وہ عورت اپنے بچے کو گود میں لے کر خدمت اقدس میں آئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ایک ماں کو اپنے بچے سے جس قدر محبت ہوتی ہے کیا اللہ کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ نہیں ہے؟ فرمایا: ہاں بے شک ہے۔ اس نے کہا: کوئی ماں تو اپنی اولاد کو خود آگ میں ڈالنا گوارا نہ کرے گی۔ یہ سن کر آپ ﷺ پر گریہ طاری ہوگیا پھر سر اٹھا کر فرمایا: اللہ صرف اس بندے کو عذاب دے گا جو سرکش ہے اور اس کو ایک نہیں کہتا۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے جبریلؑ نے

Marfat.com

کہا کہ آپ ﷺ کی امت میں جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے کسی کو اللہ کا شریک نہیں کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے، یہ لکھ رکھا ہے:

''میری رحمت میرے غضب پر حاوی ہے۔'' (بخاری)

ریا ایک چھپا ہوا شرک

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھپا ہوا شرک یہ ہے کہ انسان کوئی کام دوسرے کی موجودگی یا دوسروں کو دکھلانے کے لیے کرے (مسند احمد)۔ حضرت شدادؓ بن اوس روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کی خیرات کی اس نے شرک کیا۔ (المعجم الکبیر) یہی صحابیؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ صحابہؓ کے مجمعے میں آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ مجھے اپنی امت کے لوگوں پر سب سے زیادہ جس کا خوف ہے وہ شرک کا ہے۔ ہاں میرا یہ مطلب نہیں کہ وہ چاند یا سورج کو سجدہ کریں گے یا بتوں کو پوجیں گے یا غیر اللہ کے لیے عمل کرنے لگیں گے بلکہ اپنی چھپی نفسانی خواہش میں مبتلا ہو جائیں گے۔ (المستدرک)

مسند احمد میں حضرت محمودؓ بن لبید انصاری آپ ﷺ کا قول نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا: مجھ کو سب سے زیادہ جس بات کا تم پر خوف ہے وہ شرک اصغر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا: ریاء، قیامت کے دن جب لوگوں کو اپنے اپنے عمل کا بدلہ مل رہا ہوگا، اللہ تعالیٰ ریا کار لوگوں سے کہے گا کہ تمھارے لیے ہمارے ہاں کچھ نہیں تم ان ہی کے پاس جاؤ جنھیں دکھانے

Marfat.com

کے لیے تم دنیا میں یہ کام کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ ایک موقعے پر ہم لوگ دجال کے متعلق آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اسی اثنا میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ دجال سے بڑھ کر خوف ناک چیز جو میرے نزدیک ہے کیا میں تم کو اس سے آگاہ نہ کروں؟ ہم سب نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ ﷺ! فرمایا: وہ شرک خفی ہے یعنی یہ کہ مثلاً کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے تو وہ نماز کو محض اس لیے درست کر کے پڑھے کہ کوئی دوسرا شخص اس کو دیکھ رہا ہے (مسند احمد)۔ ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت میں جب اللہ تعالیٰ اگلوں اور پچھلوں کو یکجا کرے گا تو ایک منادی آکر پکارے گا کہ جس کسی نے اپنے عمل میں اللہ کے ساتھ کسی غیر کو بھی شریک بنایا تھا تو وہ اپنا ثواب اس غیر سے مانگے کہ اللہ ساجھے سے بے نیاز ہے (ترمذی)۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمام شریکوں میں سب سے زیادہ شرکت سے بے نیاز ہوں لہٰذا جس نے اپنے کسی کام میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کر لیا تو میں اس سے الگ ہوں اور وہ اسی کا ہے جس کو اس نے میرا شریک بنایا۔ (مسلم)

ان تعلیمات کا یہ اثر تھا کہ صحابہؓ اپنے ہر عمل میں اس شرک خفی سے ڈرتے تھے۔ شدادؓ بن اوس کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے زمانۂ حیات میں ریا کو شرک اصغر تصور کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ فاروق جا رہے تھے، دیکھا کہ حضرت معاذؓ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے رونے کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے قبر مبارک کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس قبر میں مدفون ہستی نے فرمایا تھا ''ریا کا ادنیٰ شائبہ بھی شرک ہے''۔ اسی طرح ایک دفعہ عبادہ تابعیؒ نے دیکھا کہ حضرت شدادؓ بن اوس صحابی اپنی جانماز پر بیٹھے زار و قطار رو رہے

Marfat.com

ہیں۔ رونے کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے بیان کیا کہ ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر حزن وملال کے آثار دیکھے۔ عرض کیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، اس حزن وملال کا سبب کیا ہے۔ ارشاد ہوا: میں اپنے بعد اپنی امت پر ایک چیز سے ڈرتا ہوں۔ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا ہے؟ فرمایا: شرک اور چھپی نفسانی خواہش۔ میں نے دوبارہ گزارش کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ کی امت، آپ ﷺ کے بعد شرک میں مبتلا ہوگی؟ فرمایا: اے شداد! میری امت یقیناً سورج یا چاند یا بت اور پتھر کی پرستش نہیں کرے گی لیکن وہ اپنے عمل کی نمائش اور ریا کرے گی (ابن ماجہ)۔ جہاں تک چھپی نفسانی خواہش کا تعلق ہے اس کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا الٰہ (خدا) بنا لیا۔" (الفرقان ۲۵: ۴۳)

اسی لیے بڑا بت وہی ہے جس کو انسان نے خود اپنے دل کے بت خانے میں چھپا رکھا ہے اس بت کو توڑنا توحید کی اصلی تکمیل ہے۔ آپ ﷺ نے بتایا کہ انسان کے تمام کاموں کا دارومدار خود اس کے دل کے عمل (نیت) پر ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کے ہر قسم کے کاموں کا اصلی محرک صرف اللہ کا حکم، اللہ کا خوف، اللہ کی اطاعت، اللہ کی خوشنودی، اللہ کی محبت، غرض صرف اللہ ہونا چاہیے۔ جس درجے تک ایک مومن کی اس قلبی کیفیت میں ترقی ہوگی اس کے ایمان وتوحید کی تکمیل بھی پایہ کمال کو پہنچتی جائے گی، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے ہر جگہ اور ہر موقعے پر انسان کو اس کے عمل کی غرض وغایت اللہ کی خوشنودی اور خالص اس کی رضا کے لیے کرنے کی تعلیم دی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کے لیے دیا اور اللہ ہی

Marfat.com

کے لیے روک لیا، اللہ کے لیے چاہا اور اللہ ہی کے لیے عداوت کی اور اللہ ہی کے لیے بیاہ کیا اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا۔ (مسند احمد)

بچوں سے خوش طبعی

عرب میں بچہ ہاتھوں میں اٹھانا عیب سمجھا جاتا تھا۔ عرب سردار بچے نہیں اٹھا سکتا تھا۔ پاکستان میں تو اب بھی کچھ علاقے ایسے ہیں جہاں کوئی بڑا سردار اپنے بچے کو اٹھا کر ڈیرے پر نہیں آتا کیوں کہ اسے ذلت محسوس ہوتی ہے۔ چودہ سو سال پہلے تو عرب کا تکبر اس سے کروڑوں گنا زیادہ تھا۔ وہ اپنے بچوں کو اٹھاتے نہیں تھے۔ اس ماحول میں عظیم ترین ہستی اللہ کے رسول ﷺ نے نہ صرف بچوں کو اٹھایا بلکہ ایک کندھے پر حسینؓ کو اور دوسرے کندھے پر حسنؓ کو بٹھا کر باہر تشریف لے آتے اور بعض روایات میں گھٹنوں کے بل چل کر اونٹ اور گھوڑے کی سواری کرائی جا رہی ہوتی۔ ایسے ہی ایک موقعے پر حضرت عمرؓ نے دیکھ کر فرمایا: کیا خوب عالی شان سواری ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سوار بھی تو کیا خوب ہے۔

ایک اعرابی اقرع بن حابس جو درشت خو بدو تھا دربار نبویؐ میں آیا۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت حسنؓ کو پیار کرتے ہوئے ان کا بوسہ لیا۔ اقرع جو پاس ہی بیٹھا تھا حیران و پریشان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھرے مجمعے میں یہ کیا کر دیا؟ کیوں کہ ان کے لیے یہ نہ صرف عجب بات تھی بلکہ ادب اور وقار کے خلاف تھی۔ اس نے کہا: کیا آپ ﷺ بچوں کو پیار کرتے ہیں؟ میرے دس بچے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو آج تک نہیں چوما۔ رسول کریم ﷺ نے اس کی طرف نظر اٹھائی پھر فرمایا: ہاں میں بھی ان سے پیار کرتا ہوں اور اللہ بھی کرتا ہے، جو ان سے پیار کرے گا، اللہ ان سے پیار کرے گا۔ جو بچوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔ (بخاری)

Marfat.com

رسول کریم ﷺ جب بچوں کے قریب سے ہوکر گزرتے تو ان کو خود السلام علیکم فرماتے (ابوداؤد)۔ بچوں سے بہت شفقت فرماتے۔ اُن کے سر پر ہاتھ پھیرتے، ان کو پیار کرتے اور ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے۔ کبھی ننھے بچے لائے جاتے تو ان کو گود میں لے لیتے اور ان کو بڑی محبت سے کھلاتے۔ ان کو بہلانے کے لیے بچے کے سامنے اپنی زبان مبارک نکالتے۔ بچہ خوش ہوتا اور بہلتا۔ کبھی لیٹے ہوتے تو اپنے قدموں کے تلووں پر اور کبھی سینہ اطہر پر بچے کو بٹھا لیتے۔ ایک دفعہ ایک معصوم بچے کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: یہ بچے تو اللہ کے باغ کے پھول ہیں۔ بچوں کے نام تجویز کرتے۔ اگر کئی بچے ایک جگہ جمع ہوتے تو رسول کریم ﷺ ان کو ایک قطار میں کھڑا کر دیتے اور اپنے دونوں بازوؤں کو پھیلا کر بیٹھ جاتے اور فرماتے: بھئی تم سب دوڑ کر ہمارے پاس آؤ، جو بچہ سب سے پہلے ہم کو چھو لے گا، ہم اس کو یہ اور یہ دیں گے۔ بچے دوڑتے ہوئے آتے تو کوئی آپ ﷺ کے سینہ پر گرتا، کوئی پیٹ پر۔ آپ ﷺ ان کو سینہ مبارک سے لگاتے اور پیار کرتے۔ (اسوہ رسول کریمؐ)

جابرؓ بن سمرہ صحابی تھے، وہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ اپنے گھر کی طرف چلے، میں بھی ساتھ ہو لیا کہ ادھر سے چند لڑکے نکل آئے، آپ ﷺ نے سب کو پیار کیا اور مجھے بھی پیار کیا۔ (مسلم)

ایک دن خالدؓ بن سعید خدمت اقدس میں آئے، ان کی چھوٹی لڑکی بھی ساتھ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے پشت پر جو مہر نبوت تھی، ابھری ہوئی تھی، بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر معمولی چیز نظر آئے تو اس سے کھیلنے لگتے ہیں، وہ بھی مہر نبوت سے کھیلنے لگیں۔ خالدؓ نے ڈانٹا تو رسول کریم ﷺ نے روکا کہ کھیلنے دو۔ (بخاری)

Marfat.com

ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس ایک سیاہ چادر جس کے دونوں طرف آنچل تھے کہیں سے آئی۔ آپ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا: یہ چادر کس کو دوں؟ لوگ چپ رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ام خالد کو لاؤ۔ وہ آئیں تو آپ ﷺ نے ان کو پہنایا اور دو دفعہ فرمایا: ''پہننا اور پرانی کرنا''۔ چادر میں جو بوٹے تھے رسول کریم ﷺ ان کو دکھا دکھا کے فرماتے: ام خالد دیکھنا یہ سنہ ہے، یہ سنہ ہے حبشی زبان میں حسنہ کو سنہ کہتے ہیں چوں کہ ان کی پیدائش حبش میں ہوئی تھی اور کئی سال تک وہیں رہی تھیں، اس لیے ان سے حبشی زبان کا لفظ استعمال کیا۔ (بخاری)

ایک صحابیؓ کا بیان ہے کہ میں بچپن میں انصار کے نخلستان میں چلا جاتا اور ڈھیلے مار کر کھجوریں گراتا۔ ایک مرتبہ لوگ مجھے پکڑ کر خدمت اقدس میں لے گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ڈھیلے کیوں مارتے ہو؟ میں نے کہا: کھجوریں کھانے کے لیے۔ ارشاد فرمایا: کھجوریں جو زمین پر پڑی ہوئی ہوں ان کو اٹھا کر کھا لیا کرو، ڈھیلے نہ مارو، یہ کہہ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ (ابوداؤد)

حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں اور ارادہ ہوتا ہے کہ دیر میں ختم کروں گا اتنے میں صف سے کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو تکلیف ہوتی ہوگی۔ (المصنف ابن ابی شیبہ)

یہ محبت اور شفقت مسلمان بچوں تک محدود نہ تھی بلکہ مشرکین کے بچوں پر بھی اسی طرح لطف فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک غزوے میں چند بچے جھپٹ میں آ کر مارے گئے۔ آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو نہایت آزردہ ہوئے، ایک صاحب نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! مشرکین کے بچے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: خبردار! بچوں کو قتل نہ کرنا، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرنا ہر جان اللہ ہی کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔ (مسند احمد)

Marfat.com

ہجرت کے موقعے پر جب رسول کریم ﷺ مدینے میں داخل ہو رہے تھے انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں خوشی سے دروازوں سے نکل نکل کر گیت گا رہی تھیں جب آپ ﷺ کا ادھر گزر ہوا تو فرمایا: اے لڑکیو! تم مجھے پیار کرتی ہو؟ سب نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا: میں بھی تمھیں پیار کرتا ہوں۔ (بیہقی)

حضرت عائشہؓ کم سنی میں بیاہ کر آئی تھیں، محلہ کی لڑکیوں کے ساتھ وہ کھیلا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ جب گھر میں تشریف لاتے تو لڑکیاں آپ ﷺ کا لحاظ کر کے ادھر ادھر چھپ جاتیں لیکن آپ ﷺ انھیں تسکین دیتے اور کھیلنے کو کہتے۔ (ابوداؤد)

عبد اللہؓ بن بشیر کے ہاتھ ان کی والدہ نے ہدیہ کے طور پر انگور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجے۔ صاحب زادے میاں راستے میں ہی کھا گئے۔ بعد میں معاملہ کھلا تو رسول کریم ﷺ پیار سے عبد اللہ کے کان پکڑ کر فرماتے: ''یا غدر! یا غدر!'' (اودھوکے باز، اودھوکے باز)۔ (حلیۃ الاولیا)

ایک بار حضرت انسؓ کے بھائی ابو عمیر کا پالا ہوا ممولا مر گیا تو وہ اداس بیٹھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو پکار کر فرمایا: ابو عمیر! تمھارے مولے کو کیا ہوا؟ (بخاری)

رسول کریم ﷺ کا معمول تھا کہ جب سفر سے تشریف لاتے تو راستے میں جو بچے ملتے چھوٹا ہوتا تو آگے اور بڑا ہوتا تو پیچھے نہایت شفقت سے اپنی سواری پر بٹھا لیتے (سیرت النبی ﷺ)۔ بچے بھی آپ ﷺ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ جہاں آپ ﷺ کو دیکھا لپک کر آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ ﷺ ایک ایک کو گود میں اٹھاتے، پیار کرتے اور کوئی کھانے کی چیز کبھی کھجوریں، کبھی تازہ پھل اور کبھی کوئی اور چیز عنایت فرماتے۔ خصوصاً جب فصل کا میوہ پہلی بار آتا تو دعائے برکت مانگ کر کم عمر بچوں کو پہلے دیتے (المعجم الصغیر)۔ آپ ﷺ کے پیشِ نظر تھا کہ یہی نئی پود آئندہ تحریک اسلامی کی علم بردار ہوگی۔ (اسوہ رسول کریمؐ)

Marfat.com

بوڑھوں کا احترام فرماتے

فتح مکہ کے موقعے پر حضرت ابو بکرؓ صدیق اپنے ضعیف العمر والد کو جو بینائی سے بھی محروم ہو چکے تھے بیعت اسلام کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں لائے تو حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا: بزرگوار کو کیوں تکلیف دی۔ گھر ہی میں کیوں نہ رہنے دیا۔ میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔ ابو بکرؓ نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ یہ زیادہ مناسب بات ہے کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں بجائے اس کے کہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے جائیں۔ رسول کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ ابو قحافہؓ کے ہاتھ میں دیا اور انھیں اپنے سامنے بٹھا لیا۔ انھیں توحید و رسالت کا زبانی اقرار کرنے کی دعوت دی جو انھوں نے برضا و رغبت قبول کر لی۔ (مسند احمد)

صنف نازک (عورتوں) کی آسایش و احترام کا حکم

ایک بار قرابت کی بہت سی خواتین بیٹھی ہوئی رسول کریم ﷺ سے بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ آئے تو سب اٹھ کر چل دیں، رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: اللہ آپ ﷺ کو خنداں رکھے، کیوں ہنسے؟ فرمایا: مجھے ان عورتوں پر تعجب ہوا کہ تمھاری آواز سنتے ہی سب آڑ میں چھپ گئیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتیں۔ سب نے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کی نسبت سخت مزاج ہو۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں آپ ﷺ منہ ڈھانک کر سوئے ہوئے تھے۔ عید کا دن تھا۔ بچیاں گا بجا رہی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ آئے تو ان کو ڈانٹا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''ان کو گانے دو یہ ان کی عید کا دن ہے''۔ (متفق علیہ)

Marfat.com

عورتیں عموماً نہایت دلیری کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے بے محابا مسائل دریافت کرتی تھیں اور صحابہؓ کو ان کی اس جرأت پر حیرت ہوتی تھی لیکن آپ ﷺ کسی قسم کی ناگواری ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ چوں کہ عورتیں عموماً نازک طبع اور ضعیف القلب ہوتی ہیں لہٰذا رسول کریم ﷺ ان کی خاطرداری کا نہایت خیال رکھتے تھے۔

حجۃ الوداع کے موقعے پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں! عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، اس لیے کہ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور ان کی شرم گاہوں کو اللہ کی بات کے ساتھ حلال سمجھا ہے۔ تمھارا ان پر حق ہے اور ان کا تم پر حق ہے۔ تمھارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ پاک باز رہیں اور تمھارے بستر پر کسی غیر کو جس کا آنا تمھیں ناگوار ہو، نہ آنے دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو مار سکتے ہو لیکن سخت مار نہ مارنا۔ اور ان کا حق تمھارے اوپر یہ ہے کہ معروف طریقے پر ان کی خوراک و پوشاک کا انتظام کرو۔ (مسلم)

ام المومنین سیدہ صفیہؓ ایک سفر میں ساتھ تھیں، وہ تمام جسم کو چادر سے ڈھانپ کر اونٹ کی پچھلی نشست پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھیں۔ جب وہ اونٹ پر سوار ہونے لگتیں۔ تو رسول کریم ﷺ اپنا گھٹنا آگے بڑھا دیتے۔ ام المومنین صفیہؓ اپنا پاؤں آپ ﷺ کے گھٹنے پر رکھ کر اونٹ پر چڑھ جایا کرتیں۔ ایک دفعہ ناقہ کا پاؤں پھسلا اور آپ ﷺ اور ام المومنین صفیہؓ دونوں گر پڑے۔ سیدنا ابو طلحہؓ دوڑے دوڑے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم پہلے عورت کی خبر لے لو۔

حضرت سعدؓ چاہتے تھے کہ اپنی کل دولت اللہ کی راہ میں دے دیں

Marfat.com

آپ ﷺ نے انھیں فرمایا: اے سعدؓ! جو کچھ اس نیت سے خرچ کرو کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات مطلوب ہے اس کا تم کو ثواب ملے گا یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں بھی دو اس کا بھی ثواب ہے (متفق علیہ)۔ ایک اور موقعے پر ابو مسعودؓ انصاری سے فرمایا: مسلمان اگر ثواب کی نیت سے اپنی بیوی کا نفقہ پورا کرے تو وہ بھی صدقہ ہے۔ (بخاری)

ایک سفر میں اونٹوں کے کجاووں میں عورتیں سوار تھیں اور ساربان انجشہ نامی ایک حبشی غلام اونٹوں کی مہار پکڑے جا رہا تھا، وہ حدی خوانی کرنے لگا۔ حدی ایسی آواز سے شعر پڑھنے کو کہتے ہیں جس سے اونٹ تیز چلنے لگتے ہیں۔ انجشہ کے حدی پڑھنے سے اونٹ زیادہ تیز چلنے لگے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''انجشہ! دیکھنا شیشے (عورتیں) ٹوٹنے نہ پائیں'' (سیرت النبی ﷺ)۔ اس ارشاد میں رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو کانچ کے آلات سے تشبیہ دی ہے۔ نفاست ونزاکت کے علاوہ وجہ تشبیہ عورتوں کا ضعف خلقت ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ آرام اور آسایش کی مستحق ہوتی ہیں۔

ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس ایک نہایت غریب عورت سائل بن کر آئی۔ اس کے ساتھ اس کی دو کمسن بچیاں بھی تھیں۔ اس وقت کاشانہ نبویؐ میں ایک کھجور کے سوا کھانے کو کچھ اور نہ تھا۔ ایک کھجور زمین پر پڑی ہوئی تھی، ام المومنینؓ نے وہی ایک کھجور اس کی نذر کر دی۔ ماں کی مامتا نے گوارا نہ کیا کہ وہ کھجور آپ ہی کھا لے اور ان ننھی جانوں کو اس سے محروم رکھے۔ اس نے کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا۔ حضرت عائشہؓ کو غریب ماں کی محبت کے اس منظر کو دیکھ کر تعجب ہوا۔ رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائے تو یہ واقعہ سنایا۔ رسول کریم ﷺ نے سن کر فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کو بیٹیاں دے اور وہ ان سے محبت کرے اور اس کا حق بجالائے تو وہ دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا۔ (متفق علیہ)

Marfat.com

فرمایا: اگر کسی کی بہن یا بیٹی بیوہ یا طلاق یافتہ ہو کر اس کے دروازے پر آ بیٹھے۔ اور اس کے علاوہ اس کا کمانے والا کوئی اور نہ ہو تو جس نے اس وقت اس کا خیال رکھا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا جس طرح میری یہ دو انگلیاں (آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو آپس میں جوڑ کے دکھایا)۔ اسی طرح کی ایک اور روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ عمر تمیز کو پہنچ جائیں تو قیامت کے دن اس کا یہ رتبہ ہوگا کہ وہ اور میں (دو انگلیوں کو جوڑ کر فرمایا) اس طرح ملے ہوئے ہوں گے۔ (مسلم)

ماضی نے جاہلیت کے تاریک دور کو اپنے صفحات میں کچھ ایسے لپیٹ رکھا تھا کہ جب بھی زمانہ جاہلیت کا تذکرہ ہوتا تو ہونٹوں پر کڑواہٹ اور حقارت کے اثرات محسوس ہوتے تھے۔ ایسا ہی ماضی لیے ایک دن ایک بدو گاؤں سے مسجد نبویؐ میں آیا اور رسول ﷺ سے گفت گو کرنے لگا۔ دوران گفت گو اس نے آپ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! جب ہم جاہلیت اور بتوں کی عبادت میں مبتلا تھے اس وقت ہم اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ مجھے اپنی شادی کے چند دن بعد ہی ایک لمبے عرصے کے لیے کسی دور دراز کے سفر پر جانا پڑ گیا۔ جاتے ہوئے میں نے اپنی بیوی سے کہا: دیکھو اگر میرے بعد بیٹا ہوا تو اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کرنا اور اگر بیٹی ہوئی تو مجھے اس کی ضرورت نہیں، اسے زندہ درگور کر دینا۔ یہ کہہ کر میں اپنے سفر پر چلا گیا۔ چند برسوں بعد جب میں واپس پلٹا تو میں نے گھر میں ایک بہت ہی خوب صورت بچی کو کھیلتے ہوئے پایا۔ میرے پوچھنے پر مجھے بیوی نے بتایا کہ یہ پڑوس والوں کی بیٹی ہے۔ وہ بچی مجھے بڑی پیاری لگی۔ میں نے اسے اپنے پاس بلایا۔ میرے بلانے پر وہ خوش ہوئی اور بھاگتی ہوئی میرے پاس آئی، مجھے گلے لگ

Marfat.com

کر پیار کرنے لگی۔ مجھے یہ سب بہت اچھا لگا۔ جب میری بیوی نے یہ منظر دیکھا تو اس نے مجھے بتایا کہ یہ تمھاری اپنی ہی بیٹی ہے۔ یہ سننا تھا کہ غصے سے میرے چہرے کا رنگ سرخ ہوگیا، جیسے میرے کانوں سے آگ نکل رہی ہو۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ میرے پیچھے چل پڑی۔ اس نے جب میرے تیور دیکھے تو بڑے پیار سے بار بار کہنے لگی: آپ تو میرے پیارے ابا جان ہیں ناں، تو پھر آپ بھلا مجھے کیوں ماریں گے۔ لیکن میں اس کی باتوں کی پروا کیے بغیر بڑی تیزی سے گھر کے قریب واقع ایک کنویں کے پاس پہنچا اور اسے ہاتھ سے پکڑ کر کنویں میں پھینک دیا۔ اس کی سب سے آخری بات جو میں نے سنی وہ اس کی یہ پکار تھی: او میرے پیارے ابا جان! میرے پیارے ابا جان! میں کنویں پر کھڑا ہو کر اس وقت تک اوپر سے پتھر برساتا رہا جب تک اس کی آواز آنا بند نہیں ہوگئی۔ یہ سن کر رسول کریم ﷺ زار و قطار رونے لگے۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا: تم نے رسول اللہ ﷺ کو غم زدہ کر دیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اپنی بات دوبارہ سناؤ۔ چناں چہ اس نے اپنا واقعہ دوبارہ سنایا جس پر آپ ﷺ اتنا روئے کہ آپ ﷺ کے آنسو ڈاڑھی مبارک پر بہنے لگے۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے اس سے فرمایا: چوں کہ اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کے اعمال کو کالعدم قرار دیا ہے، اس لیے تم نئے سرے سے عمل کرو۔ (تفسیر القرطبی)

یہ اس دور کے لوگوں کی حالت تھی۔ عورت کو جینے کا حق حاصل نہیں تھا۔ رسول کریم ﷺ کا ایسی قوم میں ظہور ہوا۔ آپ ﷺ نے جہاں دکھی انسانیت کو ان کے حقوق دلوائے، وہیں معاشرت میں عورت کو بھی اونچا مقام عطا کیا۔ وہ عورت جو اپنے باپ کی نظروں میں بھی حقیر و ذلیل تھی اور اپنی بیٹیوں کو ان

Marfat.com

کے باپ سے چھپاتی پھرتی تھی، رسول کریم ﷺ نے اسے اس کے شایان شان قدر و منزلت عطا کی۔ اگرچہ اس وقت اعداد و شمار محفوظ رکھنے کا رواج نہ تھا۔ لیکن میرے خیال میں اس دور میں زندہ بچ جانے والی پچاس فیصد بچیاں ایسی ہوں گی، جنھیں ان کی ماؤں نے ان کے باپوں سے چھپا لیا ہوگا۔ اس قتل اور زندہ درگور کرنے کے عمل کو حضرت ابوبکرؓ جیسے چند گنے چنے سلیم الطبع لوگوں کے سوا کوئی بھی ناپسند نہ کرتا تھا۔ اسلام کی روشنی سے محروم رہنے والے اکثر نوجوان اپنی بیٹیوں کے قاتل تھے۔ ایسے معاشرے میں رسول اللہ ﷺ نے عورت کو اس کا صحیح مقام و احترام عطا کیا۔

نسائی اور مسند احمد میں ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی درج ذیل واقعے پر بھی ذرا غور فرمایئے۔

ایک نوجوان عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور کہنے لگی: میرے باپ نے اپنے بھتیجے کے ساتھ میرا نکاح کر دیا ہے حال آں کہ میں اس پر راضی نہیں ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے تک ٹھہرو۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اس نے آپ ﷺ کو اپنی بات سنائی۔ رسول اللہ ﷺ نے پیغام بھجوا کر اس کے باپ کو بلوایا اور اس عورت کو اپنے معاملے کا اختیار دے دیا۔ اس پر عورت نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے باپ کے فیصلے کو برقرار رکھتی ہوں۔ میرا مقصد تو عورتوں کو اس مسئلے سے آگاہ کرنا تھا۔

وہ عورت جسے پہلے زندہ درگور کیا جاتا اور معاشرے میں اس کے ساتھ اہانت آمیز برتاؤ رکھا جاتا، اب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوری آزادی سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی اور یہ جاننا چاہتی ہے کہ آیا اس کے والد کو اس کے

Marfat.com

ہونے والے شوہر کے تعین میں قوت کے استعمال کا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ اگر زمانہ نبوت سے چند سال پہلے کسی کو مستقبل میں اس قسم کی تبدیلی کے وقوع پذیر ہونے کا بتایا جاتا تو وہ اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا اور ایسی بات بتانے والے کو پاگل ٹھیراتا۔

اسلام وہ واحد دین ہے جس نے عورت کو بہن کی صورت میں عفت، بیوی ہونے پر عصمت کی چادر عطا کی جب کہ ماں ہونے پر تو جنت ہی لا کر اس کے قدموں میں رکھ دی اور ان کا خیال رکھنے والوں کو جنت میں اپنی معیت کا پروانہ خود رسول اللہ ﷺ نے دے دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ مسلمان کے لیے یہ بھی ضروری قرار دیا کہ وہ لڑکے کو لڑکی پر صرف جنس کی بنیاد پر ترجیح نہ دے۔ ارشاد ہوا: جس کی لڑکی ہو، اور وہ اس کو زندہ رہنے دے اور اس کی بے توقیری نہ کرے اور نہ اس پر لڑکے کو ترجیح دے تو اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔

حقوق نسواں کا واویلا کرنے والے آج جا کر یورپ اور امریکہ میں عورت سے پوچھیں، جو خود انھیں بتائے گی کہ ہمیں ٹشو پیپر کی طرح استعمال کر کے پھینک تو دیا جاتا ہے، لیکن کوئی بیوی، بہن یا ماں کا درجہ دینے کو تیار نہیں۔ ان کے تو جوتوں کی پالش اس وقت تک نہیں بکتی جب تک اس پر کسی عورت کی برہنہ یا نیم برہنہ تصویر نہ ہو۔ جب کہ اسلام میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں کوئی بھی صاحب عقل، نہ صرف عورت بلکہ اس کی دیکھ بھال کرنے والوں کی بلندی کا اندازہ بڑی آسانی سے کر سکتا ہے۔

فاحشہ عورت پر رسول کریم ﷺ کی شفقت

ایک دن رسول کریم ﷺ کھانا کھا رہے تھے کہ ایک فاحشہ عورت پاس

Marfat.com

سے گزری۔ فاحشہ عورت تو جہاں جو مرضی ہو بول دے۔ اس کے پاس کون سا حیا کا زیور ہوتا ہے۔ اس نے طنز کیا، کہنے لگی: بڑا نبی بنا پھرتا ہے کسی کو روٹی پوچھتا ہی نہیں ہے، اکیلے ہی کھا رہا ہے۔ آپ ﷺ نے کہا آ جا! تو بھی کھا لے۔ وہ آ گئی کہنے لگی: جو تیرے منہ میں نوالا ہے وہ نکال کے دے۔ وہ تو لاجواب کرنا چاہتی تھی کہ یہ کہاں کریں گے بلکہ کہیں گے، جا دفع ہو جا۔ نکالو اس بدبخت خاتون کو جو دربار نبوت کے آداب نہیں جانتی۔ اگر آج کل کے کوئی حضرت مولانا صاحب ہوتے تو ان کے مرید ہی اس کو اٹھا کے پھینک دیتے کہ بدتمیز، فاحشہ، بزرگوں سے بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ لیکن یہاں تو نظام ہی کچھ اور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی لو اور منہ سے نوالا نکال کر اس کے منہ میں ڈال دیا۔ یہ رسول کریم ﷺ کی شفقت تھی کہ آپ ﷺ کے منہ سے نکلا ہوا نوالا اور اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن جب اس کے منہ میں گیا تو ایک دم ایمان اس کے اندر دوڑ گیا، وہ فاحشہ سے حیادار مومنہ بن گئی، ضرب المثل بن گئی اور مرتے دم تک کسی سے فحش گوئی نہیں کی۔

غلاموں پر شفقت

رسول کریم ﷺ غلاموں (آج کے دور میں گھر یا دفتر کے ملازمین) پر خصوصیت کے ساتھ شفقت فرماتے تھے، فرمایا کرتے تھے: یہ تمھارے بھائی ہیں۔ ان کا خیال رکھو۔ جو خود کھاتے ہو وہ انھیں بھی کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو وہ انھیں بھی پہناؤ۔ اور اگر ان سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہو جائے جسے تم جانتے ہو تو جانے دو۔

رسول اللہ ﷺ غلاموں کو گھریلو معاملات کا ذمہ دار بناتے تھے۔ آپ ﷺ کی ملکیت میں جو غلام آتے ان کو آپ ﷺ ہمیشہ آزاد فرما دیتے تھے لیکن

Marfat.com

وہ رسول کریم ﷺ کے احسان وکرم کی زنجیر سے آزاد نہ ہو پاتے۔ ماں باپ، قبیلہ رشتہ دار اور آزادی کو چھوڑ کر عمر بھر آپ ﷺ کی غلامی کو ترجیح دیتے۔ زیدؓ بن حارثہ ایسے ہی ایک غلام تھے۔ جب ان کے والدین ان کو لینے آئے تو رسول کریم ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا لیکن وہ اس آستانہ رحمت پر والدین کو ترجیح نہ دے سکے اور ان کے ساتھ جانے سے قطعاً انکار کر دیا۔

کاش میں بھی ہوتا تیرا غلام کوئی

لاکھ کہتا نہ میں رہا ہوتا!

زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ سے آپ ﷺ اس قدر محبت کرتے کہ خود اپنے دست مبارک سے ان کی ناک صاف کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ابو مسعودؓ انصاری اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ اتفاق سے رسول اللہ ﷺ اس موقعے پر تشریف لائے، جب یہ منظر دیکھا تو رنجیدہ ہو کر فرمایا: ابو مسعود! اس غلام پر تمھیں جس قدر اختیار ہے، اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے۔ ابو مسعودؓ نے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے۔ ارشاد مبارک سن کر تھرا اُٹھے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے اللہ کی خاطر اس غلام کو آزاد کیا۔ فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے تو آتش دوزخ تم کو چھو لیتی۔ ابو مسعودؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی اس نصیحت کا یہ اثر مجھ پر ہوا کہ میں نے پھر کبھی کسی غلام کو نہیں مارا۔ (ابوداؤد)

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے آ کر پوچھا کہ میں اپنے خادم کا قصور کتنا معاف کروں۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔ اس نے پھر یہی پوچھا۔ تب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر روز ستر بار معاف کیا کرو'' یعنی کثرت سے۔ (ابوداؤد)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک خاندان میں سات آدمی تھے، اور سات آدمیوں کے بیچ میں ایک ہی لونڈی تھی۔ ایک دفعہ ان میں سے ایک نے اس لونڈی کو پتھر مارا۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو آزاد کر دو۔ ان لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم سات آدمیوں کے بیچ میں یہی ایک خادمہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اس وقت تک خدمت گزاری کرے جب تک تم اس سے بے نیاز نہ ہو جاؤ۔ جب حاجت نہ رہے تو آزاد ہے۔

ایک صاحب کے پاس دو غلام تھے جن سے وہ بہت شاکی رہتے تھے۔ ان کو مارتے اور برا بھلا کہتے لیکن وہ دونوں باز نہ آتے تھے۔ انھوں نے آکر رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی اور اس کا علاج پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمھاری سزا اگر ان کے قصور کے برابر ہوگی تو خیر، ورنہ سزا کی جو مقدار زائد ہوگی اس کے برابر تمھیں بھی اللہ سزا دے گا۔ یہ سن کر وہ بے قرار ہو گئے اور گریہ وزاری شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ شخص قرآن نہیں پڑھتا؟ یہ سن کر انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ بہتر یہ ہے کہ میں ان کو اپنے سے جدا کر دوں۔ آپ ﷺ گواہ رہیں کہ اب وہ آزاد ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے غلاموں کا بیاہ کر دیتے لیکن پھر جب چاہتے جبراً ان میں تفریق بھی کرا دیتے تھے۔ چناں چہ ایک شخص نے اپنی لونڈی سے اپنے غلام کا عقد کر دیا اور پھر دونوں میں علاحدگی کرنی چاہی۔ غلام نے خدمت نبویؐ میں آکر شکایت کی۔ رسول کریم ﷺ نے منبر پر خطبہ دیا کہ لوگ کیوں غلاموں کا نکاح کر کے پھر تفریق کرانا چاہتے ہیں؟ نکاح وطلاق کا حق صرف شوہر کو ہے۔

اسی رحمت وشفقت کا اثر تھا کہ کافروں کے غلام بھاگ بھاگ کر

Marfat.com

رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ﷺ انھیں آزاد فرمادیتے تھے۔ مال غنیمت جب تقسیم ہوتا تو آپ ﷺ اس میں سے غلاموں کو بھی حصہ دیتے تھے جو غلام نئے نئے آزاد ہوتے تھے۔چوں کہ ان کے پاس کوئی مالی سرمایہ نہیں ہوتا تھا اس لیے جو آمدنی وصول ہوتی تھی اس میں سب سے پہلے آپ ﷺ انھیں کو عنایت فرماتے تھے۔

حضرت انسؓ بن مالک جو آپ ﷺ کے خادم خاص تھے۔ان کی خالہ کا نام ام حرامؓ تھا، جو رضاعت کے رشتے سے آپ ﷺ کی خالہ بھی تھیں۔آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب قبا تشریف لے جاتے تو ان کے پاس ضرور جاتے۔وہ اکثر کھانا لا کر پیش کرتیں اور آپ ﷺ تناول فرماتے۔آپ ﷺ سو جاتے تو وہ آپ ﷺ کے بالوں میں کنگھی کرتیں۔حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ سے آپ ﷺ کو نہایت محبت تھی۔ آپ ﷺ اکثر ان کے ہاں تشریف لے جاتے، وہ بچھونا بچھا دیتیں، آپ ﷺ آرام فرماتے۔ جب سو کر اٹھتے تو وہ آپ ﷺ کا پسینہ ایک شیشی میں جمع کر لیتیں۔مرتے وقت وصیت کی کہ کفن میں حنوط اسی عرق مبارک کے ساتھ ملایا جائے۔(مسلم)

ایک صحیح حدیث میں حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے ریشم و دیبا کو بھی آپ ﷺ کے دست مبارک سے زیادہ ملائم نہیں پایا اور نہ ہی آپ ﷺ کی خوش بو سے بہتر کوئی خوش بو سونگھی۔(مسلم)

ایک مرتبہ حضرت انسؓ کی والدہ نے آپ ﷺ کی دعوت کی۔کھانا خود تیار کیا۔رسول اللہ ﷺ نے کھانا نوش فرما کر فرمایا: ''آؤ میں تم کو نماز پڑھاؤں'' گھر میں صرف ایک چٹائی تھی اور وہ بھی پرانی ہو کر سیاہ ہو گئی تھی۔حضرت انسؓ نے

Marfat.com

پہلے اس کو پانی سے دھویا اور پھر نماز کے لیے بچھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے امامت کی، یتیم انسؓ اور ان کی دادی صف باندھ کر کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی اور واپس آئے۔ (سیرت النبی ﷺ)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجنا چاہا۔ میں نے کہا: نہیں جاؤں گا۔ آپ ﷺ چپ رہ گئے۔ میں یہ کہہ کر باہر چلا گیا حال آں کہ میرے دل میں یہ تھا کہ جو حکم مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے اس کے لیے ضرور جاؤں گا۔ پھر میں وہاں سے نکلا اور بازار میں بچوں کے ساتھ مل کر کھیلنے لگ گیا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ نے پیچھے سے آ کر میری گردن پکڑ لی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ پھر پیار سے فرمایا: ''انسؓ! جس کام کے لیے کہا تھا اب تو جاؤ''۔ میں نے عرض کیا: اچھا جاتا ہوں (مشکوٰۃ)۔ انسؓ نے اسی واقعے کے ساتھ آپ ﷺ کے حسن کردار کی تصویر خوب کھینچی، فرماتے ہیں: ''میں دس برس تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہا اور آپ ﷺ نے مجھے کبھی اف تک نہ کی۔ کوئی کام جیسا بھی کیا، نہیں کہا کہ یہ کیوں کیا۔ اور کوئی کام نہ کیا تو نہیں کہا کہ کیوں نہیں کیا۔ یہی معاملہ آپ ﷺ کا خادموں اور کنیزوں کے ساتھ رہا۔ آپ ﷺ نے ان میں سے کسی کو کبھی نہیں مارا۔''

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اس وقت سے کی جب کہ میں آٹھ برس کا تھا اور میں نے آپ ﷺ کی دس برس تک خدمت کی۔ آپ ﷺ نے کسی بات پر جو میرے ہاتھ سے ہوئی مجھے ملامت نہیں کی۔ اگر اہل بیت میں سے کسی نے میری غلطی پر ملامت کی بھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اگر تقدیر میں کوئی بات ہوتی ہے تو ہو کر رہتی ہے

Marfat.com

(مشکوٰۃ)۔اس کی تصدیق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ازواج یا خادموں میں سے کبھی کسی کو مارا، نہ کسی سے کوئی ذاتی انتقام لیا، بجز اس کے کہ آپ ﷺ اللہ کے راستے میں جہاد کریں یا قانون الٰہی کے تحت اس کی مقرر کردہ حرمتوں کے تحفظ کے لیے کارروائی کریں۔(ترمذی)

غلاموں کو لفظ ''غلام'' سن کر خود اپنی نظر میں ذلت محسوس ہوتی تھی۔ رسول کریم ﷺ کو ان کی یہ تکلیف بھی گوارا نہ تھی، فرمایا: کوئی ''میرا غلام'' یا ''میری لونڈی'' نہ کہے بلکہ ''میرا بچہ'' یا میری بچی'' کہے۔اور غلام بھی اپنے مالک کو خداوند نہ کہیں۔خداوند صرف اللہ ہے، آقا کہیں۔(سیرت النبی ﷺ)

اکثر نوکر چاکر، لونڈی غلام خدمت اقدس میں پانی لے کر آتے کہ آپ ﷺ اس میں ہاتھ ڈال دیں تاکہ متبرک ہو جائے، جاڑوں کے دن اور صبح کا وقت ہوتا تاہم رسول کریم ﷺ کبھی انکار نہ فرماتے۔(سیرت النبی ﷺ)

امت کے غربا کو رسول کریم ﷺ اپنے جگر کے ٹکڑے تصور کرتے تھے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے مزاج میں کسی قدر یہ بات تھی کہ وہ اپنے آپ کو غریبوں سے بالاتر سمجھتے تھے۔آپ ﷺ نے ان کی طرف خطاب کر کے فرمایا: تم کو جو نصرت اور روزی میسر آتی ہے، وہ ان ہی غریبوں کی بدولت آتی ہے۔(بخاری)

اسامہؓ بن زید سے فرمایا: میں نے جنت کے دروازے پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ زیادہ تر غریب و مفلس لوگ ہی اس میں داخل ہیں۔(مسلم)

عبداللہؓ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد نبویؐ میں بیٹھا تھا اور غریب مہاجر لوگ حلقہ باندھے ایک طرف بیٹھے تھے، اسی اثنا میں آپ ﷺ تشریف لے آئے اور ان ہی کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے یہ دیکھ کر میں بھی اپنی

Marfat.com

جگہ سے اٹھا اوران کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: فقرائے مہاجرین کو بشارت ہو کہ وہ دولت مندوں سے چالیس برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ عبداللہؓ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یہ سن کر ان کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے اور مجھے حسرت ہوئی کہ کاش میں بھی ان ہی میں ہوتا۔(مسلم)

عوالی میں ایک عورت رہتی تھی۔وہ بیمار پڑ گئی۔اس کے بچنے کی کوئی امید نہ تھی، خیال تھا کہ وہ آج کسی وقت مرجائے گی۔آپ ﷺ نے لوگوں سے کہا کہ وہ مرجائے تو میں جنازہ کی نماز خود پڑھاؤں گا،اس کے بعد دفن کی جائے۔ اتفاق سے اس نے کچھ رات گئے انتقال کیا۔اس کا جنازہ جب تیار ہو کر لایا گیا تو آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے۔صحابہؓ نے اس وقت آپ ﷺ کو تکلیف دینی مناسب نہ سمجھی اور رات ہی کو دفن کر دیا۔صبح کو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تو لوگوں نے واقعہ عرض کیا۔رسول کریم ﷺ یہ سن کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: مجھے اس کی قبر بتاؤ۔صحابہؓ کو ساتھ لے کر دوبارہ اس کی قبر پر جا کر نماز جنازہ ادا کی۔رسول کریم ﷺ کو اس بڑھیا سے پیار اس وجہ سے بھی ہوا کہ وہ ربّ کے گھر (مسجد نبویؐ) کی صفائی کرنے والی تھیں۔(مسلم)

غریب و نادار صحابہؓ نے دربار رسالت میں ایک دن شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ دولت مند لوگ ثواب میں بڑھ گئے۔ہماری طرح وہ بھی نماز پڑھتے ہیں،وہ بھی روزے رکھتے ہیں ان کے علاوہ وہ مالی عبادت بھی بجالاتے ہیں جو ہم نہیں بجالا سکتے۔فرمایا: کیا تم کو اللہ نے وہ دولت نہیں دی ہے جس کو صدقہ کرسکو، تمھارا سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر کہنا بھی صدقہ ہے۔مزید فرمایا: یہاں تک کہ جو کوئی اپنی نفسانی خواہش کو جائز طریقے سے پوری کرتا ہے وہ بھی ثواب کا کام کرتا ہے۔لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ تو اپنی نفسانی غرض کے لیے یہ کرتا ہے۔

Marfat.com

فرمایا: اگر وہ ناجائز طریقے سے اپنی ہوس پوری کرتا تو کیا اس کو گناہ نہ ہوتا؟ پھر اس کو جائز طریقے سے پورا کرنے کا ثواب کیوں نہ ملے گا۔ (مسلم)

حضرت انسؓ کا بیان ہے میں اکثر سوچتا تھا کہ قیامت کے دن جب آدمؑ سے لے کر آخری بنی آدم تک سارے انسان اکٹھے ہوں گے۔ اللہ کا دربار، اس کے فرشتے، پھر لوگوں کا ہجوم، ہم بھلا رسول اللہ ﷺ کو کیسے مل پائیں گے؟ کون ہمیں رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے دے گا؟ یہ سوچ کر پریشان ہو جاتا۔ ایک دن اسی سوچ اور پریشانی میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ یہاں تو ہم جب چاہتے ہیں آپ ﷺ سے بلا روک ٹوک آکر مل لیتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن آپ ﷺ کو کہاں تلاش کریں گے۔ رسول کریم ﷺ مسکرائے اور فرمایا: فکر نہ کرو انسؓ، میں اپنی امت کے غریبوں میں ہوں گا۔

اُم المومنین سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کی آخری وصیت جسے آپ ﷺ بار بار دہراتے رہے: دیکھنا ایک نماز نہ چھوڑنا اور دوسرا میری امت کے غلاموں (غریبوں) کا خیال رکھنا۔ (ابن ماجہ)

حیوانات پر رحم

اسلام دنیا میں لطف ومحبت کا جو عام پیغام لے کر آیا تھا اس کا سلسلہ حیوانات تک وسیع ہے۔ اسلام نے حیوانات کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کی ہدایت کی۔ اہل عرب وحشت وقساوت کی وجہ سے حیوانات پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے۔ وہ جانوروں کو اندھا دھند مار کر گرا دیتے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ تم ان کو کھا جاؤ اور اسے فیاضی سمجھتے تھے۔ دو آدمی شرط باندھ کر کھڑے ہو جاتے اور ہر ایک

Marfat.com

باری سے اپنا اپنا ایک اونٹ ذبح کرتا چلا جاتا، جو رک جاتا، وہ ہار جاتا تھا۔ یہ سب جانور دوست واحباب کی دعوت کی نذر ہو جاتے اور یہ بھی فیاضی سمجھی جاتی تھی۔ ان واقعات کا ذکر عرب شاعری میں بھی موجود ہے۔

ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب کوئی مر جاتا تو اس کی سواری کے جانور کو اس کی قبر پر باندھ دیتے تھے۔ اس کو دانہ گھاس اور پانی نہیں دیتے تھے اور وہ اسی حالت میں سوکھ کر مر جاتا ایسے جانور کو بلیہ کہتے تھے۔ اسلام آیا تو اس نے اس سنگ دلی کو مٹا دیا۔

رسول کریم ﷺ حیوانات پر نہایت رحم فرماتے تھے۔ ان بے زبانوں پر جو مظالم مدت سے عرب میں چلے آ رہے تھے وہ سب موقوف کرا دیے۔ اونٹ کے گلے میں قلادہ لٹکانے کا عام دستور تھا اس کو روک دیا۔ جانور کی دم اور ایال (بال) کاٹنے سے بھی منع کیا اور فرمایا: دم ان کا مورچھل ہے اور ایال ان کا لحاف ہے۔ (مسند احمد)

اس سے بھی زیادہ بے رحمانہ طریقہ یہ تھا کہ زندہ جانور کے بدن سے گوشت کا لوتھڑا کاٹ کر کھا جاتے، اسلام نے منع کر دیا (ترمذی)۔ رسول کریم ﷺ نے یہ حالت مدینے میں آ کر دیکھی تو فرمایا کہ اس طریقے سے زندہ جانوروں کا جو گوشت کاٹ کر کھایا جاتا ہے وہ مردار ہے۔ زندہ جانوروں کے مثلہ کرنے یعنی ان کے کسی عضو کے کاٹنے کی ممانعت فرمائی اور ایسا کرنے والے پر لعنت بھیجی۔ (مسند احمد)

عرب میں بے رحمی کا ایک دستور یہ تھا کہ کسی جانور کو باندھ کر اس کا نشانہ بناتے اور اس پر تیر اندازی کی مشق کرتے تھے۔ اس سنگ دلی کی بھی قطعاً ممانعت فرما دی اور اس قسم کے جانور کے گوشت کو کھانا حرام قرار دیا اور عام حکم دیا کہ کسی ذی روح چیز کو اس طرح نشانہ نہ بنایا جائے۔ (مسلم)

سعیدؓ بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ ایک جگہ سے گزرے تو دیکھا

Marfat.com

کہ ایک لڑکا مرغی کو باندھ کر تیر کا نشانہ بنا رہا تھا۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے مرغی کو کھول دیا اور مرغی کے ساتھ اس لڑکے کو لے کر اس کے خاندان میں آئے اور کہا کہ اپنے لڑکے کو اس سے منع کرو کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طریقے سے جانور یا اور کسی جان دار کو نشانہ بنانے کی ممانعت فرمائی ہے (سیرت رحمت عالمؐ)۔ اسی طرح کچھ اور لوگ مرغی کو باندھ کو نشانہ بنا رہے تھے، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کا گزر ہوا تو وہ لوگ بھاگ گئے۔ حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ نے کہا کہ ایسا کس نے کیا ہے؟ ایسا کرنے والوں کو رسول اللہ ﷺ نے ملعون قرار دیا ہے۔ (مسلم)

جو جانور جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس سے وہی کام لینا چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص ایک بیل پر سوار ہو کر جا رہا تھا۔ بیل نے مڑ کر کہا: میں اس کے لیے نہیں پیدا کیا گیا ہوں، صرف کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہوں۔ (بخاری) نیز فرمایا: اپنے جانوروں کی پیٹھ کو منبر نہ بناؤ، اللہ نے ان کو تمھارا فرماں بردار صرف اس لیے بنایا ہے کہ وہ تم کو ایسے مقامات میں پہنچا دیں جہاں تم بڑی مشقت سے پہنچ پاتے ہو۔ (ابوداؤد)

آپ ﷺ نے بعض مواقع پر اونٹ کی پشت پر بیٹھ کر خطبہ دیا ہے۔ اس لیے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ضرورت اور سفر کی حالت میں اس پر سوار ہونا تو جائز ہے لیکن بلا ضرورت سواری کے جانوروں کی پیٹھ پر بیٹھے رہنا مناسب نہیں کیوں کہ اس سے جانور کو غیر ضروری تکلیف ہوتی ہے۔ لہٰذا جانوروں کو دیر تک ان کے ساز و سامان میں باندھ کر کھڑا رکھنے کی بھی ممانعت کی اور فرمایا: جانوروں کی پیٹھوں کو بلاوجہ اپنی نشست گاہ اور کرسی نہ بناؤ۔

جانوروں کے آرام و آسایش کا خیال رکھتے ہوئے رسول کریم ﷺ نے

Marfat.com

فرمایا: جب تم لوگ سر سبزی اور شادابی کے زمانے میں سفر کرو تو اونٹوں کو زمین کی شادابی سر سبزی سے فائدہ پہنچاؤ اور جب قحط کے زمانے میں سفر کرو تو ان کو تیزی کے ساتھ چلاؤ تا کہ قحط کی وجہ سے ان کو گھاس یا چارے کی جو تکلیف راستے میں ہوتی ہے اس سے وہ جلد نجات پائیں۔ (مسند احمد)

رسول کریم ﷺ نے جانوروں کو باہم لڑانے سے بھی منع فرمایا کیوں کہ اس سے وہ بے فائدہ گھائل اور زخمی ہو کر تکلیف پاتے ہیں۔ جانوروں کے منہ پر مارنے یا اس پر داغ دینے کی بھی ممانعت فرمائی اور ایسا کرنے والے کو ملعون قرار دیا۔ (مسلم)

ایک دفعہ آپ ﷺ کی نظر ایک گدھے پر پڑی جس کا چہرہ داغا گیا تھا۔ فرمایا: جس نے اس کا چہرہ داغا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ اگر علامت یا بعض دیگر ضرورتوں کی وجہ سے اونٹوں اور بکریوں کو داغنا پڑ ہی جائے تو ایسی حالت میں آپ ﷺ نے ان اعضا کو داغنے کا حکم دیا جو زیادہ نازک نہیں ہوتے۔ (سیرت النبی ﷺ)

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے کسی سفر کے دوران ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ وہاں ایک چڑیا نے انڈا دیا تھا۔ ایک شخص نے وہ انڈا اٹھالیا، چڑیا بے قرار ہو کر پر مار رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ اس کا انڈا چھین کر کس نے اس کو اذیت پہنچائی؟ ایک صاحب نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے یہ حرکت ہوئی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''وہیں رکھ دو''۔ (مسند احمد)

ایک صحابیؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ان کے ہاتھ میں چادر سے ڈھکے ہوئے چڑیا کے دو بچے تھے۔ چڑیا فرط محبت سے ان کے گرد منڈ لانے لگی۔ آپ ﷺ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا: اس کے بچوں کو پکڑ کر کس نے اسے بے قرار کیا ہے؟ آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ ایک

Marfat.com

جھاڑی سے آواز آ رہی تھی جا کر دیکھا تو یہ بچے تھے، میں نے ان کو نکال لیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور بچوں کو پھر وہیں رکھ آؤ۔ (مشکوٰۃ)

ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں گئے، وہاں ایک اونٹ کھڑا تھا۔ رسول کریم ﷺ کو دیکھ کر وہ بلبلانے لگا اور اس کی دونوں آنکھیں آنسوؤں میں ڈبڈبا گئیں۔ آپ ﷺ نے قریب جا کر اس کے سر اور کنپٹی پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ کس کا اونٹ ہے؟ لوگوں نے ایک انصاری کا نام بتایا۔ وہ بلوائے گئے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تم ان جانوروں پر جن کو اللہ نے تمھارا محکوم بنایا ہے، رحم کیا کرو، اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس کو تکلیف دیتے ہو۔ (ابوداؤد)

ایک غزوے میں کوچ کے دوران رسول اللہ ﷺ نے ایک کتیا کو قریبی زمانے میں پیدا ہونے والے اپنے بچوں کے جھول کے ساتھ سڑک کے کنارے لیٹا پایا۔ وہ انھیں دودھ پلا رہی تھی۔ رسول کریم ﷺ کو اندیشہ لاحق ہوا مبادا کوئی اس کی مشغولیت میں خلل انداز ہو جائے یا بے دھیانی میں کہیں لشکرِ اسلام انھیں کچل نہ دے۔ اس لیے قبیلہ ضمرہ کے جعیلؓ سے آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے پاس کھڑے ہو کر نگرانی کریں، جب تک ہر فوجی دستہ گزر نہ جائے۔ (حیاتِ سرورِ کائناتؐ)

حدیث کی اکثر کتابوں میں چند الفاظ کے تغیر کے ساتھ یہ روایت مذکور ہے کہ ایک مرتبہ ایک انصاری کا اونٹ باؤلا ہو کر بگڑ گیا۔ لوگوں نے جا کر آپ ﷺ کو خبر دی۔ آپ ﷺ نے اس کے پاس جانا چاہا، تو سب نے روکا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ آدمی کو کتے کی طرح کاٹ کھاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کا خوف نہیں یہ کہہ کر آپ ﷺ آگے بڑھے تو اونٹ نے آپ ﷺ کے سامنے آ کر اپنی گردن اس

Marfat.com

طرح ڈال دی گویا سجدہ کر رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا، اور اس کو پکڑ کر اس کے مالک کے حوالے کر دیا، پھر فرمایا: ہر مخلوق جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے گناہ گار انسان اور نافرمان جن کے۔ صحابہؓ نے یہ منظر دیکھ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! جب جانور آپ ﷺ کو سجدہ کرتے ہیں تو انسان کو سب سے پہلے کرنا چاہیے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اگر کسی انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (مسند احمد)

جو جانور ضرورتاً مارے یا ذبح کیے جاتے ہیں، ان کے مارنے یا ذبح کرنے میں بھی ہر طرح کی نرمی کرنے کا حکم دیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے، اس لیے جب تم لوگ کسی جانور کو ذبح کرو تو احسن طریقے سے ذبح کرو اور ہر ایک اپنی چھری کو تیز کر لیا کرے۔ مزید فرمایا: جانورؑ کے سامنے چھری تیز کرنا اور نہ ہی وقت سے پہلے اس کے سامنے لہرا لہرا کر اسے خوف زدہ کرنا۔ جہاں تک ہو سکے اپنے ذبیح کو آرام پہنچانا (ابوداؤد)۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دانت سے کاٹ کر یا ناخن سے خراش دے کر جانودوں کے ذبح کرنے کی ممانعت فرمائی ہے (متفق علیہ) کیوں کہ اس سے جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ کنکر پتھر یا غلیل چلانے کی بھی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا: اس سے نہ شکار ہو سکتا نہ دشمن شکست کھا سکتا، البتہ اس سے دانت ٹوٹ سکتا ہے اور آنکھ پھوٹ سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ بلا ضرورت جانوروں اور پرندوں کو جسمانی صدمہ پہنچانا جائز نہیں۔ رسول کریم ﷺ کی تعلیمات سے پتا چلتا ہے کہ جس طرح انسانوں کی ایذا رسانی ایک شرعی جرم ہے۔ اسی طرح جانوروں کی ایذا رسانی بھی ایک کبیرہ گناہ ہے۔

Marfat.com

رسول کریم ﷺ نے بلاضرورت کسی جانور کے قتل کرنے کو بہت بڑا گناہ قرار دیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی نے بھی چھوٹے جانور کو اس کے حق کے بغیر ذبح کیا تو اللہ اس کے متعلق اس سے باز پرس کرے گا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا: یہ کہ اس کو ذبح کرے اور کھائے۔ یہ نہیں کہ اس کا سر کاٹ کے پھینک دے (نسائی)۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا نہیں جاتا اور وہ درندہ بھی نہیں، ان کا مارنا جائز نہیں۔ سنن نسائی میں ہے کہ جو شخص کسی کنجشک (چڑیا) کو بلاضرورت مارے گا، وہ قیامت کے دن اللہ کے یہاں فریاد کرے گی کہ فلاں نے مجھ کو بلاضرورت مارا ہے، حال آں کہ اس میں اس کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ جو جانور نقصان نہیں پہنچاتے ان کا مارنا بھی جائز نہیں۔ چناں چہ خاص طور پر آپ ﷺ نے چیونٹی، شہد کی مکھی اور ہدہد وغیرہ کے مارنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد)

لوگ چوں کہ انسانوں کی بہ نسبت جانوروں کو زیادہ ستاتے ہیں اس لیے وہ اس معاملے میں بہت زیادہ گناہ گار ہیں۔ چناں چہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ جانوروں کے ساتھ جو بدسلوکیاں کرتے ہو، اگر اللہ ان کو معاف کر دے تو سمجھو کہ اس نے تمھارے بہ کثرت گناہ معاف کر دیے۔ ایک عورت کی نسبت آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر صرف اس لیے عذاب ہوا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ دیا اور اس کو کھانا پانی کچھ نہ دیا اور آخر وہ اسی طرح بندھی بندھی مرگئی۔ (مسلم)

ایک دفعہ آپ ﷺ صحابہؓ کے ساتھ کسی سفر کے دوران پڑاؤ میں تھے۔ آپ ﷺ اپنی کسی ضرورت سے کہیں تشریف لے گئے، جب واپس آئے تو دیکھا کہ

Marfat.com

ایک صاحب نے اپنا چولہا ایسی جگہ جلایا ہے جہاں زمین میں یا درخت پر چیونٹیوں کا سوراخ تھا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے دریافت کیا: یہ کس نے کیا ہے؟ ایک صاحب نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ یہ میں نے کیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: بجھاؤ بجھاؤ، کہیں ان چیونٹیوں کو تکلیف نہ ہو یا جل نہ جائیں۔ (ابوداؤد)

ابن مسعودؓ سے روایت ہے: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم چیونٹیوں کے بل کے پاس سے گزرے جسے جلا دیا گیا تھا۔ رسول کریم ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: کسی انسان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اللہ عزوجل کے عذاب کے مماثل عذاب دے۔ (بخاری)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک پیغمبر کسی درخت کے نیچے اترے تو ان کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا۔ انھوں نے پہلے اپنا سامان اس جگہ سے ہٹایا، پھر تمام چیونٹیوں کو آگ سے جلا دیا۔ اس پر اللہ نے ان کو وحی کے ذریعے سے متنبہ کیا کہ صرف ایک ہی چیونٹی کو کیوں نہیں جلایا یعنی قصاص کی مستحق صرف وہی چیونٹی تھی جس نے کاٹا تھا۔ تمام چیونٹیوں کا قصور نہ تھا۔ (متفق علیہ)

رسول کریم ﷺ صحابہؓ سے مثالیں بیان فرمایا کرتے اور پہلے لوگوں کی باتیں بتایا کرتے، جن سے ان کے دلوں میں رحم پیدا ہو۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ایک شخص (بعض روایات میں عورت) راستے میں جا رہا تھا کہ اس کو سخت پیاس لگ گئی۔ اتفاق سے اس کو ایک کنواں مل گیا اور اس نے کنوئیں میں اتر کر پانی پی لیا۔ کنوئیں سے نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس سے زبان لٹکائے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس آدمی نے سوچا کہ اس کو بھی ویسی ہی پیاس لگی ہوگی جیسے مجھے لگی

Marfat.com

تھی ۔چناں چہ وہ دوبارہ کنوئیں میں اترا اور اپنا جوتا پانی سے بھرا، اسے اپنے منہ میں پکڑا حتّٰی کہ اوپر آ گیا اور کتے کو پلایا۔اللہ کے نزدیک اس کا یہ عمل مقبول ہوا اور اللہ نے اس کو بخش دیا۔صحابہ کرامؓ نے اس واقعہ کو سنا تو بولے : یارسول اللہ ﷺ کیا جانوروں کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی ثواب ملتا ہے؟ فرمایا: ہر ایک جان دار جو زندہ ہے، اس سے نیکی کرنے پر تم کو اجر ملے گا۔(بخاری)

ایک آدمی نے رسول کریم ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں بکری کو ذبح کرتا ہوں تو مجھے اس پر رحم آتا ہے۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے بکری پر رحم کیا تو اللہ تجھ پر رحم کرے گا۔(سیرت رحمت عالمؐ)

اسلام سے پہلے اہل عرب کو یہ معلوم نہ تھا کہ جس طرح انسانوں کے ساتھ سلوک کرنا ثواب کا کام ہے بالکل اسی طرح جانوروں اور پرندوں کے ساتھ سلوک کرنا بھی موجب ثواب ہے۔اسی عدم واقفیت کی بنا پر ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں نے خاص اپنے اونٹوں کے لیے پانی کے جو حوض بنائے ہیں، ان پر بھولے بھٹکے اونٹ بھی آ جاتے ہیں، اگر میں ان کو پانی پلا دوں تو کیا مجھ کو اس پر ثواب ملے گا؟ فرمایا: ہر پیاسے یا ہر ذی حیات کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر ثواب ملتا ہے۔صرف جان داروں تک ہی نہیں بلکہ نباتات تک کی خدمت اور پرورش کو بھی اجر کا موجب بتایا اور فرمایا: جو مسلمان درخت لگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے اور اس کو چڑیا یا انسان یا جانور کھاتے ہیں تو یہ اس کے لیے ایک صدقہ ہے یعنی ثواب کا کام ہے۔(متفق علیہ)

کون رحم کے مستحق نہیں

احتساب فرائض میں رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا فرض عمال کا محاسبہ

Marfat.com

تھا۔ یعنی جب عمال زکوۃ اور صدقہ وصول کر کے آتے تھے تو آپ ﷺ اس غرض سے ان کا جائزہ لیتے تھے کہ انھوں نے کوئی ناجائز طریقہ تو نہیں اختیار کیا ہے۔ چناں چہ ایک بار آپ ﷺ نے ابن اللتبیہ کو صدقہ وصول کرنے کے لیے مامور فرمایا۔ وہ اپنی خدمت انجام دے کر واپس آئے اور آپ ﷺ نے ان کا جائزہ لیا تو انھوں نے کہا، یہ مال مسلمانوں کا ہے اور یہ مجھ کو ہدیتاً ملا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: گھر بیٹھے بیٹھے تم کو یہ ہدیہ کیوں نہیں ملا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک عام خطبہ دیا، جس میں اس کی سخت ممانعت فرمائی۔ (متفق علیہ)

عرنیہ کے لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بظاہر اسلام قبول کر لیا۔ انھیں کوئی ایسی بیماری تھی کہ جس کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو مدینے کے مضافات میں اپنے اونٹوں کے چرواہے کے پاس بھیجا کہ وہاں ٹھیریں اور اونٹوں کا دودھ استعمال کریں۔ جب وہ تن درست ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کے چرواہے (یسار نوبیؓ) کو قتل کر کے اونٹ چرا کر لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب خبر ملی تو آپ ﷺ نے کرزؓ بن جابر کی قیادت میں ایک دستہ روانہ کیا، جس نے انھیں رستے ہی میں جا لیا اور پکڑ کر آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ ﷺ نے چرواہوں کے قصاص میں ان کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلائیاں پھروا کر ان کے ہاتھ پاؤں الٹی سمت کٹوائے اور حرہ کے بے آب و گیاہ سنگ ریز گوشے میں پھینک دیا، یہاں تک کہ زمین پر وہ تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ (بخاری)

گذشتہ واقعات کو پڑھنے سے یہاں یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے تو بڑے بڑے مجرموں کو معاف کر دیا، آخر کیا وجہ تھی کہ

Marfat.com

آپ ﷺ نے انھیں اتنی سخت سزا دی؟ اس واقعے کی مزید تفصیل جاننے کی جستجو کے نتیجے میں آخر یہ راز کھلا کہ دراصل وہ اونٹ رسول اللہ ﷺ کے ذاتی نہیں بلکہ بیت المال کے تھے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ سراپا رحمت تھے۔ لیکن ایک معاملے میں اللہ ربّ العزت نے سراپا رحمت ہی کے ہاتھوں اتنی سخت سزا دلوا کر تمام انسانیت پر یہ واضح کر دیا کہ یاد رکھنا بیت المال (قومی امانت) کو لوٹنے والے کسی رحم کے مستحق نہیں۔ انھیں اتنی سخت سزا دو کہ دنیا والوں کے لیے عبرت کا نشان بن جائیں تاکہ آیندہ کوئی عوام کے مال کو لوٹنے کی جرأت نہ کرے۔

مزاح اور مذاق میں فرق

اسلام میں مذاق کرنا منع ہے نہ کہ مزاح۔ سورہ الحجرات آیت ۱۱ میں اللہ ربّ العزّت کا واضح ارشاد ہے کہ مرد، مردوں کا اور عورتیں، عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں، ہوسکتا ہے جس کا تم مذاق اڑا رہے ہو، وہ اللہ کے نزدیک تم سے زیادہ بہتر ہو۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرد اور عورت آپس میں ایک دوسرے کا مذاق اڑا سکتے ہیں؟ یہ بالکل واضح ہے کہ اللہ نے مرد اور عورت کے درمیان ایک فطری حجاب رکھا ہے جس کی وجہ سے ان کے درمیان اس طرح کا تکلف نہیں ہوتا جو عموماً کسی مرد کا مردوں اور کسی عورت کا عورتوں کی محفل میں آپس میں ایک دوسرے سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر مرد کسی مرد کا اور عورت کسی عورت کا مذاق نہیں اڑا سکتی تو کسی مرد کا کسی عورت سے یا کسی عورت کا کسی مرد سے مذاق کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی قوم کسی دوسری قوم کا مذاق اڑا سکتی ہے۔ جیسے عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ سکھوں یا پٹھانوں کے لطیفے محض ہنسی کے لیے ایک دوسرے کو سنائے جاتے ہیں یا آج کل موبائل کے ذریعے ایک دوسرے کو SMS بھیجے جاتے ہیں۔ مذاق کہتے ہی ہر اس بات یا ہر اس اشارے کو ہیں کہ جس کے کرنے سے کسی کی تحقیر ہوتی ہو۔ اسلام کسی کو ذلیل کرنے کی

Marfat.com

ہرگز اجازت نہیں دیتا، چاہے وہ محض دل لگی کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔ جب کہ مزاح کہتے ہیں ہنسنے ہنسانے کی ایسی خوش طبعی کو جس کے پیچھے نہ دکھ ہو اور نہ ہی کسی کی تذلیل۔

مجالس میں شگفتہ مزاجی

باوجود اس کے کہ رسول اللہ ﷺ کی مجالس میں صرف ہدایت، اخلاق اور تزکیہ نفوس کی باتیں ہوتی تھیں تاہم یہ مجلسیں شگفتہ مزاجی کے اثر سے خالی نہ تھیں۔ یہاں رسول کریم ﷺ کے مزاح کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں، جو ذخیرہ حدیث میں محفوظ ہیں۔

حضرت ام ایمنؓ نے ہی ایک بار خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سواری کے لیے درخواست کی کہ انھیں سواری کے لیے اونٹ دیا جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمھیں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ وہ حیران ہوئی کیوں کہ اُونٹنی کا بچہ سواری کا کام بھلا کب دے سکتا ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ، میں اُونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گی؟ آپ ﷺ مجھے اونٹ دیں۔ آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا: نہیں میں تمھیں اونٹنی کا بچہ ہی دوں گا۔ جب دو تین دفعہ یہی مکالمہ ہوا تو یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کر جانے لگیں کہ رہنے دیجیے، میں بچہ لے کر کیا کروں گی۔ رسول کریم ﷺ مسکرا دیے تو سمجھ گئی کہ آپ ﷺ اسے چھیڑ رہے ہیں۔ پھر کہنے لگی: میں نے اونٹ ہی لینا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بھلا کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو؟ (ابوداؤد)

ایک مرتبہ حضرت ام ایمنؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ: میرے لیے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو جنت نصیب کرے۔ آپ ﷺ نے مزاحاً ارشاد فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ یہ فرما کر آپ ﷺ نماز کے لیے مسجد تشریف لے گئے اور ام ایمنؓ رسول اللہ ﷺ کے

Marfat.com

الفاظ سمجھ نہ سکی اور سننے کے بعد زار و قطار روتے ہوئے گھر چلی گئیں۔ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ جب سے آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، اس وقت سے ام ایمنؓ رو رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ اسے بڑھاپے کے ساتھ جنت میں نہیں لے جائے گا بلکہ اس کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے والیوں کو اللہ تعالیٰ جوانی سے سرفراز فرمائے گا، لہٰذا بوڑھیاں جنت میں ضرور جائیں گی لیکن جوان ہو کر۔ (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ کے ایک دیہاتی زاہر (یا زہیر) نامی دوست تھے جو اکثر دیہات کی چیزیں آپ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ شہر میں آئے اور گاؤں سے جو چیزیں لائے تھے ان کو بازار میں فروخت کر رہے تھے۔ اتفاقاً آپ ﷺ ادھر سے گزرے تو بطور خوش طبعی چپکے سے زاہرؓ کے پیچھے جا کر ان کو گود میں دبا لیا۔ انھوں نے کہا: کون ہے چھوڑو مجھے۔ مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے اب اپنی پیٹھ اور بھی آپ ﷺ کے سینے سے لپٹا دی۔ آپ ﷺ نے بطور ظرافت آواز لگائی، کوئی اس غلام کو خریدتا ہے؟ وہ بولے: یا رسول اللہ ﷺ! مجھ جیسے ناکارہ غلام کو جو خریدے گا گھاٹے میں رہے گا۔ فرمایا: تم اللہ کی نگاہ میں ناکارہ نہیں ہو بلکہ اللہ کے نزدیک تمھارے دام بہت زیادہ ہیں۔ (شمائل ترمذی)

ایک موقعے پر مجلس میں کھجوریں کھائی گئیں۔ کھجوریں کھانے کے دوران رسول اللہ ﷺ اپنی گٹھلیاں نکال کر حضرت علیؓ کے آگے ڈالتے رہے۔ آخر میں ہوا یہ کہ آپ ﷺ کے سامنے تو کوئی گٹھلی نہیں تھی جب کہ حضرت علیؓ کے سامنے گٹھلیوں کا ڈھیر لگ گیا۔ آپ ﷺ نے مزاح کے طور پر گٹھلیوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کر کے

Marfat.com

ان سے فرمایا: علیؓ ! آج تو تم نے بہت کھجوریں کھائیں۔ انھوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میں نے کھجوریں گٹھلیوں سمیت نہیں کھائیں۔ رسول کریم ﷺ ان کا جواب سن کر مسکرا دیے۔ اس سے یہ بھی پتا چلا کہ اگر کوئی مزاح کے بدلے مزاح کرے تو اسے خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنا بھی سنت ہے۔

رسول کریم ﷺ بچوں سے بھی دل لگی فرماتے۔ مثلاً حضرت انسؓ کو کبھی کبھی پیار سے "یاذوالاذنین"! (او دو کانوں والے) کہا کرتے (ترمذی)۔ اس میں یہ نکتہ بھی تھا کہ حضرت انسؓ نہایت اطاعت شعار تھے اور ہر وقت رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پر کان لگائے رکھتے تھے۔

ایک دن آپ ﷺ نے ایک مجلس میں بیان فرمایا: جنت میں اللہ سے ایک شخص نے کھیتی باڑی کرنے کی خواہش کی، اللہ نے کہا کیا تمھاری خواہش پوری نہیں ہوئی ہے؟ اس نے کہا ہاں لیکن میں چاہتا ہوں کہ فوراً بوؤں اور ساتھ ہی تیار ہو جائے چناں چہ اس نے بیج ڈالے فوراً دانہ اگا بڑھا اور کٹنے کے قابل ہو گیا۔ ایک بدو بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا یہ سعادت صرف قریشی یا انصاری کو نصیب ہوگی جو زراعت پیشہ ہیں لیکن ہم لوگ تو کاشت کار نہیں، رسول کریم ﷺ ہنس پڑے۔ (سیرت النبی ﷺ)

جریرؓ بن عبداللہ ایک صحابی ہیں جن کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ محبت سے مسکرا دیا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور آپ ﷺ مسکرا نہ دیے ہوں۔ (ترمذی)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا (ترمذی)۔ بلکہ آپ ﷺ محض تبسم ہی فرماتے، کسی ہنسی کی بات پر آپ ﷺ صرف مسکرا ہی دیتے۔ (زاد المعاد)

Marfat.com

عبداللہؓ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تبسم کرنے والا نہیں دیکھا۔

مسجد نبوی میں اکثر نمازِ فجر کے بعد مجلس رہتی اور اس میں جاہلی دور کی باتیں بھی چھڑتیں اور صحابہؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی خوب مسکراتے۔ بچوں سے آپ ﷺ کی دل لگی کرنے کے واقعات بھی بیان ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں گھر میں ازواج کے ساتھ ہنسنے ہنسانے کا ذکر بھی آگے چل کر اپنی جگہ آئے گا۔ بعد کے لوگوں کو اس رنگ مزاح کا حال سن کر تعجب ہوتا تھا کیوں کہ ایک تو مذہب کے ساتھ سنجیدگی کا تصور ہمیشہ موجود رہا ہے اور متقیوں کی ہمیشہ رونی صورتیں اور خشک طبیعتیں لوگوں کے سامنے رہی ہیں۔ دوسرے رسول اللہ ﷺ کی عبادت، رسول اللہ ﷺ کی خشیت، رسول اللہ ﷺ کی بھاری ذمہ داریوں اور رسول اللہ ﷺ کے تفکرات کا خیال کرتے ہوئے یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ اس نمونۂ انسانیتؐ نے ان مسکراہٹوں کے لیے زندگی کے نقشے میں کیسے جگہ پیدا کی۔ چناں چہ ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے رفقا بھی ہنسا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں ہنستے تھے لیکن ان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ بڑا ایمان تھا، تیروں کا نشانہ بطور مشق کرتے ہوئے دوڑتے تھے اور باہم دگر ہنستے تھے۔ یعنی وہ ہنسی جس سے کسی کا تمسخر اور تذلیل مقصود نہ ہو بلکہ دل لگی محض خوش طبعی کے لیے ہو تو اس سے ایمان و تقویٰ کی نفی نہیں ہوتی۔

مشاورت کرنے والا کبھی پشیمان نہیں ہوتا

رسول کریم ﷺ پیش آمدہ بعض مشکلات کو مشاورت کے ذریعے حل فرمایا کرتے تھے۔ اگرچہ آپ ﷺ کو کسی سے مشاورت کی ضرورت نہ تھی لیکن

Marfat.com

آپ ﷺ شوریٰ کے معاملے کو ایک اہم اصول کی حیثیت سے راسخ کرنا چاہتے تھے کیوں کہ آگے چل کر آپ ﷺ کی امت مسلمہ کو باہمی مشاورت کی ضرورت پڑنے والی تھی ورنہ آپ ﷺ کو تو تائید الٰہی حاصل تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کسی بھی معاملے میں تنہا نہیں چھوڑا تھا۔ آپ ﷺ کا عالم ملکوت کے ساتھ گہرا تعلق ہونے کے باوجود آپ ﷺ باہمی مشورے کو بہت اہمیت دیتے تھے کیوں کہ آپ ﷺ معاشرے میں شوریٰ کے نظام کو زیادہ سے زیادہ عام کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے کئی بار مشاورت فرمائی جن کا مقولہ مشہور ہے "اگر حجاب اٹھا دیا جائے تو میرے یقین میں کچھ بھی اضافہ نہ ہوگا۔" لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ نبوی مکتب فکر کے شاگرد بھی تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے اس دور میں مشورہ لیا جب وہ بالکل نوجوان تھے۔

واقعہ افک میں منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی تھی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت نازل فرمائی۔ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کو پورا یقین تھا کہ وحی کے ذریعے اس بارے میں فیصلہ کن بات معلوم ہو جائے گی اور آپ کو حضرت عائشہؓ کے بارے میں کوئی تشویش نہ تھی لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے کئی بار مشورہ فرمایا کیوں کہ اس قسم کے مشوروں میں مصلحت تھی۔ مشورے میں ہمیشہ فائدہ ہوتا ہے کبھی نقصان نہیں ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی تو بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ خیر امور کی طرف ہماری راہنمائی فرمائیں۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ مشاورت کرنے والا کبھی پشیمان نہیں ہوتا (المعجم الصغیر)۔ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر کے لیے نکلے تو آپ ﷺ نے انصار و مہاجرین سے مشاورت فرما کر ان کی آرا لیں چناں چہ حضرت مقدادؓ بن عمرو

Marfat.com

نے مہاجرین کی نمائندگی کرتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ جو بات آپ ﷺ کو بھائے اس کے مطابق فیصلہ فرمایئے، ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم آپ ﷺ سے وہ بات نہ کہیں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے کہی تھی کہ تم اور تمھارا پروردگار جا کر لڑو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کا پروردگار جا کر لڑیں تو ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا! اگر آپ ﷺ ہمیں برک الغماد تک لے گئے تب بھی ہم آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے وہاں تک جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''خوب'' اور ان کے لیے دعا فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! مجھے مشورہ دو۔'' مخاطب انصار تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اندیشہ تھا کہ کہیں انصار یہ نہ سمجھ رہے ہوں کہ ان کے ذمے میری مدد صرف ان دشمنوں کے خلاف ضروری ہے جو مدینے میں آ کر مجھ پر حملہ آور ہوں اور ان کے شہر سے باہر کسی دشمن کی طرف جانا ان پر ضروری نہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ ان کی اکثریت تھی دوسرے انھوں نے عقبہ میں بیعت کے وقت کہا تھا: اے اللہ کے رسول ﷺ جب تک آپ ﷺ ہمارے شہر میں نہیں پہنچ جاتے اس وقت تک ہم آپ ﷺ کی حفاظت کے ذمے دار نہیں ہیں البتہ جب آپ ﷺ ہمارے پاس پہنچ جائیں گے تو آپ ﷺ ہماری حفاظت میں ہوں گے۔ ہم ہر اس چیز سے آپ ﷺ کا دفاع کریں گے جس سے ہم اپنی عورتوں اور بچوں کا دفاع کرتے ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تو سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا: واللہ! شاید آپ ﷺ ہمارا مشورہ چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں'' اس پر انھوں نے عرض کیا: ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے، آپ ﷺ کی

Marfat.com

تصدیق کی اور جو دین آپ ﷺ لے کر آئے اس کی صداقت کی گواہی دی۔ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ اطاعت گزاری کے عہدو پیمان کیے ہیں لہٰذا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ جو چاہتے ہیں کر گزریے، ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر کے سامنے لے گئے اور پھر اس میں اتر گئے تو ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ اس میں اتر جائیں گے اور ہم میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ہمیں یہ بات ناپسند نہیں کہ آپ ﷺ ہمیں کل اپنے دشمنوں کے مقابلے میں آنے کے لیے کہیں۔ہم جنگ میں ثابت قدم رہنے والے اور دشمن سے سامنے کے وقت اپنی بات کے سچے ہیں۔امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہماری طرف سے خوش آیند بات دکھائیں گے۔اب اللہ کا نام لے کر چل پڑیے۔سعدؓ کی بات سن کر آپ ﷺ پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بدرؓ کے موقعے پر مدینے سے نکلے تھے تو ٹھیرنے کے لیے جگہ کا تعین اور وہاں موجود کنوؤں پر قبضہ کرنا ناگزیر تھا، چناں چہ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کو لے کر تیزی سے پانی کی طرف بڑھے اور مقام بدر کے سب سے قریبی پانی کے پاس پڑاؤ ڈالا۔ مجھے بنوسلمہ کے بعض لوگوں کے واسطے سے بتایا گیا کہ خبابؓ بن منذر بن جموع نے اس موقعے پر پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہاں پڑاؤ ڈالنے کے لیے کہا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔اس پر انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ تب یہاں پڑاؤ مناسب نہیں۔لوگوں کو لے کر چلیے یہاں تک کہ ہم (دشمن) قوم کے سب سے قریبی پانی تک پہنچ جائیں اور وہاں پڑاؤ ڈالیں پھر ہم اس سے دوسری طرف کے کنوؤں کو بند کر دیں گے اور ان پر حوض بنا کر اس میں پانی بھر لیں گے جس کے نتیجے میں ہم ایسی

Marfat.com

حالت میں (دشمن) قوم کے ساتھ جنگ لڑیں گے کہ ہمارے پاس تو پانی ہوگا لیکن وہ پیاسے ہوں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے درست مشورہ دیا ہے۔ غزوہ خیبر میں بھی رسول اللہ ﷺ نے حضرت خبابؓ ہی کے مشورہ پر لشکر کے پڑاؤ کی جگہ تبدیل فرمائی جو بعد میں مفید ثابت ہوئی۔

حضرت سلمانؓ فارسی غلام تھے۔ شروع میں وہ مجوسی تھے، پھر عیسائیت قبول کی اور آخر میں غلامی کی حالت میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قبول اسلام کے وقت ان کے پاس مال و دولت تھی اور نہ ہی اہل وعیال۔ وہ اپنی نسبت مکمل طور پر اسلام کی طرف کرتے تھے۔ جب ان سے ان کے باپ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے یہ بات اس مختصر سے جملے میں ارشاد فرمائی: لوگ قیس وتمیم پر فخر کرتے ہیں لیکن میرا باپ اسلام ہے۔ اس کے سوا میرا کوئی باپ نہیں۔ بلاشبہ انھوں نے اپنا اصلی نسب پالیا اور ابن الاسلام کہلائے۔ شاید اللہ رب العزت کو ان کی یہ نسبت ہی پسند آئی کہ غزوہ خندق کے ایک موقعے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سلمانؓ اہل بیت میں سے ہے۔ غزوہ خندق کے موقعے پر بھی رسول اللہ ﷺ نے حسب عادت صحابہ کرامؓ سے مشاورت فرمائی اور ہر ایک نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ جب حضرت سلمانؓ کی باری آئی تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ وہ اپنے ملک میں دشمن کے حملہ آور ہونے کی صورت میں شہر کے گرد خندق کھود لیا کرتے تھے چناں چہ انھوں نے مدینے کے گرد خندق کھودنے کی تجویز دی۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ تجویز پسند آئی اور آپ ﷺ نے خندق کی کھدائی کا حکم دیا بلکہ خود بھی کھدائی کے کام میں شرکت کر کے کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

آپ ﷺ صرف مردوں سے ہی مشاورت نہ فرماتے بلکہ عورتوں سے بھی

Marfat.com

رائے لیتے تھے چناں چہ صلح حدیبیہ کے موقعے پر آپ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہؓ سے رائے لی اوران کی تجویز پر عمل درآمد کرنے میں کوئی حرج محسوس نہ فرمایا۔آپ ﷺ نے عمر بھر یہ طرز عمل اختیار کیے رکھا اور مشاورت کے ذریعے مشکل ترین مسائل کو حل فرمایا۔

ہمیشہ سچائی کا درس دینے والے

جس طرح رسول اللہ ﷺ نے خود سچائی کے ساتھ زندگی بسر کی اسی طرح آپ ﷺ نے اپنی امت کو بھی ہمیشہ سچ بولنے کا درس دیا۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:تم اپنے بارے میں مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمھارے لیے جنت کا ضامن ہوں گا۔

۱- ''جب بات کرو تو سچ بولو۔''یعنی تمھاری گفتار وکردار صداقت واستقامت کے ساتھ متصف ہونی چاہیے ۔تمھیں نیزے کی مانند راست باز ہونا چاہیے۔

۲- ''جب وعدہ کرو تو اسے پورا کرو۔'' کیوں کہ وعدہ خلافی منافقت کی علامت ہے۔

۳- ''تمھارے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کرو۔'' یعنی اگر کوئی تمھیں امانت دار سمجھ کر تمھارے پاس امانت رکھوائے تو اپنے بارے میں اس کے گمان پر پورے اترو۔

۴- ''اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔''یعنی اپنی عزت وناموس کی حفاظت کرو اور دوسروں کی عزت کی حفاظت بھی ایسے ہی کرو جیسے اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرتے ہو۔

Marfat.com

۵- ''اپنی نظروں کو جھکائے رکھو۔'' یعنی جس چیز کے تم مالک نہیں اس پر نظر نہ کرو، کیوں کہ حرام چیز کو دیکھنا دل کو برباد کر دیتا ہے، اس لیے ایک حدیث قدسی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''نگاہ ابلیس کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے جس نے اسے میرے ڈر سے چھوڑا میں اسے ایسے ایمان سے بدل دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔''

۶- ''اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔'' یعنی کسی کو تکلیف پہنچانے کے لیے اپنے ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ (مسند احمد)

ایک دوسری حدیث جو حضرت حسنؓ سے مروی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو چیز تمھیں شک میں مبتلا کرے اسے چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کرو جس میں تمھیں شک نہ ہو کیوں کہ سچ اطمینان اور جھوٹ شک کا باعث ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: اگرچہ تمھیں سچائی میں بربادی دکھائی دیتی ہے لیکن درحقیقت اسی میں کامیابی اور نجات ہے۔ آپ ﷺ مزید فرماتے ہیں: تم سچ کو لازم پکڑو، کیوں کہ سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت تک پہنچاتی ہے۔ ایک آدمی سچ بولتا ہے اور ہمیشہ سچ بولنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ بالآخر اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں ''صدیق'' لکھ دیا جاتا ہے۔ تم جھوٹ سے بچو، کیوں کہ جھوٹ برائی تک پہنچاتا ہے اور برائی جہنم تک پہنچا دیتی ہے۔ ایک آدمی جھوٹ بولتا ہے اور ہمیشہ جھوٹ بولنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ بالآخر اسے اللہ کے ہاں ''کذاب'' لکھ دیا جایا ہے۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ اس قدر سچائی کا خیال رکھتے تھے کہ ایک دفعہ ایک عورت نے اپنے بچے کو یوں کہتے ہوئے بلایا: ''آؤ میں تمھیں کوئی چیز دوں گی۔'' اس پر

Marfat.com

آپ ﷺ نے اس عورت سے دریافت فرمایا: ''تمھارا اسے کیا دینے کا ارادہ تھا؟'' اس عورت نے بتایا: ''میں اسے کھجور دیتی۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اسے کچھ نہ دیتی تو تمھارے اعمال نامے میں جھوٹ لکھ دیا جاتا۔'' (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ کو بری عادتوں میں جھوٹ بہت ناگوار ہوتا تھا۔ (ابن سعد)

آپ ﷺ سب سے بڑھ کر احسان کرنے والے، عدل کرنے والے، عفیف اور سچ بولنے والے تھے (مدراج النبوۃ)۔ چوں کہ رسول اللہ ﷺ جھوٹ کو نفاق کی علامت سمجھتے تھے اس لیے آپ ﷺ لوگوں کو اس سے بچانے کی ہر ممکن کوشش فرماتے۔ جھوٹ نفاق کی تین علامتوں میں سے ایک ہے۔ باقی دو علامتیں وعدہ خلافی کرنا اور امانت میں خیانت کرنا ہے۔ لہٰذا جس قدر رسول اللہ ﷺ نفاق سے دور تھے اسی قدر آپ ﷺ امانت میں خیانت سے بھی دور تھے۔

بخیل اور متکبر کون؟

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو جو مال دیا ہے اس میں دوسروں کا حصہ بھی مقرر فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بخیل کے بارے میں ارشاد فرمایا: بخیل، اللہ، جنت اور لوگوں سے دور جب کہ دوزخ سے قریب تر ہوتا ہے۔ نیز فرمایا: بخل اللہ کی صفت نہیں۔ تم اپنی تھیلی کا منہ بند نہ کرو، ورنہ تم پر بھی تھیلی کا منہ بند کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

> ''یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔ اور ایسے لوگ بھی اللہ کو پسند نہیں جو کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کی ہدایت کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا ہے، اسے چھپاتے ہیں۔ ایسے کافرِ نعمت لوگوں کے

Marfat.com

لیے ہم نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (النساء ۴: ۳۶ تا ۳۷)

"جو کچھ اللہ تمھیں دے اس پر پھول نہ جاؤ۔ اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فخر جتاتے ہیں، جو خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کرنے پر اکساتے ہیں۔ اب بھی اگر کوئی روگردانی کرتا ہے تو اللہ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔" (الحدید ۵۷: ۲۲ تا ۲۴)

"ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذرا سی چشم پوشی اُس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو۔ اللہ بے نیاز ہے اور بردباری اس کی صفت ہے۔" (البقرہ ۲. ۲۶۳)

قرض دار کو مہلت

قرض کے بوجھ کو ہلکا کرنا دنیا کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اس بوجھ کو ہلکا کیا اور بتایا کہ قرض داروں پر احسان کرنا، ضرورت مندوں کو قرض دینا اور تنگ دست مقروضوں کو مہلت دینا، جو قرض ادا کرنے سے بالکل مجبور ہوں ان کا قرض معاف کر دینا ایک بہت بڑے اجر کا کام ہے۔ قرض کے معاملے میں تنگ دستوں پر احسان کرنے والا شخص اگر اس کے سوا نیکی کا اور کوئی کام نہ کرے تب بھی صرف یہی ایک کام اس کی مغفرت کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص جو نیکی کا کوئی کام نہیں کرتا تھا صرف لوگوں کو قرض دیتا تھا اور جب اس کو کوئی مقروض تنگ دست نظر آتا تھا تو اپنے ملازموں سے کہتا تھا کہ اس سے درگزر کرو، شاید اللہ مجھ سے بھی درگزر کرے۔ چناں چہ اللہ نے اس کے صلے میں اس سے درگزر کیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ تم سے پہلے ایک شخص

Marfat.com

تھا جس سے موت کے بعد فرشتوں نے سوال کیا کہ تم نے نیکی کا کوئی کام کیا ہے؟ اس نے کہا کوئی نہیں۔ فرشتوں نے کہا: ذرا یاد کرو! اس نے کہا کہ میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اگر مقروض فراخ دست ہوتا تو مقروض کو مہلت دیتا تھا اور تنگ دست کا قرض چھوڑ دیتا تھا۔ اس کی یہی نیکی اس کی بخشش کا سبب بن گئی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ قیامت کے دن کی تکلیف سے اس کو نجات دے، وہ تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے۔ یہی روایت مسند ابن حنبل میں ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے کہ جو شخص اپنے قرض دار کو مہلت دے گا یا اس کا قرض معاف کر دے گا تو قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایے میں ہوگا۔ (مسند احمد)

بیمار کی عیادت

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا: قیامت کے دن اللہ اپنے بندے سے کہے گا کہ میں نے تم سے کھانا مانگا تم نے نہ کھلایا۔ وہ عرض کرے گا: اے پروردگار! تو نے کیسے کھانا مانگا تو تو خود تمام جہان کا پروردگار ہے۔ اللہ فرمائے گا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تم سے کھانا مانگا، تم نے اس کو کھانا نہ کھلایا۔ اگر تم اس کو کھلاتے تو مجھ کو اس کے پاس پاتے۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ وہ کہے گا: اے پروردگار! میں تجھ کو کیسے پانی پلاتا، تو تو خود تمام جہان کا پروردگار ہے۔ وہ فرمائے گا تم کو معلوم نہ تھا کہ میرے فلاں بندے نے پیاس میں تجھ سے پانی مانگا تو نے اس کو پانی نہ پلایا۔ اگر پلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی۔ وہ کہے گا: اے پروردگار! میں کیوں کر تیری بیمار پرسی کرتا، تو تو خود تمام جہان کا

Marfat.com

پروردگار ہے۔ اللہ فرمائے گا: تجھ کو خبر نہ ہوئی کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ اگر کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ (مسلم)

جس طرح رسول کریم ﷺ اپنے عزیز و اقارب پر مہربان تھے اسی طرح آپ ﷺ اپنے دوستوں پر بھی الطاف وعنایات فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت سعدؓ بن عبادہ بیمار پڑ گئے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص اور عبد اللہؓ بن مسعود کے ہم راہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ ان کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ ان پر جھکے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا ان کی موت واقع ہو چکی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ ﷺ! (ان کو نزع کے عالم میں دیکھ کر) آپ ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا اور آپ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھ کر لوگ بھی رونے لگے۔ اس موقعے پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو! اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسوؤں پر عذاب دیتے ہیں اور نہ دل کے رنج والم پر۔ اور پھر اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے عذاب دیتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسوؤں پر عذاب نہیں دیتے بلکہ بعض آنسوؤں کی وجہ سے تو عذاب کو اٹھا لیتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ دو قسم کی آنکھوں کو آگ نہیں چھوئے گی: ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ آنکھ جو راہ اللہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات بھر جاگتی رہی۔ (نور سرمدی فخر انسانیتؐ)

جنازہ

بخاری میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جنازہ جاتا ہو تو اس کے ساتھ جاؤ، ورنہ کم از کم کھڑے ہو جاؤ اور اس وقت تک کھڑے رہو کہ سامنے سے نکل

Marfat.com

جائے۔ایک دفعہ سرراہ ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو رسول کریم ﷺ کھڑے ہو گئے۔

ایک بار آپ ﷺ ایک جنازے میں شریک تھے، قبر کھودی جا رہی تھی آپ ﷺ قبر کے کنارے بیٹھ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ ﷺ پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ آنسوؤں سے زمین نم ہو گئی پھر فرمایا: بھائیو! اس دن کے لیے سامان کر رکھو۔(سیرت النبی ﷺ)

ابو حازم ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی جنازے پر نماز پڑھی اس کے لیے ایک قیراط (کے برابر اجر) ہے۔ اور جو جنازے کے ساتھ گیا، یہاں تک کہ اسے قبر میں رکھ دیا گیا اس کے لیے دو قیراط (کے برابر اجر) ہے۔راوی کہتے ہیں میں نے ابو ہریرہؓ سے پوچھا: قیراط سے کیا مراد ہے، تو انھوں نے کہا: اُحد پہاڑ کے برابر۔(بخاری)

کسی کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچانا

ابن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تاکید فرمائی کہ میرے صحابہؓ میں سے مجھ تک کوئی شخص کسی کی کوئی بات نہ پہنچایا کرے۔کیوں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ جب میں تمھارے پاس آؤں تو میرا دل تم سب کی طرف سے صاف ہو۔(ابوداؤد)

جس سے محبت ان ہی کا ساتھ

حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا فرماتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں جس کو ایک جماعت سے محبت ہے لیکن وہ ان کے ساتھ نہیں ہو سکا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی جس سے محبت رکھتا ہے اس کے ساتھ یا یہ کہ آخرت میں اُس کے ساتھ کر دیا جائے گا۔(متفق علیہ)

Marfat.com

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو قیامت کے وقت اور اس کے آنے کی خاص گھڑی دریافت کرنا چاہتا ہے، بتلا تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اُس نے عرض کیا: میں نے اس کے لیے کوئی خاص تیاری تو نہیں کی البتہ مجھے اللہ سے اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ کو جس سے محبت ہے تو ان ہی کے ساتھ ہے اور تجھ کو ان کی معیت نصیب ہو گی۔ (بخاری)

حضرت ثوبانؓ سے بھی اسی طرح کی ایک حدیث مروی ہے۔

خانہ نبوت

مسجد نبویؐ جب تعمیر ہو چکی تو مسجد سے متصل ہی رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہراتؓ کے لیے حجرے بنوائے۔ اس وقت تک حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ نکاح میں آچکی تھیں، اس لیے دو ہی حجرے بنے۔ جب اور ازواج آتی گئیں تو اور مکانات بنتے گئے۔ یہ مکان کچی اینٹوں کے تھے، ان میں سے پانچ کھجور کی ٹہنیوں سے بنے تھے۔ ترتیب یہ تھی کہ حضرت ام سلمہؓ، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت زینبؓ بنت جحش کے مکانات شامی جانب تھے اور حضرت عائشہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت حفصہؓ اور حضرت سودہؓ مقابل جانب تھیں۔ یہ مکانات مسجد سے اس قدر متصل تھے کہ جب آپ ﷺ مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تو مسجد سے سر نکال دیتے اور ازواج مطہرات گھر میں بیٹھے بیٹھے آپ ﷺ کے بال دھو دیتی تھیں۔ یہ مکانات چھ (۶) یا سات (۷) ہاتھ چوڑے اور دس (۱۰) ہاتھ لمبے تھے۔ چھت اتنی اونچی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو چھو لیتا تھا، دروازوں پر کمبل کا پردہ پڑا رہتا تھا۔ راتوں کو

Marfat.com

چراغ نہیں جلتے تھے۔ جب ان مکانات کو گرایا جا رہا تھا تو سعیدؓ بن مسیب رونے لگے کہ کاش ان گھروں کو محفوظ کر لیا جاتا، تاکہ آنے والی نسلیں دیکھ سکتیں کہ رسول اللہ ﷺ کن گھروں میں زندگی گزار گئے۔ یہ حجرے اتنے چھوٹے تھے کہ سب کے سب مسجد نبویؐ کے ایک چھوٹے سے کونے میں سما گئے۔

صبح سے شام تک کے معمولات

معمول تھا کہ نماز فجر پڑھ کر جانماز پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ آفتاب اچھی طرح نکل آتا اور یہی دربار نبوتؐ کا وقت ہوتا۔ لوگ پاس آکر بیٹھتے اور آپ ﷺ ان کو مواعظ و نصائح تلقین فرماتے۔ اکثر صحابہؓ سے پوچھتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ کسی نے کچھ دیکھا ہوتا تو عرض کرتے اور آپ ﷺ اس کی تعبیر بیان فرماتے۔ کبھی خود اپنا خواب بیان فرماتے۔ اس کے بعد ہر قسم کی گفتگو ہوتی۔ لوگ جاہلیت کے قصے بیان کرتے، شعر پڑھتے، ہنسی مزاح کی باتیں کرتے۔ رسول کریم ﷺ صرف مسکرا دیتے۔ اکثر اسی وقت مال غنیمت اور وظائف و خراج وغیرہ کی تقسیم فرماتے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جب دن کچھ چڑھ جاتا تو چاشت کی کبھی چار، کبھی آٹھ رکعت نماز ادا فرماتے۔ گھر جا کر گھر کے کام کاج میں مشغول رہتے، پھٹے کپڑوں کو سیتے، جوتا ٹوٹ جاتا تو اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے، دودھ دوہتے۔ نماز عصر پڑھ کر ازواج مطہرات میں سے ایک ایک کے پاس جاتے اور ذرا ذرا ٹھیرتے، پھر جس کی باری ہوتی، تمام ازواج مطہرات وہیں جمع ہو جاتیں۔ عشا تک صحبت رہتی پھر نماز عشا کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے اور واپس آکر سو جاتے، ازواجِ مطہرات رخصت ہو جاتیں، نماز عشا کے بعد بات چیت کرنا ناپسند فرماتے۔ (شمائل ترمذی)

Marfat.com

اولاد سے محبت

رسول کریم ﷺ کو اولاد سے نہایت محبت تھی۔ معمول تھا جب کبھی سفر فرماتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہؓ کے پاس جاتے اور سفر سے واپس آتے تو جو شخص سب سے پہلے باریاب خدمت ہوتا وہ بھی حضرت فاطمہؓ ہی ہوتیں۔ ایک دفعہ کسی غزوے میں گئے۔ اس اثنا میں حضرت فاطمہؓ نے دونوں صاحب زادوں کے لیے چاندی کے کنگن بنوائے اور دروازہ پر پردے لٹکائے۔ رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے تو خلاف معمول حضرت فاطمہؓ کے گھر نہیں گئے، وہ سمجھ گئیں، فوراً پردوں کو چاک کر ڈالا اور صاحب زادے کے ہاتھ سے کنگن اتار لیے، صاحب زادے روتے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے کنگن لے کر بازار میں بھیج دیے کہ ان کے بدلے ہاتھی دانت کے کنگن لا دو۔

حضرات حسنینؓ سے بے انتہا محبت تھی۔ فرماتے تھے کہ یہ میرے گل دستے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے تو فرماتے کہ میرے بچوں کو لانا، وہ صاحب زادوں کو لاتیں، آپ ﷺ ان کو چومتے اور سینے سے لپٹاتے (ترمذی)۔ ایک دفعہ مسجد میں خطبہ فرما رہے تھے، اتفاق سے حسینؓ سرخ کرتا پہنے ہوئے آئے، کم سنی کی وجہ سے ہر قدم پر لڑکھڑاتے جاتے تھے، آپ ﷺ ضبط نہ کر سکے منبر سے اتر کر گود میں اٹھالیا اور اپنے سامنے بٹھالیا۔ (نسائی)

حضرت براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسنؓ بن علیؓ کو اپنے مبارک کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت فرما''۔ (متفق علیہ)

Marfat.com

ایک دفعہ آپ ﷺ کہیں دعوت میں جا رہے تھے، امام حسینؓ راہ میں کھیل رہے تھے، آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلا دیے وہ ہنستے ہوئے پاس آ کر نکل جاتے تھے، بالآخر آپ ﷺ نے ان کو پکڑ لیا، ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی پر اور ایک سر پر رکھ کر سینے سے لپٹا لیا، پھر فرمایا: حسینؓ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ (ابن ماجہ)

آپ ﷺ کے داماد (حضرت زینبؓ کے شوہر) جب بدر سے قید ہو کر آئے تو فدیہ کی رقم ادا نہ کر سکے تو گھر کہلا بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے اپنا وہ ہار جو حضرت خدیجہؓ نے انھیں جہیز میں دیا تھا فدیے کے طور پر دے بھیجا۔ جوں ہی رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کا ہار دیکھا تو پرانی یادیں تازہ ہو گئیں، ان کی یاد میں بے تابی سے آنسو نکل آئے۔ پھر صحابہؓ سے فرمایا: اگر تمھاری مرضی ہو تو یہ ہار زینبؓ کو واپس بھیج دو، سب نے بسر و چشم منظور کیا۔ (ابوداؤد)

ابوقتادہؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ مسجد نبویؐ میں حاضر تھے کہ دفعتاً رسول اللہ ﷺ اپنی نواسی امامہؓ کو کندھے پر چڑھائے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت زینبؓ کی کم سن صاحب زادی کا نام امامہ تھا، ان سے آپ ﷺ کو بہت محبت تھی۔ آپ ﷺ نماز پڑھتے ہوئے بھی ان کو ساتھ رکھتے۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھتے تو وہ دوش مبارک پر سوار ہو جاتیں۔ رکوع کے وقت آپ ﷺ ان کو کاندھے سے اتار دیتے پھر کھڑے ہوتے تو وہ پھر سوار ہو جاتیں (زادالمعاد)۔ روایتوں کے الفاظ سے مفہوم یہ متعین ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود ان کو کاندھوں پر بٹھا لیتے اور اتار دیتے تھے لیکن ابن القیم نے لکھا ہے کہ یہ عمل کثیر ہے۔ گمان یہ ہے کہ وہ خود سوار ہو جاتی ہوں گی اور آپ ﷺ منع نہ فرماتے ہوں گے۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ کا بیان ہے: آپ ﷺ کی ایک نواسی حالت نزع

Marfat.com

میں تھیں، صاحب زادی نے بلا بھیجا لیکن آپ ﷺ نے اس کے جواب میں سلام کے بعد یہ پیغام بھیجا۔ اللہ ہی کا ہے جو کسی سے لے لیتا ہے اور اسی کا ہے جو کسی کو عطا فرماتا ہے اور ہر ایک کا اس کے ہاں وقت مقرر ہے، پس صبر کرو اور سکون اختیار کرو۔ مگر آپ ﷺ کی صاحب زادی نے آپ ﷺ کو قسم دی کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں۔ آپ ﷺ اٹھے اور سعدؓ بن عبادہ، معاذؓ بن جبل، ابیؓ بن کعب اور زیدؓ بن ثابت آپ ﷺ کے ہم راہ تھے۔ بچی اسی حالت میں آغوش مبارک میں رکھ دی گئی۔ آپ ﷺ نے اس کی حالت دیکھی تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سعدؓ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ جذبہ محبت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں رکھا ہے۔ اللہ اپنے بندوں میں سے رحم دلوں ہی پر رحم کرتا ہے۔ (سیرت النبی ﷺ)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو اپنے خاندان سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جس قدر آپ ﷺ کرتے تھے اور آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو اپنے عیال کے لیے رحم دل نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کے صاحب زادے حضرت ابراہیمؑ عوالی میں پرورش پاتے تھے جو مدینے سے تین چار میل ہے، ان کو دیکھنے کے لیے مدینے سے پیادہ پا جاتے۔ ان کے ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں کر لیتے اور منہ چومتے پھر مدینہ واپس آتے۔ یہ ہجرت کا دسواں سال تھا جب ابراہیمؑ چلنے لگے تھے اور اب بولنا شروع کر رہے تھے۔ اس سال کے ابتدائی مہینوں میں ہی ابراہیمؑ بیمار ہو گئے اور واضح ہو گیا کہ وہ جاں بر نہ ہوں گے۔ ان کی ماں اور ماں کی بہن سیرینؓ ان کی دیکھ بھال کر رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ انھیں دیکھنے برابر جاتے تھے اور جب ان پر نزع کا عالم طاری تھا تو آپ ﷺ ان کے پاس ہی تھے۔ بچے نے آخری ہچکی لی تو

Marfat.com

آپ ﷺ نے ان کو گود میں لے لیا اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے اشک محبت جاری ہوئے تو عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیا بات ہے؟ رسول اللہ ﷺ روتے رہے اور جب آپ ﷺ نے اپنی آواز پر قابو پایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس سے منع نہیں کرتا، یہ شفقت و رحمت کا تقاضا ہے اور وہ جو رحم کے جذبے سے خالی ہے اس پر رحم نہ کیا جائے گا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے دوبارہ گزارش کی تو ارشاد ہوا۔ اے ابراہیمؓ! ایسا نہ ہوتا کہ دوبارہ ملنے کا وعدہ یقینی ہے اور یہ کہ وہ راستہ ہے جس پر سب کو جانا ہے اور ہم میں سب سے بعد میں جانے والا پہلے جانے والے سے جا ملے گا تو ہم تمھاری موت پر اس سے زیادہ رنج و غم کرتے تاہم اے ابراہیمؓ! ہم تمھارے لیے غم زدہ ہیں، آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں، دل غم زدہ ہو رہا ہے لیکن منہ سے ہم وہی باتیں کہیں گے جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ ہم زبان پر ایسی کوئی بات نہیں لاتے جو ربّ کو ناراض اور غضب ناک کرے۔ (بخاری)

آپ ﷺ نے حضرت ماریہؓ اور حضرت سیرینؓ سے تسلی و تشفی کے کلمات کہے۔ انھیں یقین دلایا کہ ابراہیمؓ جنت میں ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ان کے حال پر چھوڑ کر آپ ﷺ، عباسؓ اور فضلؓ کے ساتھ واپس تشریف لائے۔ فضلؓ نے میت کو غسل دے کر لٹایا۔ آپ ﷺ اور عباسؓ بیٹھے اس عمل کو دیکھتے رہے۔ پھر میت کو جنازے کے لیے قبرستان لے جایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی، پھر اپنے بیٹے کے لیے قبر کے کنارے دعا فرمائی۔ اس کے بعد اسامہؓ اور فضلؓ نے میت کو قبر میں رکھا، قبر میں مٹی ڈالی جا چکی، پھر بھی آپ ﷺ اس کے پہلو میں رکے رہے، پانی کی مشک منگوائی اور حکم دیا کہ قبر پر چھڑک دیا جائے۔ قبر پر ڈالی ہوئی مٹی میں کچھ ناہمواری رہ گئی تھی اس کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کوئی کام کرو تو اس کو تکمیل

Marfat.com

کی حد تک کرو۔ پھر خود اپنے مبارک ہاتھوں سے قبر کی مٹی برابر کی اور اپنے خاص عمل کے بارے میں فرمایا۔ اس سے نہ کوئی فائدہ نہ نقصان لیکن اس سے مصیبت زدہ کی روح کو تسلی ملتی ہے۔ (حیات سرور کائناتؐ)

خالص گھریلو زندگی

حضرت عائشہؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب میں فرمایا: آپ ﷺ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ بکری کا دودھ خود دوہتے اور اپنی ضرورتیں خود ہی پوری کر لیتے۔ نیز اپنے کپڑوں کو خود ہی پیوند لگا لیتے۔ اپنے جوتے کی مرمت کر لیتے، جانوروں کو چارہ ڈالتے، کوئی خادم ہوتا تو اس کے ساتھ مل کر کام کرا دیتے اور کبھی اکیلے ہی مشقت کر لیتے۔ آپ ﷺ خدمت گار کے ساتھ کھانا کھا لیتے اور اس کے ساتھ آٹا گندھوا لیتے۔ اپنا سودا بازار سے خود لے آتے۔ (شمائل ترمذی)

ازواجِ مطہراتؓ کے نان ونفقہ اور مختلف ضروریات کا انتظام بھی آپ ﷺ کو کرنا ہوتا، پھر ان کی تعلیم و تربیت بھی آپ ﷺ کے ذمے تھی۔ ان ہی کے ذریعے طبقۂ خواتین کی اصلاح کا کام جاری رہتا۔ عورتیں اپنے مسائل لے کر آتیں اور ازواج مطہراتؓ کی معرفت دریافت کرتیں۔ اس کے باوجود گھر کی فضا کو آپ ﷺ نے کبھی خشک اور بوجھل نہ بننے دیا۔ اور نہ اس میں کوئی مصنوعی انداز پیدا ہونے دیا۔ آپ ﷺ کا گھر ایک انسانی گھر کی طرح تھا جس کی فضا میں فطری جذبات کا مد و جزر رہتا۔ اس میں آنسوؤں کی چمک بھی ہوتی اور تبسموں کی لمعانی بھی، محبتیں بھی کارفرما تھیں اور کبھی کبھار رشک کا کھچاؤ بھی پیدا ہوتا۔ پریشانیاں بھی رہتیں اور تفریح کے لمحات بھی آتے۔ رسول اللہ ﷺ اس باغ میں آتے تو نسیم کے جھونکے کی طرح آتے اور ایک عجیب

Marfat.com

شگفتگی پھیل جاتی۔ بات چیت ہوتی، کبھی کبھی قصہ گوئی بھی ہوتی، اور دلچسپ لطائف بھی وقوع میں آتے، مثلاً اپنا ایک واقعہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حریرہ (گوشت کا قیمہ کر کے پانی میں پکاتے ہیں اور پھر اس پر آٹا چھڑکتے ہیں جو ساتھ ہی پکتا ہے) تیار کیا۔ حضرت سودہؓ بھی موجود تھیں اور رسول اللہ ﷺ دونوں کے درمیان بیٹھے تھے۔ بے تکلفی کی فضا تھی۔ میں نے سودہؓ سے کہا کہ کھاؤ، انھوں نے کسی وجہ سے انکار کیا۔ میں نے پھر اصرار سے کہا کہ کھاؤ۔ انھوں نے انکار کیا۔ پھر اصرار سے کہا کہ تمھیں ضرور کھانا ہوگا۔ انھوں نے پھر انکار کیا۔ ادھر سے پھر میں نے کہا کہ اس میں سے کھاؤ ورنہ اٹھا کر تمھارے منہ پر مل دوں گی۔ حضرت سودہؓ نے بھی ہٹ دکھائی۔ میں نے حریرہ میں ہاتھ بھر کر واقعی اُن کا منہ سان دیا۔ اس بے تکلفی پر آپ ﷺ خوب ہنسے اور سودہؓ سے فرمایا: تم اس کے منہ پر ملو تاکہ حساب برابر ہو جائے۔ حضرت سودہؓ نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ بکرر ہنسے۔ (محسن انسانیتؐ)

حضرت عائشہؓ نے فرمایا: میں نے ایک بار آپ ﷺ کے لیے کچھ کھانا تیار کیا اور کچھ کھانا آپ ﷺ کے لیے صفیہؓ نے تیار کیا۔ میں نے اپنی لونڈی سے کہا کہ جا دیکھتی رہ اگر حضرت صفیہؓ کھانا لائیں اور میرے کھانے سے پہلے دسترخوان پر رکھ دیں تو کھانا گرا دینا۔ چناں چہ وہ کھانا لائیں اور لونڈی نے اس کو گرا دیا۔ رکابی بھی گر کر ٹوٹ گئی۔ دسترخوان چوں کہ چمڑے کا تھا اس لیے کھانا ضائع نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کھانے کو جمع کیا اور صفیہؓ سے فرمایا: تم عائشہؓ سے بدلہ لو یعنی اپنے برتن کے بدلے برتن لو۔ (مسند احمد)

ان دونوں مذکورہ واقعات میں آپ ﷺ کا مقصد محض بدلہ دلوانا نہیں بلکہ حضرت سودہؓ اور حضرت صفیہؓ کی دل جوئی کے لیے تھا تاکہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ آپ ﷺ نے بھی حضرت عائشہؓ کے فعل کو گوارا فرما لیا۔ روزمرہ گھریلو معاملات

Marfat.com

میں ایسے رعایتیں دینا محض شفقت وصرف نظر اور تواضع کی دلیل ہے۔

ایک موقعے پر حضرت ابو بکرؓ آئے تو حضرت عائشہؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شوخی سے بات کرتے پایا۔ غضب ناک ہو کر مارنے کو چلے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو ٹھنڈا کیا کہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ اسی غصے میں جناب صدیقؓ چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد رسول کریم ﷺ نے بڑے تیکھے انداز میں حضرت عائشہؓ سے فرمایا: دیکھا ہم نے تمھیں اس شخص سے بچا لیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑے۔ حضرت عائشہؓ دوڑ میں آگے نکل گئیں۔ پھر کچھ زمانے کے بعد دوسری مرتبہ دوڑ ہوئی تو حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ آگے نکل گئے۔ وجہ یہ تھی کہ پہلی مرتبہ حضرت عائشہؓ کا جسم پتلا تھا جب کہ دوسری بار ان کا جسم بھاری ہو گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج میرا تم سے آگے نکل جانا، پہلی مرتبہ مجھ سے تمھارے آگے نکل جانے کا بدلہ ہے۔ (العلل للدارقطنی)

بعض اوقات ازواج مطہراتؓ اِدھر اُدھر کے قصے یا گزرے ہوئے واقعات بیان کرتیں تو رسول کریم ﷺ برابر سنتے رہتے اور خود بھی کبھی اپنے گزشتہ واقعات سُناتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ہم میں اس طرح ہنستے، بولتے بیٹھے رہتے تھے کہ معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ کوئی اولوالعزم نبی ہیں۔ لیکن جب کوئی دینی بات ہوتی یا نماز کا وقت آ جاتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ وہ آدمی ہی نہیں ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چھوٹے سے بوریے پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ (ابن سعد)

کھانے پہننے میں ازواج مطہراتؓ کو کوئی روک ٹوک نہیں تھی جو چاہتیں کھاتیں جو چاہتیں پہنتیں۔ ہر چند عسرت کی وجہ سے اچھا کھانا میسر نہ آتا۔ اہل بیت

Marfat.com

کے لیے سونے چاندی کے زیورات پسند نہ فرماتے۔ اس زمانے میں ہاتھی دانت کے زیوروں کا رواج تھا۔ آپ ﷺ اس قسم کے زیور پہننے کا حکم دیتے۔ بیویوں کا پاک صاف رہنا پسند فرماتے۔ بیویوں پر لعن طعن کرتے نہ ان سے سخت اور درشت لہجے میں گفت گو کرتے۔ اگر کوئی بات ناگوار خاطر ہوتی تو التفات میں کمی کر دیتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کوئی شخص اپنے خُلق میں رسول اللہ ﷺ جیسا نہ تھا، خواہ کوئی صحابی بلاتا یا گھر کا کوئی شخص، رسول کریم ﷺ اس کے جواب میں لبیک (میں حاضر ہوں) ہی فرمایا کرتے۔ (زاد المعاد)

بیوی کی محبت کو عار نہ سمجھا

بلا شبہ سیّدنا محمد ﷺ اللہ کے رسول اور بشر تھے۔ ایک عورت کی محبت کو عار نہیں سمجھتے تھے اور اس کو عمدہ جذبے سے تعبیر کرتے ہوئے اس کا اظہار فرماتے جب کہ آپ ﷺ کے سوا بہت سے لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ محبت کو چھپاتے ہیں تا کہ ان کی کبریائی خطرے میں نہ پڑ جائے اور ان کا احترام گھٹ نہ جائے، جیسا کہ وہ سمجھتے ہیں، حال آں کہ وہ غلطی پر ہیں۔ (سیرت رحمت عالمؐ)

امام بخاریؒ نے حضرت عمرؓو بن عاص سے روایت کی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: انسانوں میں سے سب سے زیادہ آپ ﷺ کا محبوب کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہؓ''۔ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کی کم سنی اور ان کا اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل کا لحاظ رکھتے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے: میں لڑکیوں یعنی گڑیوں کے ساتھ آپ ﷺ کے پاس کھیلا کرتی اور میری سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلتیں۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتیں، آپ ﷺ انھیں میری طرف بلاتے اور وہ میرے ساتھ کھیلتیں۔ (زاد المعاد)

Marfat.com

حضرت عائشہؓ مسلمانوں کو اپنی چھوٹی عمر کی بیویوں پر اس طرح کا لحاظ رکھنے کی نصیحت فرمایا کرتیں۔ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی چادر میں چھپا لیتے اور اپنے کندھوں کی اوٹ سے حبشی لڑکوں کا کھیل بھی دکھا دیتے، جب وہ مسجد میں کھیل رہے ہوتے حتّٰی کہ میں ہی تھک جاتی۔ (زادالمعاد)

جب عائشہؓ پانی پیتیں تو ان کے ہاتھ سے پیالہ لے کر وہیں لب مبارک لگا لیتے جہاں سے انھوں نے پیا ہوتا اور جب وہ ہڈی پر سے گوشت کھاتیں تو آپ ﷺ وہ ہڈی جس پر گوشت ہوتا لے کر وہاں منہ لگا لیتے جہاں سے حضرت عائشہؓ نے کھایا ہوتا اور آپ ﷺ ان کے زانو سے ٹیک بھی لگا لیتے اور اسی حالت میں کبھی کبھی قرآن کی تلاوت بھی کرتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ ایام سے ہوتیں مگر آپ ﷺ کی ان کی طرف توجہ میں کمی نہ آتی۔ یہ سب آپ ﷺ کا اپنی ازواج مطہراتؓ سے حسن اخلاق اور لطف و کرم کا نتیجہ تھا کہ جب آپ ﷺ سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہراتؓ کے درمیان قرعہ ڈالتے جس کے نام کا قرعہ نکل آتا وہی ساتھ جاتیں پھر کسی کے لیے کوئی عذر نہ رہ جاتا۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرتا ہو اور میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ تم سب سے بہتر سلوک کرتا ہوں (زادالمعاد)۔ کبھی کبھی آپ ﷺ تمام ازواج مطہراتؓ کی موجودگی میں کسی ایک کی طرف از راہ التفات ہاتھ بڑھا بھی دیتے۔ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا کہ آپ ﷺ سب ازواج مطہراتؓ کے ہاں تشریف نہ لے گئے ہوں۔ آپ ﷺ ہر ایک کے پاس بیٹھتے اور آخر کار جس کی باری ہوتی اس کے ہاں تشریف لے جاتے اور وہیں شب بسر کرتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ باری کی اتنی پابندی فرماتے کہ

Marfat.com

کبھی ہم میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے۔ ام المومنین سیدہ عائشہؓ کا قول ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو برہنہ کبھی نہیں دیکھا۔ (رحمۃ للعالمینؐ)

رسول کریم ﷺ کی معاشی زندگی

رسول اللہ ﷺ کی معاشی زندگی آپ ﷺ کے اس قول سے پوری طرح مطابقت رکھتی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ آپ ﷺ زبان سے تو سرداری اور بادشاہی سے لاتعلقی ظاہر کر رہے ہوں لیکن پس پردہ ان کے حصول کے لیے سعی و عمل میں مصروف ہوں۔ آپ ﷺ کا کھانا پینا بہت معمولی تھا۔ آپ ﷺ کی معاشی حالت فقرا و مساکین کی حالت سے بہتر نہ تھی۔ آپ ﷺ کا لباس بھی انتہائی معمولی ہوتا تھا۔ گھر میں ضروریات کی چیزیں بھی بہت مختصر تھیں۔ چٹائی پر لیٹتے تھے جس سے آپ ﷺ کے پہلو میں نشان پڑ جاتا تھا۔ کبھی نرم بستر پر نہیں سوئے۔

ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے ربّ نے مجھ سے کہا کہ اے نبی! اگر تم چاہو تو تمھارے لیے وادی مکہ سونے کی بنا دی جائے۔ میں نے عرض کیا: نہیں پروردگار! میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں۔ جس دن بھوکا رہوں تیرے حضور گریہ وزاری کروں اور تیری یاد میں مصروف رہوں اور جس دن سیر ہو کر کھانا کھاؤں دل کی گہرائی سے تیرا شکر اور تیری تعریف کروں۔ (فتح الباری)

پھر وہ ایک دن بھی نہ رہا۔ گھر میں تشریف لائے، حضرت عائشہؓ سے پوچھا کھانے کے لیے کچھ ہے؟ کہا کچھ نہیں! آج چوتھا دن ہے کچھ کھانے کو نہیں ملا۔ آج تو اللہ سے بات کرتا ہوں، چناں چہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور ستون کے پیچھے کھڑے ہو کے نماز شروع کر دی۔ پھر سلام پھیرا، پھر دوسرے ستون کے پیچھے

Marfat.com

کھڑے ہو کر نفل پڑھنے شروع کر دیے۔ اتنے میں حضرت عثمانؓ آپ ﷺ کے گھر آئے اور حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کہاں ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ تین دن گزر چکے تھے، آلِ رسول ﷺ کے گھر میں کچھ نہیں تھا کھانے کو، اس لیے اپنے اللہ سے بات کرنے گئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ وہیں کھڑے ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گئے اور کہنے لگے: مجھے کیوں نہ حکم دیا۔ عبد الرحمٰنؓ بن عوف کو کیوں نہ حکم دیا۔ ثابتؓ بن قیس کو کیوں نہ کہا (یہ مال دار لوگ تھے)، ہمارا رزق کس لیے؟ بھاگتے ہوئے گھر گئے اور گھر میں جو کچھ پکا ہوا تھا وہ اٹھا کے لائے کہ پکانے میں کہیں دیر نہ ہو جائے۔ پہلے ہی خانہ نبوت پر بہت بھوک ہے۔ جو پکا ہوا نہیں تھا وہ بھی لا کے رکھ دیا۔ آپ ﷺ نفل پڑھ کے واپس آئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ سامان بھی ہے اور کھانا بھی تیار ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کون لے کر آیا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: آپ ﷺ جو اللہ سے مانگنے گئے تھے، آپ ﷺ کے جانے کے بعد عثمانؓ آئے تھے، انھوں نے پوچھا تھا تو میں نے سارا بتا دیا، یہ سب کچھ وہ پہنچا کے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف دیکھ کر تین دفعہ فرمایا:

''اے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔''

ایک دفعہ ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا کہ سخت بھوکا ہوں۔ آپ ﷺ نے ازواج مطہراتؓ میں سے کسی کے ہاں کہلا بھیجا کہ کچھ کھانے کو بھیج دو۔ جواب آیا کہ گھر میں پانی کے سوا کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے دوسرے گھر کہلا بھیجا۔ وہاں سے بھی یہی جواب آیا، مختصراً یہ کہ سب گھروں میں سے پانی کے سوا کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک دن خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ﷺ نے شکم کو کپڑے سے کس کر باندھا ہے۔ سبب پوچھا تو حاضرین میں سے ایک

Marfat.com

صاحب نے کہا بھوک کی وجہ سے۔

حضرت ابوطلحہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے ہیں اور بھوک کی وجہ سے بار بار کروٹیں بدلتے ہیں۔ (سیرت النبی ﷺ)

ایک مرتبہ آپ ﷺ مسجد میں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے وجہ پوچھی تو فرمایا: ابو ہریرہؓ بھوک نے گرا دیا۔ آپ ﷺ کی یہ بات سن کر ابو ہریرہؓ رونے لگ گئے۔ انھیں روتا دیکھ کر رسول کریم ﷺ اپنی بھوک بھول گئے اور انھیں دلاسا دیتے ہوئے فرمایا: رومت، کیوں کہ اگر بھوکا شخص ثواب کی نیت سے بھوک برداشت کرے گا تو وہ قیامت کی ہول ناکی سے محفوظ رہے گا۔

بھوک رسول اللہ ﷺ کی ہم زاد تھی، جو ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ رہی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی مروی ہے کہ ایک دفعہ رات یا دن کے کسی پہر رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے تو ان کی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوگئی۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''اس وقت تمھیں کس چیز نے گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا ہے؟'' انھوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ بھوک نے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مجھے بھی اس چیز نے گھر سے نکالا ہے، جس نے تمھیں نکالا ہے۔'' آپ ﷺ کی مراد بھوک سے تھی۔ ان تینوں حضرات نے اپنی کل متاع راہ اللہ میں لٹا دی تھی اور اپنے پاس اتنی دولت بھی نہ چھوڑی، جس سے روح اور جسم کا تعلق برقرار رکھ سکتے اور جب بھوک نے بہت ستایا تو ان کی نیند اڑ گئی اور وہ مدینے کی گلیوں میں نکلنے پر مجبور ہو گئے۔ آپ ﷺ سب کو لے کر حضرت ابوایوبؓ انصاری کے گھر آئے۔ ان کا معمول تھا

Marfat.com

کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے دودھ مہیا رکھتے تھے۔ آج آپ ﷺ کے آنے میں دیر ہوئی تو انھوں نے بچوں کو پلا دیا۔ آپ ﷺ ان کے گھر پہنچے تو وہ نخلستان جا چکے تھے۔ ان کی بیوی کو خبر ہوئی تو وہ باہر نکل آئیں اور عرض کیا: ''رسول اللہ ﷺ کا آنا مبارک''۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ابوایوبؓ کہاں ہیں؟ نخلستان پاس ہی تھا، وہ آواز سن کر دوڑے آئے اور مرحبا کہہ کر عرض کیا: یہ رسول اللہ ﷺ کے آنے کا وقت نہیں؟ آپ ﷺ نے حالت بیان کی وہ نخلستان میں جا کر کھجوروں کا ایک خوشہ توڑ لائے اور کہا میں گوشت تیار کراتا ہوں۔ ایک بکری ذبح کی، آدھے کا سالن اور آدھے کے کباب تیار کرائے۔ کھانا سامنے لا کر رکھا تو رسول اللہ ﷺ نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا: فاطمہؓ کو بھجوا دو، کئی دن سے اس کو کھانا نصیب نہیں ہوا ہے۔ پھر خود صحابہؓ کے ساتھ مل کر کھانا نوش فرمایا۔ متعدد قسم کے کھانے دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت میں ہر نعمت کا سوال ہوگا وہ یہی چیزیں ہیں۔ (نور سرمدی فخر انسانیتؐ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں مجھے اتنا ڈرایا دھمکایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا۔ اور اللہ کی راہ میں مجھے اتنا ستایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ستایا گیا۔ ایک دفعہ تیس رات دن مجھ پر اس حال میں گزرے کہ میرے اور بلالؓ کے لیے کھانے کی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو کوئی جان دار، کھا سکے، سوائے اس کے جو بلالؓ نے اپنی بغل کے اندر چھپا رکھا تھا۔ (ترمذی)

اکثر ایسا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ صبح کو ازواج مطہراتؓ کے پاس تشریف لاتے اور پوچھتے کہ آج کچھ کھانے کو ہے؟ عرض کرتیں: نہیں۔ آپ ﷺ فرماتے: اچھا میں نے روزہ رکھ لیا۔

Marfat.com

ایک بار حضرت فاطمہؓ بیمار پڑ گئیں۔ آپ ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ دروازے پر دستک دی اور فرمایا: پردہ کرلیں کیوں کہ ایک صحابی عمرانؓ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اندر سے آواز آئی پردے کے لیے گھر میں کوئی چادر نہیں۔ آج تو شاید کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جہاں دیواروں پر چادریں نہ لٹک رہی ہوں۔ یہاں حال یہ ہے کہ پردے کے لیے گھر میں کوئی چادر نہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر اتار کر دی۔ جب آپ ﷺ نے خیریت دریافت کی تو پدرانہ شفقت سے حضرت فاطمہؓ رونے لگ گئیں۔ پوچھا: بیٹی کیا ہوا۔ بولیں: دوا لینے کو کچھ پاس ہے اور نہ کھانے کو۔ انھیں روتا دیکھ کر رسول کریم ﷺ بھی رونے لگ گئے۔ فرمایا: بیٹی اس ربّ کی قسم جس نے تیرے بابا کو حق کے ساتھ بھیجا، آج تیسرا دن ہے تیرے بابا نے بھی کچھ نہیں کھایا۔ (احیاء العلوم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے عروہؒ سے فرمایا: میرے بھانجے، ہم اہل بیت اس طرح گزارہ کرتے تھے کہ کبھی لگا تار تین تین چاند دیکھ لیتے تھے یعنی کامل دو مہینے گزر جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں چولہا گرم نہ ہوتا تھا۔ عروہؒ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا کہ پھر آپ لوگوں کو کیا چیز زندہ رکھتی تھی؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: بس کھجور کے دانے اور پانی۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا اور آپ ﷺ نے کبھی کسی سے اس بات کا ذکر بھی نہیں کیا۔ کیوں کہ آپ ﷺ کو فقر غنا سے اور بھوک پیٹ بھر کر کھانے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ تھی۔ آپ ﷺ بسا اوقات بھوک کی وجہ سے تمام رات بے چین رہتے مگر آپ ﷺ کی یہ بھوک آپ ﷺ

Marfat.com

کو اگلے دن کا روزہ رکھنے سے نہ روک سکتی۔ رات کو کچھ کھائے پیے بغیر ہی آپ ﷺ روزہ رکھ لیتے۔ میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگتی اور خود میری اپنی یہ حالت ہوتی کہ بھوک سے بُرا حال ہوتا اور میں پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگتی اور آپ ﷺ سے کہنے لگتی کہ کاش ہمیں صرف گزر بسر کرنے کی حد تک ہی کھانے پینے کا سامان میسر ہو جاتا فراخی اور عیش سامانی نہ سہی کم از کم اتنا تو ہوتا کہ اطمینان سے ہمارا گزر بسر چلتا۔ میری یہ بات سن کر آپ ﷺ فرماتے: اے عائشہؓ! ہمیں دُنیا سے کیا غرض، مجھ سے پہلے میرے بہت سے بھائی جو جلیل القدر پیغمبر تھے، اس دُنیا میں آئے ان پر بھی فقر و فاقہ کی سختیاں گزری ہیں مگر انھوں نے صبر کیا اور اسی حال میں اپنے اللہ سے جا ملے۔ وہاں انھیں بلند مقامات سے نوازا گیا اور طرح طرح کی نعمتیں ان کو عطا کی گئیں میں ڈرتا ہوں کہ مجھے اس دنیا میں فراخی دے دی جائے اور آخرت کی لازوال نعمتوں میں کمی ہو جائے۔ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ کوئی بات نہیں کہ میں اپنے دوستوں اور بھائیوں سے اسی حالت میں جا ملوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی نوازشوں میں یہ نوازش (فقر و فاقہ) سب سے زیادہ پسند ہے۔ (فتح الباری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: جس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمائی اس کے بعد مشکل سے ایک ماہ آپ ﷺ ہم میں رہے پھر آپ ﷺ کا وصال ہو گیا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ (اسوہ رسول کریمؐ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کا جس وقت وصال ہوا، میرے پاس کھانے والی کوئی چیز نہ تھی، سوائے تھوڑے سے جَو کے۔ ایک عرصے تک میں وہی استعمال کرتی رہی۔ (بخاری)

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ وفات کے وقت آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی

Marfat.com

کے یہاں تین صاع جو پر گروی تھی۔ جن کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی، ان میں اوپر تلے پیوند لگے ہوئے تھے جب کہ یہ وہ زمانہ ہے جب شام سے لے کر عدن تک تمام عرب فتح ہو چکا ہے اور مدینے کی سرزمین میں مال و دولت کا سیلاب آ چکا ہے۔ (بخاری)

بس ایک مشکیزہ، اِک چٹائی، ذرا سے جَو ایک چارپائی
بدن پہ کپڑے بھی واجبی سے، نہ خوش لباسی نہ خوش غذائی
یہی ہے کل کائنات جس کی، گنی نہ جائیں صفات جس کی
وہی تو سلطانِ بحر و بر ہے، میرا پیمبر عظیم تر ہے!!!

الوداعی آثار

جب دعوت دین مکمل ہوگئی اور عرب کی تکمیل اسلام کے ہاتھ میں آ گئی تو رسول اللہ ﷺ کے جذبات واحساسات احوال وافعال اور گفتار وکردار سے ایسی علامات نمودار ہونا شروع ہوئیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ ﷺ اس حیات مستعار کو اور اس جہان فانی کے باشندگان کو الوداع کہنے والے ہیں۔ مثلاً آپ ﷺ نے رمضان ۱۰ ہجری میں بیس دن اعتکاف فرمایا جب کہ ہمیشہ دس دن ہی اعتکاف فرمایا کرتے تھے، پھر حضرت جبریلؑ نے آپ ﷺ کو اس سال دو مرتبہ قرآن کا دور کرایا جب کہ ہر سال ایک ہی مرتبہ دور کرایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا: مجھے معلوم نہیں شاید میں اس سال کے بعد اپنے اس مقام پر تم لوگوں سے کبھی پھر مل سکوں۔ جمرہ عقبہ کے پاس فرمایا: مجھ سے اپنے حج کے اعمال سیکھ لو کیوں کہ میں اس سال کے بعد غالباً حج نہ کر سکوں گا۔ آپ ﷺ پر میدان عرفات میں آیت نازل ہوئی جس میں اشاد ہوا:

"آج میں نے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت آپ ﷺ پر تمام کر دی اور اسلام کو بحیثیت دین آپ ﷺ کے لیے پسند کر لیا۔" (المائدہ ۵:۳)

Marfat.com

پھر ایام تشریق کے وسط میں سورہ النصر نازل ہوئی اور اس سے آپ ﷺ نے سمجھ لیا کہ اب دنیا سے روانگی کا وقت آن پہنچا ہے اور یہ موت کی اطلاع ہے۔

اوائل صفر ۱۱ ہجری میں آپ ﷺ دامن احد میں تشریف لے گئے اور شہدا کے لیے اس طرح دعا فرمائی گویا زندوں اور مردوں سے رخصت ہو رہے ہیں۔ پھر واپس آ کر منبر پر فروکش ہوئے اور فرمایا: میں تمھارا میر کارواں ہوں اور تم پر گواہ ہوں۔ واللہ میں اس وقت حوض کوثر دیکھ رہا ہوں۔ واللہ! مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے بلکہ اندیشہ اس کا ہے، دنیا طلبی میں باہم مقابلہ کرو گے۔

ایک روز نصف رات کو آپ ﷺ بقیع تشریف لے گئے اور اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت کی۔ فرمایا: اے قبر والو! تم پر سلام ہو! لوگ جس حال میں ہیں اس کے مقابل تمھیں وہ حال مبارک ہو جس میں تم ہو۔ فتنے تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح ایک کے پیچھے ایک چلے آ رہے ہیں اور بعد والا پہلے والے سے زیادہ برا ہے۔ اس کے بعد یہ کہہ کر اہل قبور کو بشارت دی کہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ (مسند احمد)

آغاز مرض

۲۹ صفر، پیر کے روز رسول کریم ﷺ ایک جنازہ سے واپس آ رہے تھے کہ راستہ ہی میں درد سر شروع ہو گیا، پھر شدید بخار ہو گیا۔ سیدنا ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ جو رومال رسول اللہ ﷺ نے سر مبارک پر باندھ رکھا تھا، میں نے اسے ہاتھ لگایا، اس سے تپش نکل رہی تھی اور آپ ﷺ کا بدن ایسا گرم تھا کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہوا۔ میں نے تعجب کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: انبیا سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی اور اسی لیے ان کا اجر سب سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

Marfat.com

بیماری کے کل دن ۱۳ یا ۱۴ تھے۔ آپ ﷺ بیماری میں ۱۱ یوم تک مسجد میں آ کر خود نماز پڑھاتے رہے۔ آخری ہفتہ رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین سیدہ عائشہؓ کے گھر میں پورا فرمایا تھا۔ بدھ کو جسم کی حرارت میں مزید شدت آ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر سات مختلف کنوؤں کی سات مشکوں کا پانی بہاؤ۔ اس تدبیر سے کچھ سکون ہوا اور طبیعت ہلکی ہوئی تو فوراً مسجد تشریف لے گئے اور فرمایا: تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے جو انبیاؑ وصلحاؒ کی قبور کو سجدہ گاہ بناتی تھی، تم ایسا نہ کرنا۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا: ان یہودیوں اور نصرانیوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے جنھوں نے انبیا کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا، تم میرے بعد میری قبر کو ایسا نہ بنا دینا کہ اس کی پرستش کی جائے۔ (مؤطا امام مالکؒ)

قصاص کے لیے پیش کرنا

حضرت فضلؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کو بخار چڑھ رہا ہے اور سر مبارک پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا ہاتھ پکڑ لے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑا۔ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو آواز دے کر جمع کر لو۔ میں نے لوگوں کو جمع کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد یہ مضمون ارشاد فرمایا:

''میرا تم لوگوں کے پاس سے چلے جانے کا زمانہ قریب آ گیا ہے، اس لیے جس کی کمر میں میں نے مارا ہو میری کمر موجود ہے، بدلہ لے لو اور جس کی آبرو پر میں نے حملہ کیا ہو میری آبرو حاضر ہے، بدلہ لے لے۔ جس کا کوئی مطالبہ مجھ پر ہو وہ مال سے بدلہ لے لے۔ کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ مجھ سے بدلہ لینے سے میرے دل میں بغض پیدا ہونے کا ڈر ہے کہ بغض رکھنا نہ میری طبیعت میں ہے نہ میرے لیے موزوں ہے۔ خوب

Marfat.com

سمجھ لو کہ مجھے بہت محبوب ہے وہ شخص جو اپنا حق مجھ سے وصول کر لے یا معاف کر دے تاکہ میں اللہ جل شانہ کے یہاں بشاشت قلب کے ساتھ جاؤں۔ میں اپنے اس اعلان کو ایک دفعہ کہہ دینے پر اکتفا کرنا نہیں چاہتا پھر بھی اس کا اعلان کروں گا۔ چناں چہ اس کے بعد منبر سے اُتر آئے اور ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور وہی اعلان فرمایا۔ نیز ارشاد فرمایا: جس کے ذمے بھی کوئی حق ہو وہ ادا کر دے اور دنیا کی رسوائی کا خیال نہ کرے کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت کم ہے۔''

ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میرے تین درہم آپ ﷺ کے ذمے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں کسی مطالبہ کرنے والے کی نہ تکذیب کرتا ہوں نہ اس کو قسم دیتا ہوں لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ درہم کیسے ہیں؟ اس نے کہا، سائل آیا تھا آپ ﷺ کے پاس تھے نہیں۔ آپ ﷺ نے مجھے کہا تھا کہ تم دے دو میں بعد میں دے دوں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں مجھے یاد آیا۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا زاد فضلؓ بن عباس سے فرمایا: یہ میرا قرضہ تیرے ذمے ہے تم نے دینے ہیں۔ دیتے بھی تو کہاں سے دیتے جس رات کی صبح دنیا سے گئے اس رات ان کے گھر دیا جلانے کے لیے تیل تک نہیں تھا کہ چراغ جلتا رہتا۔

اماں عائشہؓ ایک انصاری عورت کے گھر گئیں اور کہا: اللہ کے رسول ﷺ بڑے بیمار ہیں، ہمارے گھر میں تیل کوئی نہیں۔ تھوڑا سا تیل دے دو کہ رات کو چراغ جل سکے۔ وہ جو عالم کو روشن کر کے گئے، ان کے گھر ایک قطرہ تیل نہیں تھا۔ ان کا گھر سب سے زیادہ قربانی کے لیے پیش ہوا۔ اپنی اولاد کو تقدیر کے حوالے کیا مگر اپنی امت کے بارے میں اپنے اللہ سے مانگتے ہوئے کبھی بھی غافل نہ ہوئے۔ وفات کے وقت بھی نہ بھولنے والے حشر میں بھی امت کا روگ لیے سجدے سے اس وقت

Marfat.com

تک سر نہ اٹھائیں گے جب تک اللہ ان کی شفاعت نہ قبول فرمائے۔

حیات مبارکہ کا آخری دن

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ پیر کا دن جو حیات نبویؐ کا آخری دن تھا۔ لوگ نمازِ فجر کے لیے صف بستہ تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ نے وہ پردہ اٹھایا جو حجرہ عائشہؓ اور مسجد طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت نماز ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک رسول اللہ ﷺ اس نظارہ کو جو آپ ﷺ کی پاک تعلیم کا ہی نتیجہ تھا ملاحظہ فرماتے رہے (مسلم)۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو مسکرائے، پھر ہنس پڑے۔ حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹ کر صف میں شامل ہو گئے۔ کیوں کہ انھیں گمان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کو دیکھ کر نماز ہی میں بے قابو ہوئے جا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے انھیں ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کریں۔ پھر حجرہ میں داخل ہو کر آپ ﷺ نے پردہ چھوڑ دیا اور یہ نماز ابوبکر صدیقؓ ہی نے مکمل فرمائی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ پر کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔ (متفق علیہ)

اس واقعے سے ہم رسول اللہ ﷺ کی شدت احساس اور آپ ﷺ کی غایت درجہ فکرمندی کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ اپنی امت کے بارے میں فکرمند تھے کہ آپ ﷺ کے بعد اس کا کیا حال ہوگا۔ انھیں بارگاہ الٰہی میں خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑا دیکھ کر رسول کریم ﷺ کے رُخِ زیبا پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آپ ﷺ کی پیار بھری نگاہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کے دل میں ان سے کتنی زیادہ محبت پائی جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی مسکراہٹ سے اظہار ہو رہا تھا کہ آپ ﷺ ان سے محبت کرتے ہیں، ان کے لیے بارگاہ الٰہی میں محو دعا

Marfat.com

رہتے ہیں اور ان کے حالات کی خبر رکھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ......(میری جان آپ ﷺ پر قربان، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں) چاہا کہ اپنی حیات طیبہ کے آخری لمحات میں اپنے اصحابؓ پر آخری نگاہ ڈال لیں اور جو حق ان کے سپرد کیا ہے اور جس دین کی طرف ان کی رہنمائی کی ہے اس پر انھیں عمل پیرا دیکھ کر اطمینان کی سانس لی ۔ جو منظر آپ ﷺ نے دیکھا اس سے آپ ﷺ کا جی خوش ہوگیا اور آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔ اس منظر سے آپ ﷺ موت کی تکلیفیں بھول گئے اور خوشی و مسرت آپ ﷺ کے رُخِ انور سے چھلکنے لگی۔ یہ دیکھ کر صحابہؓ کو گمان ہونے لگا کہ آپ ﷺ کی تکلیف میں افاقہ ہو رہا ہے اور طبیعت بحال ہو رہی ہے۔لیکن بعد میں انھیں علم ہوا کہ یہ آپ ﷺ کی آخری نگاہ تھی۔ یہ آپ ﷺ کے اصحابؓ بلکہ پوری امت کا آخری منظر تھا۔حکمت الٰہی کی مشیت بھی یہ ہوئی کہ آخری منظر نماز کا ہو، تاکہ یہ منظر لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان باقی رہ جانے والا عہد قرار پائے اور دنیا میں اپنی امت سے الوداعی لمحے آپ ﷺ کے ذہن پر نقش ہو جائیں۔تو پھر کیوں نہ ہم عمل نماز کے اس عہد کو لازم پکڑیں جو رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری لمحے میں انجام پایا اور جسے دیکھ کر آپ ﷺ خوشی و مسرت کے ساتھ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

آخری وصیت

سیدۃ النسا فاطمہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی حالت دیکھ کر کہا: آہ کتنا کرب ہے! (بخاری)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے باپ کو آج کے بعد کوئی کرب نہ ہو

Marfat.com

گا۔ پھر حسنؓ و حسینؓ کو بلایا دونوں کو چوما اور ان کے احترام کی وصیت فرمائی۔ پھر ازواج مطہراتؓ کو بلایا اور ان کو نصیحتیں فرمائیں۔ پھر علیؓ کو بلایا ان کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا، ان کو بھی نصیحت فرمائی۔ اسی موقعے پر امت کے نام اپنے آخری پیغام میں فرمایا:

میری امت! ایک نماز نہ چھوڑنا اور دوسرا غلام (نوکر، ماتحت، کم زور اور حقیر طبقے جنھیں معاشرہ کمی کمین سمجھتا ہے) پر رحم کرنا۔

رسول اللہ ﷺ کا آخری پیغام کیا ہے؟ ایک اجتماعی ہے اور دوسرا انفرادی: سارا دین اور ساری زندگی کا نچوڑ دو جملوں میں، ایک اللہ کا حق اور دوسرا بندوں کا حق، ایک عبادت اور دوسرا اخلاق۔

رفیق اعلیٰ کی جانب

نزع کے وقت جب انسان ہر چیز کو فراموش کر دیتا ہے۔ آپ ﷺ کو یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس دو درہم رکھے تھے۔ اس نازک موقعے پر بھی یہ سہو آپ ﷺ کو توکل علی اللہ کی شان کے خلاف نظر آیا۔ ارشاد ہوا کہ عائشہؓ! جاؤ اور انھیں خیرات کر دو۔ کہیں ربِّ محمد (ﷺ)! محمد (ﷺ) سے بدگمان ہو کر نہ ملے۔ (بخاری)

اتنے میں عبدالرحمٰنؓ بن ابو بکرؓ صدیق آگئے، ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے مسواک پر نظر ڈالی تو ام المومنین عائشہؓ صدیقہ نے ان سے مسواک لے کر اپنے دانتوں سے چبا کر نرم بنا دی۔ آپ ﷺ نے مسواک کی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کو بلند فرمایا اور نگاہ چھت کی طرف بلند کی اور دونوں ہونٹوں پر کچھ حرکت ہوئی۔ حضرت عائشہؓ نے کان لگایا تو آپ ﷺ فرما رہے تھے: ان انبیاؑ صدیقین، شہدا اور صالحین کے ہم راہ جن پر تو نے انعام

Marfat.com

کیا۔ اے اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیق اعلیٰ میں پہنچا دے۔ اے اللہ! رفیق اعلیٰ ۔آخری فقرہ تین بار دہرایا اور اسی وقت ہاتھ جھک گیا اور رسول اللہ ﷺ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ (بخاری)

''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔''

''بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔'' (سورہ البقرہ ۲: ۱۵۷ تا ۱۵۸)

۹ ربیع الاول ۱۱ ہجری پیر کے دن، وقت چاشت تھا کہ جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کی۔ اس وقت عمر مبارک ۶۳ سال قمری اور چار دن تھی۔ جب رسول کریم ﷺ کی نرم ولطیف روح آسمانوں کے زینے طے کرتی جنت کے سب سے متبرک بالا خانوں میں پہنچی ہوگی تو جانے کن کن دریچوں سے صدا بہار گلابوں کی شبنمی پتیاں ان پر نچھاور ہوئی ہوں گی اور جانے کون کون سی ہستیاں انھیں خوش آمدید کہنے پر صف بہ صف کھڑی ہوئی ہوں گی۔ وہ جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاؑ اور صدیقین اور شہدا اور صالحین، کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔ (النساء ۴: ۶۹)

پیر کے دن رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے، پیر ہی کے دن نبوّت ملی، پیر کو مدینہ ہجرت فرمائی، پیر کو بیماری کا آغاز ہوا اور پیر ہی کے دن رفیق اعلیٰ کی جانب واپسی ہوئی۔ (متفق علیہ)

رسول کریم ﷺ کی محبت میں پیر کے دن روزہ رکھنا مسنون ہے۔

غسل وکفن

کفن کے لیے پہلے جو کپڑا انتخاب کیا گیا تھا، وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے صاحب زادے عبداللہؓ کی یمن کی بنی ہوئی ایک چادر تھی لیکن بعد میں اتار لی گئی، اور تین سوتی سفید کپڑے کفن میں دیے گئے، ان میں قمیض اور عمامہ نہ تھا۔ (بخاری)

Marfat.com

لحد مبارک

غسل و کفن کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو دفن کہاں کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: ایک بار میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ نبی جس مقام پر وفات پاتا ہے، وہیں دفن بھی ہوتا ہے، چناں چہ جسم مبارک اٹھا کر اور بستر الٹ کر حجرہ عائشہؓ میں اسی مقام پر قبر کھودنا تجویز ہوا، جہاں آپ ﷺ رفیق اعلیٰ سے جا ملے تھے۔ (متفق علیہ)

مدینے میں دو صاحب قبر کھودنے میں ماہر تھے، حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح اور ابوطلحہؓ۔ حضرت ابوعبیدہؓ اہل مکہ کے دستور کے مطابق صندوقی قبر کھودتے تھے اور ابوطلحہؓ مدینے کے رواج کے مطابق لحدی۔ لوگوں میں اختلاف پیش آیا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے؟ حضرت عمرؓ نے کہا: اختلاف مناسب نہیں دونوں صاحبوں کے پاس آدمی بھیجا جائے۔ جو پہلے آ جائے۔ لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا۔ چناں چہ حضرت عباسؓ نے دونوں صاحبوں کے پاس آدمی بھیجے، اتفاق یہ کہ حضرت ابوعبیدہؓ گھر پر موجود نہ تھے۔ ابوطلحہؓ آئے اور انھوں نے ہی مدینے کے رواج کے مطابق قبر کھودی، جو لحدی یعنی بغلی تھی۔ زمین چوں کہ نم تھی اس لیے جس بستر پر آپ ﷺ نے وفات پائی تھی وہ قبر میں بچھا دیا گیا۔

جنازہ تیار ہو گیا تو لوگ نماز کے لیے ٹوٹے۔ جنازہ حجرے کے اندر تھا، باری باری سے لوگ تھوڑے تھوڑے کر کے جاتے تھے۔ پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے نماز پڑھی لیکن کوئی امام نہ تھا۔ جسم مبارک کو حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت اسامہؓ بن زید اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے قبر میں اتارا۔

Marfat.com

بدو کی قبر مبارک پر حاضری

ابن کثیر نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بدو مسجد نبویؐ کے باہر اونٹنی بٹھانے کے بعد رسول کریم ﷺ کی قبر مبارک پر آ کر یوں گویا ہوا:

السلام علیک یارسول اللّٰہ!

یارسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ کے ربّ کا فرمان ہے:

”وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔“

”اگر انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوتا کہ جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آپ (ﷺ) کے پاس آ جاتے اور یہ اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے معافی کی درخواست کرتا، تو یقیناً اللہ کو، بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔“ (النساء ۴:۶۴)

میں اپنے گناہوں کے بوجھ لے کر، چہرے کی سیاھیاں لے کر، دل کی سنگینیاں لے کر اور سینے کی ویرانیاں لے کر آپ ﷺ کے پاس آیا ہوں اور آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے ربّ کے دربار میں سفارشی بناتا ہوں کہ میرا ربّ میری بخشش فرما دے۔ پھر اس نے چار شعر پڑھے۔ اس میں سے دو شعر آج بھی روضہ مبارک کے ستون پر لکھے ہوئے ہیں:

اے وہ ذات! جس کے زیر زمین جانے سے زمین کا اندر بھی پاک ہو گیا۔ باہر بھی پاک ہو گیا۔ اندر بھی خوش بو، باہر بھی خوش بو ہے، چوٹیاں خوش، میدان

Marfat.com

سبزہ زار۔ میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ ﷺ آرام فرما ہوں کہ آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کا جودوکرم ساتھ ساتھ ہے۔ آپ ﷺ ہی تو ہیں جن کی شفاعت پر پل صراط پر قدم جمیں گے، ورنہ بڑے بڑے منہ کے بل گرا دیے جائیں گے۔ آپ ﷺ ہی کی شفاعت کا آسرا ہے۔ خالی ہاتھ ہوں، دامن خالی ہے۔ آپ ﷺ کی شفاعت کے علاوہ اور میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اگر وہ مجھے مل گئی تو میں اس پل سے پار ہوں نہ ملی تو میں منہ کے بل ہوں اور میں ابوبکرؓ، عمرؓ کا احسان بھی نہیں بھول سکتا۔ میرا اسلام آپ ﷺ کو پہنچتا رہے جب تک قلم کار کا قلم چلتا رہے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے آنسو پونچھے اور اپنی اونٹنی کی طرف چلا تو عطبی کہتا ہے مجھے فوراً نیند آئی۔ ساتھ ہی آپ ﷺ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عطبی اٹھ بھاگ اور اس بدو کے اونٹنی پر چڑھنے سے پہلے پہنچ اور اسے بتادے کہ تیری فریادیں پہنچ گئیں اور تیری بخشش ہوگئی۔

امت کے لیے گریہ وزاری

رسول کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعے پر میدان عرفات میں جہاں کوئی سایہ تھا نہ چھتری، اپریل کی کڑی دھوپ میں اونٹنی پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی امت کی بخشش کے لیے مسلسل پانچ گھنٹے دعا مانگی۔ اپنی امت کے لیے رسول کریم ﷺ کے آنسو بارش کے قطروں اور گھنگھور گھٹا کی طرح برسے۔ اندر غم تھا۔ اپنی امت کے لیے اتنا روئے کہ جس رب نے بھیجا تھا اس نے کہنا شروع کردیا:

"فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ۔"

"اتنا نہ روئیں۔ اس لیے تو نہیں بھیجا تھا کہ اِن لوگوں کی خاطر اپنی ذات کو روگ ہی لگالیں۔" (فاطر ۳۵:۸)

Marfat.com

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے میرے نبیؐ کے گھر میں نے تمھیں پاک کر دیا ہے۔ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ ساری امت کی مائیں، پھر کیا یہ مانگنا اور رونا فاطمہؓ کے لیے تھا؟ جس کے بارے میں فرمایا: فاطمہؓ تو جنت کی عورتوں کی سردار۔ حسنؓ وحسینؓ جب دودھ پی رہے تھے تو اس وقت فرمایا: یہ جنت کے نوجوانوں کے سردار۔ علیؓ اس کا گھر تو میرے گھر کے سامنے ہے۔ حمزہؓ، جنت کے شہدا کے سردار۔ عمرؓ اس کا تو میں نے عالی شان گھر جنت میں خود دیکھا ہے۔ ابو بکرؓ میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں جائے گا۔ ہر نبی کا ساتھی، میرا ساتھی عثمانؓ۔ ہر نبی کا ایک حواری، میرے دو حواری، طلحہؓ اور زبیرؓ۔ باقی صحابہؓ کے بارے میں گواہی خود قرآن نے دے دی۔ ارشاد فرمایا:

"وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔"

"اور ہر ایک سے اللہ نے اچھائی کا وعدہ کر رکھا ہے۔" (الحدید ۵۷:۱۰)

پھر فرمایا:

" لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔"

"اللہ تعالیٰ ان مومنوں (صحابہؓ) سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ ﷺ سے بیعت کر رہے تھے۔" (الفتح ۴۸:۱۸)

آپ ﷺ کا تسلسل کے ساتھ یہ رونا میرے اور آپ کے لیے تھا۔ امت کے نافرمانوں اور گناہ گاروں کے لیے تھا۔ آنے والی امت کے لیے تھا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے پہلے حضرت ابراہیمؑ کی دعا فرمائی:

"پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گم راہ کیا ہے۔ جو میرے طریقے پر چلے وہ میرا ہے اور جو میرے خلاف طریقہ اختیار کرے تو یقیناً آپ درگزر کرنے والے مہربان ہیں۔" (ابراہیم ۱۴:۳۶)

Marfat.com

اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ والی دعا پڑھی:

"اگر آپ انھیں سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کر دیں تو آپ غالب اور دانا ہیں۔" (المائدہ ۵: ۱۱۸)

اور پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر اللّٰھم اُمّتی اُمّتی فرماتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ رسول کریم ﷺ گڑگڑا کر اللہ سے دعا مانگ رہے ہیں: یا اللہ! ان پر کوئی ایسا ظالم نہ آئے جو انھیں مٹا دے، یا اللہ! ان پر کوئی ایسی آسمانی بلا نہ آئے جو انھیں مٹا دے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کی چابی میرے ہاتھ میں ہے۔ سنو! قیامت کے دن اللہ کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ جن کی شفاعت کے بغیر حساب نہ ہوگا۔ جن کی قبر سے نکلے بغیر کوئی نکل نہ پائے گا۔ سب سے پہلے قبر سے نکلنے والے سب کے آگے چلنے والے، سب سے پہلے پل صراط کو پار کرنے والے، جن کی شفاعت پر جنت کا در کھلے، جو آخرت کی جنت بتانے آئے جو دنیا کو بھی جنت بنانے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سب انبیاءؑ پر جنت حرام جب تک میں داخل نہ ہوں اور سب امتوں پر جنت حرام جب تک میری امت جنت میں نہ چلی جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا جی چاہتا ہے، میں اپنے بھائیوں کی زیارت کروں۔ صحابہؓ نے فرمایا: ہم بھی تو آپ ﷺ کے بھائی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میرے صحابہؓ ہو۔ میرے بھائی وہ ہیں جو بن دیکھے مجھ پر ایمان لائیں گے۔

ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ مبارک ہے وہ جس نے آپ ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ پر ایمان لایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات دفعہ مبارک ہو اس کو جس نے مجھے نہیں دیکھا اور پھر بھی میرے اوپر ایمان لایا ہے۔

Marfat.com

ایک دفعہ اعراب بادیہ کا مسجد نبویؐ میں اتنا ہجوم ہوا کہ آپ ﷺ پسنے کے قریب ہو گئے۔ مہاجرین نے اٹھ کر لوگوں کو ہٹایا، آپ ﷺ نکل کر حضرت عائشہؓ کے حجرے میں داخل ہو گئے اور تقاضائے بشری سے بددعا زبان سے نکل گئی، فوراً قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اٹھائے اور دعا کی: اے اللہ! میں ایک انسان ہوں اگر تیرے کسی بندے کو مجھ سے تکلیف پہنچے تو مجھے معاف کرنا اور انھیں سزا نہ دینا۔ (سیرت النبی ﷺ)

خشیت الٰہی کی وجہ سے اکثر رسول اللہ ﷺ پر رقت طاری ہوتی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ حضرت عبد اللہؓ بن مسعود نے جب آپ ﷺ کے سامنے سورہ النساء کی آیت نمبر ۴۱: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔ (بھلا اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے گواہ بلائیں گے اور آپ ﷺ کو ان لوگوں پر بطور گواہ طلب کریں گے) تلاوت فرمائی تو بے اختیار چشم ہائے مبارک سے آنسو جاری ہو گئے۔ اکثر نماز میں رقت طاری ہوتی اور آنسو جاری ہو جاتے۔ ایک دفعہ جب سورج گرہن پڑا تو نماز کسوف میں آپ ﷺ ٹھنڈی سانسیں بھرتے اور فرماتے: یا اللہ! تو نے وعدہ کیا ہے کہ تو لوگوں پر میرے ہوتے ہوئے عذاب نہیں نازل کرے گا۔

عبد اللہؓ بن شخیر ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا۔ دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نماز میں مشغول ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں روتے روتے اس قدر ہچکیاں بندھ گئی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ چکی چل رہی ہے یا ہانڈی ابل رہی ہے۔ (سیرت النبی ﷺ)

ایک مرتبہ حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے کوہِ طور پر ملاقات کے لیے بلایا انھوں نے دوڑ لگا دی اور ان کے باقی ساتھی پیچھے رہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا: موسیٰؑ

Marfat.com

دوڑ کیوں لگائی، بھاگے کیوں؟ میں نے تو کہا کہ آ کے میری بات سن تو لو تم نے دوڑ لگا دی۔ کہاں ہیں تمہارے ساتھی؟ حضرت موسیٰؑ نے کہا: وہ میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ دوڑ اس لیے لگائی ہے کہ مالک بلائے اور نوکر دوڑ کر آئے تو مالک کو خوشی ہوتی ہے۔ بلایا جائے اور وہ سستی سے آئے تو مالک کی طبیعت پر گرانی پڑتی ہے۔ تو نے بلایا میں دوڑا تاکہ تو خوش ہو جائے۔ تو راضی ہو جائے۔ (طٰہٰ ۲۰:۸۴)

وہ اللہ جس کے طلب گار موسیٰؑ ہیں اور جو خود کہتا ہے میرا راضی ہو جانا بہت بڑی بات ہے۔ وہ اللہ اپنے محبوب سے کہہ رہا ہے:

> ''اور آپ ﷺ کا پروردگار عنقریب آپ ﷺ کو اتنا دے گا کہ جس سے آپ ﷺ راضی ہو جائیں گے۔'' (الضحیٰ ۹۳:۵)

رسول کریم ﷺ کی نصیحتیں

سب کو معلوم ہے کہ ارض حرم کے اندر اور وہ بھی حج کے دنوں میں کسی مسلمان کا خون بہانا کتنا بڑا گناہ ہو سکتا ہے۔ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ منیٰ میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو دریافت فرمایا: لوگو! آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے سمجھا کہ شاید آپ ﷺ اس دن کا کوئی اور نام رکھنا چاہتے ہیں۔ عرض کیا: اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو زیادہ معلوم ہے۔ فرمایا: کیا یہ قربانی کا دن نہیں۔ سب نے کہا: جی ہاں۔ پھر پوچھا: یہ کون سا مہینا ہے، سب چپ رہے، سمجھے کہ آپ ﷺ اس کا نام کچھ اور بتائیں گے۔ فرمایا: کیا یہ ذی الحجہ نہیں۔ سب نے کہا: جی ہاں۔ پھر فرمایا: یہ کون سا مقام ہے۔ پھر سب خاموش رہے کہ آپ ﷺ کوئی اور نام بتائیں گے۔ فرمایا: یہ بلد الحرام نہیں ہے۔ سب نے کہا: جی ہاں۔ ان سوالوں کے جواب سننے والوں کے دلوں میں جب اس دن اس مقام اور اس مہینے کی حرمت اور عظمت بیٹھ

Marfat.com

گئی تو فرمایا: لوگو! میری بات غور سے سن لو! کیوں کہ میں نہیں جانتا، شاید اس سال کے بعد اس مقام پر میں تم سے کبھی پھر مل سکوں۔ تمھارا خون اور تمھارا مال اور تمھاری آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمھارے لیے آج کے دن کی، رواں مہینے کی اور موجودہ شہر کی حرمت ہے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک بار وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طواف کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے اشارہ کر کے بیت اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ کے گھر! تیری خوش بو بہت پیاری ہے۔ تو بہت ہی مقدس ہے لیکن اللہ کی نگاہ میں ایک مسلمان کی آبرو تجھ سے بھی زیادہ مقدس ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو اور اطاعت کرو خواہ کسی نک کٹے حبشی غلام کو بھی تمھارا امیر بنا دیا جائے جب تک کہ وہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے کرے۔ اور تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے انھیں مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اس کے بعد ہرگز گم راہ نہ ہو گے۔ وہ چیزیں کیا ہیں؟

''اللہ کی کتاب اور اس کے رسول (ﷺ) کی سنت۔'' (مسلم)

لوگو! یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمھارے بعد کوئی امت نہیں لہٰذا اپنے ربّ کی عبادت کرنا، پانچ وقت کی نماز پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا، خوشی خوشی اپنے مال سے زکوٰۃ دینا، اپنے پروردگار کے گھر کا حج کرنا۔ ایسا کرو گے تو اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو گے۔ (ابن ماجہ)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس خطبے میں یہ بھی فرمایا: یاد رکھو کوئی جرم کرنے والا اپنے سوا کسی اور پر جرم نہیں کرتا یعنی اس جرم کی پاداش میں کوئی اور نہیں بلکہ خود مجرم ہی پکڑا جائے گا۔ یاد رکھو! کوئی جرم کرنے والا اپنے بیٹے پر یا

Marfat.com

کوئی بیٹا اپنے باپ پر جرم نہیں کرتا۔ یعنی باپ کے جرم میں بیٹے کو اور بیٹے کے جرم میں باپ کو نہیں پکڑا جائے گا۔ یادرکھو شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ اب تمہارے اس شہر میں کبھی بھی اس کی پوجا کی جائے۔ لیکن اپنے جن اعمال کو تم لوگ حقیر سمجھتے ہو، ان میں اس کی اطاعت کی جائے گی اور وہ اسی سے راضی ہوگا۔ (ترمذی)

ایک صحابیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ یعنی اسلام میں کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم کھانا کھلاؤ اور شناسا اور غیر شناسا سبھی کو سلام کرو۔ (بخاری)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور تباہ کاریوں سے مامون ومحفوظ نہ رہے۔ (مسلم)

فرمایا: وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کھالے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔ (مشکوٰۃ)

فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (بخاری)

فرمایا: مسلمان سے گالی گلوچ کرنا فسق ہے اور اس سے مار پیٹ کرنا کفر ہے۔ (بخاری)

فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (بخاری)

فرمایا: سارے مومنین ایک آدمی کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو سارے جسم کو تکلیف محسوس ہوتی ہے اور اگر سر میں تکلیف ہو تو

Marfat.com

سارے جسم کو تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ (مسلم)

فرمایا: مومن، مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا بعض بعض کو قوت پہنچاتا ہے۔ (متفق علیہ)

فرمایا: آپس میں بغض نہ رکھو، باہم حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے۔ (بخاری)

فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے دشمن کے حوالے کرے۔ اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت (مدد) میں کوشاں ہوگا اللہ اس کی حاجت (مدد) میں ہوگا اور جو شخص کسی مسلمان سے کوئی دنیاوی غم اور دکھ دور کرے گا اللہ اس شخص سے روز قیامت کے دکھوں میں سے کوئی دکھ دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (متفق علیہ)

فرماتے: جو کوئی کسی نادار کو یہاں کسی مصیبت میں پھنسائے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کو مصیبت میں مبتلا فرمائے گا۔ (ترمذی)

فرماتے: تم لوگ زمین والوں پر مہربانی کرو آسمان والا تم پر مہربانی کرے گا۔ (ترمذی)

فرماتے: جو مسلمان کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہنائے گا، اللہ اسے جنت کا سبز لباس پہنائے گا اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلا دے، اللہ اسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلا دے، اللہ اسے جنت کی مہر لگے ہوئے شربت پلائے گا۔ (ترمذی)

Marfat.com

فرماتے: آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ کرکے اور اگر وہ بھی نہ پاؤ تو پاکیزہ بول ہی کے ذریعے۔ (بخاری)

فرماتے: جو شخص مجھے اپنے جبڑوں کے درمیان اور دو ٹانگوں کے درمیان موجود اعضا کی پاکیزگی کی ضمانت دے گا میں اسے جنت کی ضمانت دوں گا۔ (بخاری)

فرماتے: جو شخص مجھے یہ ضمانت دے کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگے گا تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (ابوداؤد)

فرماتے: اہل تکبر قیامت کے دن چیونٹیاں بنا کر اٹھائے جائیں گے جن پر ہر طرف سے ذلت وخواری چھائی ہوئی ہوگی۔ (ترمذی)

فرماتے: جو بخل کرے گا قیامت میں اس کا مال سانپ بن کر اس کو ڈسے گا۔

فرماتے: صلہ رحمی یہ نہیں ہے کہ صلہ رحمی کرنے والوں کے ساتھ صلہ رحمی کرو بلکہ یہ ہے کہ جو قطع رحمی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ یعنی دوستوں کے ساتھ دوستی کوئی بڑی بات نہیں بلکہ دشمنوں کے ساتھ دوستی اصلی خوبی ہے۔ (المعجم الکبیر)

فرماتے: گناہوں سے پرہیز کرو تو تم سب سے بڑے عبادت گزار ہو جاؤ گے، اللہ نے جو تم کو دیا ہے اس پر راضی رہو تو سب سے بڑھ کر دولت مند ہو جاؤ گے، اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرو تو مومن بنو گے، لوگوں کے لیے وہی چاہو جو اپنے لیے چاہتے ہو تو مسلمان بن جاؤ گے، اور زیادہ ہنسا نہ کرو کہ زیادہ ہنسنے سے دل مر جاتا ہے۔ (ترمذی)

فرماتے: تمہارا اپنے بھائی سے ملتے وقت مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔ اچھی بات کہنا اور بری بات سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ کسی بھٹکے ہوئے کو راہ بتا دینا بھی صدقہ ہے۔ کسی اندھے کو راستہ دکھانا بھی صدقہ ہے، راستے سے پتھر، ہڈی یا کانٹا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ اپنے ڈول سے دوسرے بھائی کے ڈول میں پانی انڈیل دینا بھی صدقہ

Marfat.com

ہے۔(مسلم) نیز فرمایا: صدقہ گناہوں کو ایسے ہی مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے۔(ترمذی)

فرماتے: جو لوگ دوسروں کو فریب دیتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔

فرماتے: ہر نیکی کا کام خیرات ہے۔(الترغیب والترہیب)

فرماتے: بیوہ اور غریب کے لیے کوشش کرنے والے کا مرتبہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے اور اس کے برابر ہے جو دن بھر روزہ اور رات بھر نماز پڑھتا ہو۔(اصح الصحیح)

فرماتے: کیا میں تم کو روزہ نماز اور زکوٰۃ سے بھی بڑھ کر درجے کی چیز نہ بتاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ارشاد فرمایئے، فرمایا: وہ آپس کے تعلقات کا درست کرنا ہے۔(ترمذی)

فرماتے: خبردار بدگمانی کو عادت نہ بنانا، بدگمانی تو بالکل جھوٹی بات ہے۔(متفق علیہ)

فرماتے: لوگوں کی عیب جوئی نہ کرنا اور نہ ایسی باتوں کو اپنے کان تک پہنچنے دینا اور کسی کی پس پشت برائی نہ کرنا۔

فرماتے: سبقت لے جانے کے لیے مت جھگڑنا۔

فرماتے: مسلم مسلم کا بھائی ہے۔ بھائی پر نہ کوئی ظلم کرے اور نہ اسے رسوا کرے نہ حقیر جانے۔ انسان کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلم بھائی کو وہ حقیر سمجھے۔(مسلم)

فرماتے: اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا وہ تو تمھارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔(مسلم)

Marfat.com

فرماتے: جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں، اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

فرماتے: باپ کا اپنے بچوں کو کوئی ادب سکھانا ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے۔

فرماتے: کوئی باپ اپنے بچوں کو اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دے سکتا کہ وہ ان کو اچھی تعلیم دے۔

فرماتے: روح القدس نے میرے دل میں یہ ڈالا ہے کہ کوئی انسان اس وقت تک نہیں مر سکتا جب تک وہ اپنی روزی پوری نہ کرے تو لوگو! اللہ سے ڈرو اور روزی کی تلاش میں صحیح طریقہ اختیار کرو۔ رزق میں تاخیر تمھیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ گناہ کے ذرائع سے روزی تلاش کرو کیوں کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ اس کی اطاعت کے بغیر نہیں مل سکتا۔ (جمع الجوامع)

فرماتے: جو شخص حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے، میں اس کے لیے ایک گھر کا ضامن ہوں جو بہشت کے بیچ میں ہوگا۔ (ابوداؤد)

صلوٰۃ استخارہ

جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ سے مشورہ کر لے۔ صلاح و مشورہ لینے کو استخارہ کہتے ہیں۔ حدیث میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مشورہ نہ لینا اور استخارہ نہ کرنا بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے۔ کوئی بھی جائز کام مثلاً کہیں منگنی کرے یا بیاہ کرے، سفر کرے یا اور کوئی کام کرے تو بغیر استخارہ کیے نہ کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کیے پر پشیمانی نہ ہوگی۔

Marfat.com

استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے، اس کے بعد دل کی گہرائیوں سے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَاسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ؕ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ اَمْرِي فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ اَمْرِي فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِي بِهٖ۔

''اے اللہ! میں تیرے علم کے ذریعے تجھ سے خیر مانگتا ہوں اور تیری قدرت کے ذریعے تجھ سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تیرے بڑے فضل کا تجھ سے سوال کرتا ہوں کیوں کہ تجھے قدرت ہے اور مجھے قدرت نہیں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تیرے علم میں میرے لیے یہ کام (یہاں اس کام کا نام لے یا دھیان کرے جس کا استخارہ کرنا چاہتا ہے) میری دنیا اور آخرت میں بہتر ہے تو اس کو میرے لیے مقدر فرما اور پھر میرے لیے اس میں برکت فرما اور اگر تیرے علم میں میرے لیے یہ کام دنیا و آخرت میں شر اور بُرا ہے تو اس کو مجھ سے اور مجھ کو اس سے دور فرما اور میرے لیے خیر مقدر فرما، جہاں کہیں بھی ہو اس پر مجھے راضی فرما''۔ (بخاری)

Marfat.com

اس کے بعد پاک صاف بچھونے پر قبلہ کی طرف منہ کر کے باوضو سو جائے۔ اگر ایک دن میں کچھ معلوم نہ ہو اور دل کا خلجان اور تردد نہ جائے تو دوسرے دن پھر ایسا ہی کرے۔ اسی طرح سات دن تک کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کی اچھائی برائی معلوم ہو جائے گی۔

یہاں یہ واضح رہے کہ خواب میں، سبز، سفید یا جس کے لیے استخارہ کیا جا رہا ہے نظر آنا ضروری نہیں۔ اس سے ایک تو دل کا اطمینان درکار ہے، دوسرا اس کام کے کرنے میں جو شر کا پہلو ہو، اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کا سوال ہے۔ اگر پھر بھی دل کو اطمینان حاصل نہ ہو تو جس طرف زیادہ جھکاؤ ہو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ اس میں سے شر کا پہلو نکال دیں گے۔ ان شاء اللہ

صلوٰۃ الحاجات

حضرت عبداللہؓ بن ابی عوفؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جس شخص کو کوئی حاجت اور ضرورت ہو، اللہ تعالیٰ سے متعلق یا کسی آدمی سے متعلق یعنی خواہ وہ حاجت ایسی ہو جس کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہو یا ایسا معاملہ ہو کہ بظاہر اس کا تعلق کسی بندے سے ہی کیوں نہ ہو، بہر صورت اس کو چاہیے کہ وہ وضو کرے اور خوب اچھا وضو کرنے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی کچھ حمد وثنا کرے اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح عرض کرے:

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ
الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ؕ
اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ

Marfat.com

وَالْغَنِيمَةَ مِن كُلِّ بِرٍّ وَسَلَامَةَ مِن كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو حلیم وکریم ہے اللہ پاک ہے جو عرش عظیم کا ربّ ہے اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ اے اللہ میں تجھ سے تیری رحمت کی واجب کرنے والی چیزوں کا اور ان چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو تیری مغفرت کو لازم کر دیں اور بھلائی میں اپنا حصہ اور ہر گناہ سے سلامتی چاہتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! میرا کوئی گناہ بخشے بغیر اور کوئی رنج دور کیے بغیر اور کوئی حاجت جو تجھے پسند ہو پوری کیے بغیر نہ چھوڑ''۔ (ترمذی)

غم اور مشکلات کی مناجات

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب فکر مند ہوتے تو آسمان کی طرف سر اُٹھا کر سبحان اللہ العظیم۔ اور جب بہت زیادہ پریشانی لاحق ہوتی تو گریہ وزاری اور دُعا کا انہماک بڑھ جاتا تو فرماتے: یاحی یاقیوم۔ (ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ غم کے وقت اکثر آپ ﷺ ریش مبارک پر ہاتھ لے جایا کرتے، کبھی انگلیوں سے اس میں خلال کرتے اور فرماتے:

حسبی اللّٰہ ونعم الوکیل

''میرے لیے اللہ ربّ العزّت کافی ہے اور وہی بہترین کار ساز ہے۔'' (زادالمعاد)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مستقل معمول تھا اور دستور تھا کہ جب کوئی فکر آپ ﷺ کو لاحق ہوتی یا کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو آپ ﷺ نماز میں مشغول ہو جاتے۔ (ابوداؤد)

Marfat.com

سارے دکھوں اور غموں کا علاج

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا، دس گناہ معاف کرے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا۔ (نسائی)

حضرت اُبی ابن کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں۔ میں اپنی دعا میں سے کتنا وقت درود کے لیے وقف کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تو چاہے۔ میں نے عرض کیا: ایک چوتھائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تو چاہے لیکن اگر اس سے زیادہ کرلے تو تیرے لیے اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا: آدھا وقت؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تو چاہے لیکن اگر اس سے زیادہ کرلے تو تیرے لیے اچھا ہے۔ میں نے عرض کیا: دو تہائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تو چاہے لیکن اگر اس سے زیادہ کرلے تو تیرے لیے ہی بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اپنی دعا کا سارا وقت درود کے لیے وقف کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تیرے سارے دکھوں اور غموں کے لیے کافی ہوگا اور تیرے گناہوں کی بخشش کا باعث ہوگا۔ (ترمذی)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب تک کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے، اس وقت تک فرشتے بھی اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں، اب چاہے تو کوئی کم پڑھے یا زیادہ۔ (ابن ماجہ)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

Marfat.com

یاالٰہی! رحمت فرمایئے محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر جس طرح آپ نے رحمت فرمائی ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر، بے شک آپ تعریف والے اور بزرگی والے ہیں۔ یاالٰہی! برکت فرمایئے محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر جس طرح آپ نے برکت فرمائی ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر، بے شک آپ تعریف والے اور بزرگی والے ہیں۔ آمین یارب العالمین!!!

ڈگمگاؤں جو حالات کے سامنے، آئے تیرا تصور مجھے تھامنے
میرا ملبوس ہے پردہ پوشی تیری، تو کرم میں خطا تو کجا من کجا
میرا ہر سانس تو خوں نچوڑے میرا، تیری رحمت مگر دل نہ توڑے میرا
آنسوؤں کی زبان ہو مری ترجماں، دل سے نکلے صدا تو کجا من کجا

☆☆☆

Marfat.com

مآخذ

۱۔ قرآن مجید
۲۔ بخاری از محمد بن اسمٰعیلؒ
۳۔ مسند احمد از امام احمد بن محمد بن حنبلؒ
۴۔ مسلم از مسلم بن الحجاج القشیریؒ
۵۔ رحمتہ للعالمینؐ از محمد سلیمان منصور پوریؒ
۶۔ سیرت النبی ﷺ از علامہ شبلی نعمانیؒ و سید سلیمان ندویؒ
۷۔ السیرۃ النبویہؐ از ابو محمد عبد مالک ابن ہشامؒ
۸۔ تلقیح الفہوم اہل الاثر از ابن جوزیؒ
۹۔ سیرۃ ابن اسحاق از ابو یوسف یعقوب بن اسحاقؒ
۱۰۔ سیرت الرسولؐ از مولانا طاہر القادری
۱۱۔ الطبقات الکبری از محمد بن سعدؒ
۱۲۔ خصائص کبریٰ از امام جلال الدین سیوطیؒ
۱۳۔ فقہ السیرۃ از محمد غزالیؒ
۱۴۔ تذکرہ الخواص سبط از سبط ابن الجوازیؒ
۱۵۔ فتح الباری از احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ
۱۶۔ ابوداؤد از ابوداؤد سلیمانؒ
۱۷۔ فی ظلال القرآن از سید محمد قطبؒ شہید
۱۸۔ فقہ السیرہ از ابن الاثیرؒ
۱۹۔ الرحیق المختوم از صفی الرحمٰن مبارک پوریؒ
۲۰۔ مختصر السیرۃ از شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہابؒ
۲۱۔ ترمذی از ابو عیسیٰ محمدؒ

Marfat.com

۲۲۔ تفہیم القرآن از سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

۲۳۔ الجامع لاحکام القرآن از قرطبیؒ

۲۴۔ محسن انسانیتؐ از نعیم صدیقیؒ

۲۵۔ دروس سیرتؐ از محمد سعید رمضان البوطیؒ

۲۶۔ نور سرمدی فخر انسانیت حضرت محمد ﷺ از محمد فتح اللہ گولن

۲۷۔ تاریخ اسلام از اکبر شاہ خان نجیب آبادیؒ

۲۸۔ المعجم الکبیر از سلیمان بن احمد المعروف الطبرانیؒ

۲۹۔ شرح المواہب از الزرقانیؒ

۳۰۔ زاد المعاد از حافظ ابن قیمؒ

۳۱۔ مسند ابویعلیٰ الموصلی از امام احمدؒ ابن علی ابن شنہ

۳۲۔ حلیۃ الاولیا از ابونعیمؒ احمد بن عبداللہ بن مہران

۳۳۔ مؤطا امام مالکؒ

۳۴۔ الشفاء بتعریف حقوق مصطفیٰؐ از قاضی عیاضؒ

۳۵۔ مختصر السیرۃ از محمد بن عبدالوہابؒ

۳۶۔ البدایۃ والنھایۃ از ابوالفرج ابن کثیرؒ

۳۷۔ تاریخ عمرؓ بن خطاب از ابن جوزیؒ

۳۸۔ حیات سرور کائناتؐ از لنگس مارٹن

۳۹۔ مسند الربیع از الربیعؒ ابن حبیب بن الازدی

۴۰۔ مدارک التنزیل از للنسفیؒ

۴۱۔ خاک حجاز کے نگہبان از صلاح الدین محمود

۴۲۔ تہذیب التہذیب از حافظ ابن حجر عسقلانیؒ

۴۳۔ اسماء الرجال از عبدالغنیؒ

۴۴۔ مستدرک علی الصحیحین للحاکم از ابوعبداللہ محمدؒ بن عبداللہ الحاکم

Marfat.com

۴۵۔ خصائل نبویؐ از شیخ محمد زکریاؒ
۴۶۔ مدارج النبوۃؐ از شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
۴۷۔ ادب المفرد از محمدؒ بن اسماعیل البخاری
۴۸۔ سنن نسائی از ابوعبدالرحمانؒ احمد بن شعیب النسائی
۴۹۔ ابن ماجہ از ابوعبداللہ محمدؒ بن یزید بن ماجہ
۵۰۔ خلاصۃ السیرہ از محب الدینؒ
۵۱۔ مشکوٰۃ المصابیح از ولی الدین محمدؒ
۵۲۔ اسوہ رسول کریمؐ از محمد عبدالحیؒ
۵۳۔ نشر الطیب از مولانا اشرف علی تھانویؒ
۵۴۔ تاریخ الطبری از سلیمانؒ بن احمد الطبری
۵۵۔ مسند اسحاق از اسحاقؒ بن راہویہ
۵۶۔ المصنف ابن ابی شیبہ از عبداللہؒ بن محمد بن ابی شیبہ
۵۷۔ السنن الکبریٰ للبیہقی از احمد بن الحسین بن علی البیہقیؒ
۵۸۔ المعجم الصغیر از سلیمان بن احمد المعروف الطبرانیؒ
۵۹۔ تفسیر القرطبی از امام ابوعبداللہ محمد بن احمدؒ
۶۰۔ سیرت رحمت عالمؐ از اکرام ضیاء العمریؒ
۶۱۔ شمائل نبویؐ از محمد ابن عیسیٰؒ
۶۲۔ سنن العلل للدارقطنی از علیؒ ابن عمر ابن احمد الدارقطنی
۶۳۔ احیاء العلوم الدین از ابوحامدؒ محمد بن محمد الغزالی
۶۴۔ الترغیب والترھیب للمنذری از عبدالعظیمؒ بن عبدالقوی المنذری
۶۵۔ الصحیح الابن حبان از محمدؒ بن حبان
۶۶۔ جمع الجوامع للسیوطی از جلال الدین السیوطیؒ

Marfat.com

Marfat.com

مصنف کی تصانیف

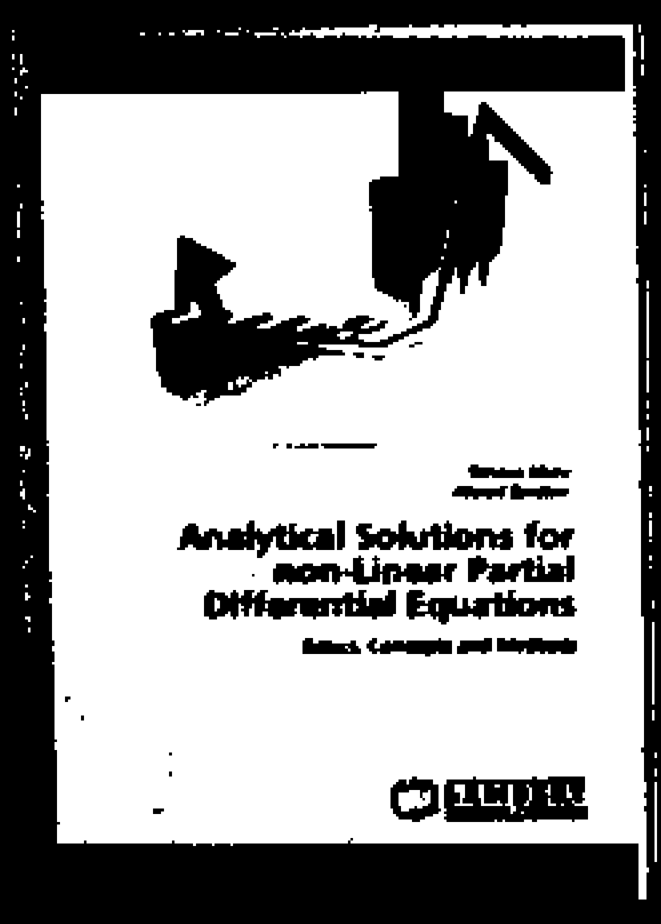

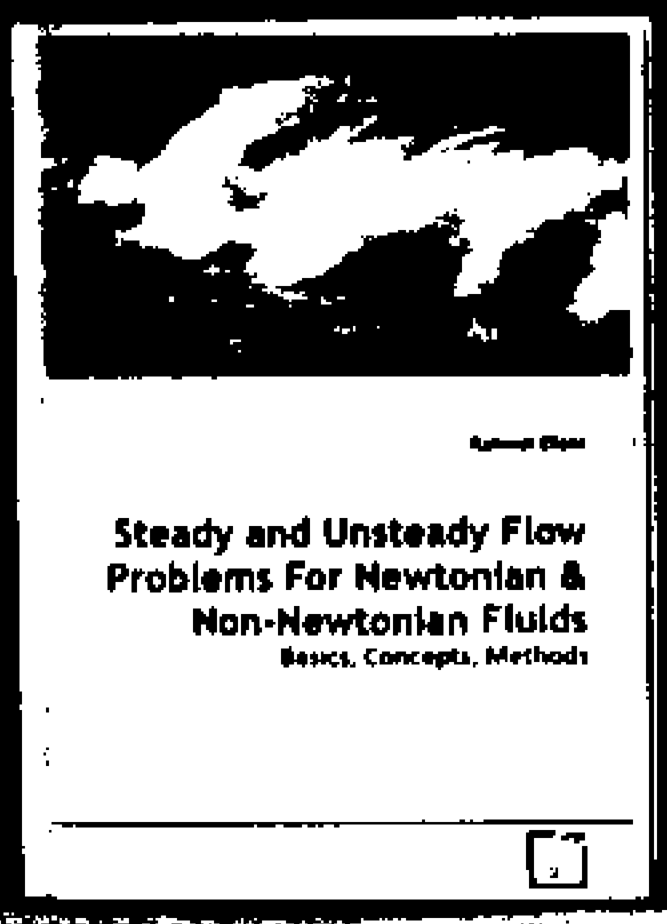

Marfat.com